سلسلۂ دار المصنفین

۱۳

یعنی

ڈاکٹر لی بان فرانسیسی کی کتاب "جماعتہائے انسانی کے اصولِ نفسیہ" کا اردو ترجمہ

از

مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلی

رکن دار المصنفین

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپی

۱۹۲۰ء

فہرست فصول وابواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۱ - پیش نظر کتاب مشہور فرنچ مصنف موسیو لیبان کی کتاب "روح الاجتماع" (یعنی جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ) کا ترجمہ ہے۔ موسیو لیبان ہندوستان کے لیے کوئی اجنبی مصنف نہین ہین۔ ان کی کتابین تمدن عرب، تمدن ہند، اور انقلاب الامم، اُردو مین ترجمہ ہو کر مُلک میں شایع ہو چکی ہین۔ ہماری یہ کتاب اسی سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے۔

۲ - ہندوستان مین، اگرچہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اپنے تئین یوروپین علوم و فنون کے خزانہ کا کلید بردار سمجھتا ہے، لیکن ہندوستان کے عربی تعلیم یافتہ طبقہ کو مسلمانانِ مصر کا ممنون ہونا چاہیے، کہ وہ اپنی مادری زبان عربی مین یورپ کی بعض جدید تصنیفات کا ترجمہ کرتے رہتے ہین، ان سے ہندوستان کا عربی دان طبقہ بھی اپنی قدیم [illegible] کو

برقرار رکھنے کے لیے کبھی مواد حاصل کرتا رہتا ہے۔

مصر و ہندوستان گو ایک ہی گورنمنٹ کے زیر اثر اور ماتحت ہین، اور تقریبًا دونون ملکون کے حالات ملتے جلتے ہین؛ لیکن باوجود اس کے ان دونون ملکون مین بڑا فرق ہے:-

مصر کی تمامتر موجودہ علمی چہل پہل اور دماغی ترقی کا علم بردار وہ فرقہ ہے جو جدید طرز تعلیم کے سانچہ مین ڈھالا گیا ہے، بخلاف اسکے ہندوستان مین اب تک جتنے بھی علمی یا قومی کام انجام پائے ہین ان مین سے تقریبًا اکثر اس فرقہ کی کوششون کا نتیجہ ہین؛ جس نے بجاے کالجون کی عالیشان عمارتون کے مسجدون مین یا ٹوٹے پھوٹے حجرون مین بیٹھ کر پرانے طرز پر تعلیم حاصل کی ہے۔ اُردو زبان کے دور علمی کے جو مایۂ ناز بزرگ گذرے ہین وہ عمومًا خالص عربی تعلیم یافتہ، یا عربی وانگریزی علوم وفنون دونون کے جامع تھے؛ اور اِس سلسلہ مین جو چند علمی کتابین موجودہ دَور مین اُردو زبان مین ترجمہ یا تصنیف کی گئین ان مین سے تقریبًا اکثر عربی تعلیم یافتہ طبقہ کی جانفشانی اور دماغی محنتون کا نتیجہ ہین اور اس بنا پر جو کتاب اس وقت اُردو دان ناظرین کی خدمت مین پیش کی جارہی ہے اس کا عربی دان طبقہ کی جانب سے پیش کیا جانا ہندوستان مین کچھ محل تعجب نہین ہے۔

۳۔ لیکن اس ترجمہ کے متعلق ایک اور خاص بات کا ذکر کردینا بھی نہایت ضروری ہے عربی زبان مین جو اس کتاب کا ترجمہ "روح الاجتماع" کے نام سے شایع ہوا ہے اسکے متعلق گو یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ وہ ترجمہ اصل سے کتنا مختلف یا کتنا مطابق ہے؛ البتہ فرنچ زبان سے اس کتاب کا جو ترجمہ انگریزی مین کیا گیا ہے اور "کرووڈ" کے نام سے شایع ہوا ہے

اس سے عربی ترجمہ جا بجا مختلف ہے۔ عربی زبان مین اس کتاب کا ترجمہ فتحی پاشا زغلول نے کیا ہے۔ ان کے عربی طرز تحریر کی ایک نمایان خصوصیت یہ ہے کہ زبان نہایت بلیغ ہوتی ہے اور عبارت مین ایجاز واختصار زیادہ ملحوظ رہتا ہے۔ "روح الاجتماع" کے علاوہ "سر تطور الامم"، اور "سر تقدم الانکلیز السکسونیین" جو فرنچ کتابون کے عربی ترجمے ہین ان کتابون کا مترجم بھی یہی مصری انشا پرداز ہے اور ان سب کتابون مین بھی اسکے طرز تحریر کے یہی دو وصف نمایان ہین، گو اس طرز تحریر سے عبارت مین زور پیدا ہوجاتا ہے لیکن کسی کتاب کا ترجمہ کرنے مین یہ طرز تحریر بجائے مفید ہونے کے اُلٹا مضر پڑتا ہے۔ بعض جگہ ایجاز واختصار کی وجہ سے ترجمہ مین مصنف کا مطلب کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے اور بعض جگہ مطالب کی سلاست وروانی مین فرق آجاتا ہے۔

اس بنا پر عربی ترجمہ کے ایجاز واختصار کی وجہ سے عربی ترجمہ مین بیحد نقص پیدا ہوگئے ہین، یہانتک کہ بعض جگہ اختصار کی بدولت مصنف کا اصلی مطلب بالکل الٹ گیا ہے۔ اس نقص کے علاوہ عربی ترجمہ مین سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ مترجم چونکہ اصطلاحات فن سے ناواقف ہے، اس لیے اکثر جگہ عربی اصطلاحات وضع کرتے ہوے اُسنے اصطلاحات مین نہایت بیجا تصرف کیا ہے مثلاً مصنف نے جماعت کے میزات عمومی بیان کرتے ہوے جماعت کی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ جماعت کا وقوف وشعور قریب قریب مفقود ہوتا ہے اور بسیر ہمیشہ نیم شعوری کی ایک کیفیت طاری رہتی ہے انگریزی مین کیفیت شعوری کو کانشنس نیم شعوری کو سب کانشنس اور کیفیت غیر شعوری کو ان کانشنس کہتے ہین۔ ان کیفیات مین پہلی کیفیت کا مظہر انسان کی حالت انفرادی ہے اور دوسری کیفیت کا مظہر نفس اجتماعی ہے، لیکن مترجم نے نفس اجتماعی کو تیسری کیفیت کا مظہر بتایا ہے اور سب کانشنس کا ترجمہ کیفیت لاشعوری

کیا ہے، جو ان کانشنس کا ترجمہ ہے، یہ ایک بیجا تصرف ہے جسکا ارتکاب عربی مترجم نے اصطلاحات مین کیا ہے۔

غرض یہ نقائص ہین جن سے عربی ترجمہ مملو ہے مین جب اپنا ترجمہ تمام کر چکا تو اسوقت مکرمی مولوی عبدالماجد صاحب بی۔اے۔ نے میری توجہ اس جانب مبذول کرائی، چنانچہ جب مین نے اس کتاب کے انگریزی ترجمہ کا مطالعہ کیا تو فی الواقع مجھے انگریزی اور عربی ترجمہ مین بے انتہا فرق نظر آیا، اور اسکے بعد مین نے عربی ترجمہ سے قطع نظر کر کے انگریزی ترجمہ سے اپنے ترجمہ کو درست کرنا شروع کر دیا۔

حاصل یہ ہے کہ گویہ ترجمہ در اصل عربی کتاب سے کیا گیا ہے لیکن تصحیح اور نظر ثانی انگریزی ترجمہ سے کی گئی ہے۔ اور اس اعتبار سے گویا یہ سمجھنا چاہیے کہ اب یہ ترجمہ اپنی موجودہ شکل مین بجاے عربی کتاب کے انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔

۴۔ موجودہ دَور مین ہندوستان کے مسلمانون کی قوم مین لیڈرون کی جو بہتات ہے اور ہماری قوم کے نوجوانون کو مقتدی بننے کے بجاے مقتدا بننے کا جو شوق ہے غالبًا اس راہ مین اُن کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از حد مفید ہوگا۔ کسی جماعت کے "قائد" بننے سے پیشتر اپنے مین قیادت کی صلاحیت پیدا کرنا چاہیے۔ قومون کے قائد عمومًا اپنی فطرت سے قائد پیدا ہوا کرتے ہین اور اُنکی زندگی کا مقصد ہی گویا یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی جماعت کے قائد بنین، لیکن ہماری قوم مین روزمرہ جو مصنوعی قائد پیدا ہوا کرتے ہین اُنکے لیے کیا اسکی بھی ضرورت نہین کہ قائد بننے سے پیشتر کم ازکم ان علمی اصول کی تعلیم تو حاصل کر لین جو مختلف قائدین کے حالات سے مستنبط ہین ؟!

محمد یونس

فرنگی محل لکھنؤ ۳۱۔ جنوری ۱۹۱۰ء

(۱)

۱ - انسان کے تمام دماغی اور نفسانی حالات کو ایک ایک کرکے دیکھ جاؤ نفس انسانی کے ہر ہر مظہر اور ہر ہر شعبہ مین تم کو گوناگون اور تغیر پذیر کیفیات نفسانیہ کا جلوہ نظر آئیگا - احساسات ومشاعر، خیالات وتصورات، عواطف و جذبات اور ارادہ یہ چار قسم کی کیفیتین انسان کی دماغی حیات کی کل کائنات ہین، اور انکے علاوہ جتنی کیفیتین ہین وہ یا ان ہی کی مظہر ہین اور یا ان سے مل جلکر بنتی ہین۔ لیکن افراد انسانی کی ان نفسانی کیفیتون کا اظہار اکثر اسوقت ہوتا ہے جب مخصوص ماحول اور مخصوص علتون کے ماتحت دماغی قوی اپنے اپنے فرائض انجام دیتے ہین۔ انسان کی کیفیت وقوفی اور حالت شعوری ایک خارجی ماحول اور مخصوص مہیجات بیرونی کی محتاج ہے کہ جب تک یہ بیرونی موثر مخصوص خارجی حالات کی موجودگی مین اعصاب حس کو متاثر نہ کرے اُسوقت تک انسان مین کیفیت وقوفی کا ظہور ہی نہین ہوسکتا، اسیطرح جذبات اور تصورات بھی اپنے اپنے وجود کے لیے مخصوص حالات خارجی اور مہیجات بیرونی کے محتاج رہتے ہین، اور ان سب کیفیات نفسانی سے انسان کی نفسانی زندگی کی تشکیل ہوتی ہے

ہر انسان کو اپنی روزانہ زندگی مین مختلف بیرونی مہیجات اور مؤثرات سے سابقہ پڑتا ہے اور یہ بیرونی مہیجاتِ اعصابِ حس کے ذریعہ سے اِنسان کے نفسانی کیفیات مین گوناگون تغیر کرتے رہتے ہین، اور چونکہ انسان کی نفسانی زندگی کا خمیر ان ہی مختلف اور تغیر پذیر کوائف نفسانی کے مجموعہ سے تیار ہوتا ہے، اس لیے ہم کہہ سکتے ہین کہ انسان کی انفرادی حیات نفسی نام ہے ان تغیر پذیر کیفیات نفسانی کے مجموعہ کا جو ذہن اِنسانی مین پیدا ہوتی، اور مٹتی رہتی ہین۔

لیکن یہ تغیرات، جو انسان کی ذہنی دنیا مین پیدا ہوتے ہین اور جو بسا اوقات انسان کی عملی زندگی پر بھی اثر کرتے ہین، کیا یہ محض اتفاقی حادثات کا مجموعہ ہین؟ یا یہ بکھرے ہوئے اجزاء علت و معلول کی زنجیر مین مُنسلک ہین؟ بالفاظ دیگر یہ مختلف تغیرات ذہنی، جو ذہن انسان مین پیدا ہوتے ہین، کیا یہ چند مخصوص قوانینِ فطرت کے تابع ہین جو ان تغیرات کی علت واقع ہوتے ہین؟ علم بتاتا ہے کہ یہ تغیراتِ ذہنی چند نفسانی قوانین کی بنا پر پیدا ہوتے ہین اور مٹتے ہین۔ احساسات و مشاعر کے لیے علٰحدہ قوانین ہین، تصورات کے لیے علٰحدہ قوانین ہین، جذبات کیلیے علٰحدہ قوانین ہین، اور ان سب قوانین سے ایک مخصوص علم مین بحث کی جاتی ہے جسکا نام علم النفس ہے۔ غرضکہ انسان کی حیات نفسی جن تغیر پذیر کیفیات نفسی کے مجموعہ سے عبارت ہے، ان کی علتون، ان کے قوانین نفسی، اور انسان کی نفسانی زندگی کے حیرت انگیز طلسم کی عقدہ کشائی ایک مخصوص علم کے ذمہ ہے جس کو علم النفس کہتے ہین۔

٣۔ انسان کی حیاتِ نفسی کا ایک یہ شعبہ ہے جس کی حقیقت کا انکشاف علم النفس کرتا ہے

لیکن انسان کی حیات نفسی کا ایک شعبہ اور ہے جو انسان کی اس ممتاز خصوصیت پر مبنی ہے کہ انسان فطرتاً مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ میری زندگی مجھی تک منحصر نہین ہین خود ایک ذات ہون اور میرا وجود اپنی ہی نوع کے دیگر افراد کے ساتھ وابستہ ہے میرے عادات، میرے رہنے سہنے کا طور طریق، میرے اعتقادات، میرا اخلاق، میرا کیریکٹر، غرض میری ہر وہ شئے جس کو مین اپنی جسمانی یا دماغی زندگی کی جانب منسوب کر سکتا ہون، وہ صرف میری ہی نہین ہے، بلکہ اسمین کا اکثر حصّہ مین نے دوسرون سے پایا ہے، اور اپنے پاس اس غرض سے امانت رکھا ہے کہ اسمین کچھ اضافہ کر کے اِس دفینۂ مخفی کو مین دوسرون تک پہنچا دون۔ یہ میری زندگی کا دوسرا شعبہ ہے جس کا تعلق صرف میری اپنی ذات کے ساتھ نہین بلکہ اسمین میرے ساتھ دوسرے بھی شریک ہین۔ ہمقومی، ہم ملکی، ہموطنی، غرض اس قسم کے وہ تمام مشترک الفاظ جو انسان کے حالات اجتماعی یا اسکے رشتۂ قومی کو ظاہر کرتے ہین، انکی بنا انسان کی بھی دوسری قسم کی حیات ہے، جو حیات انفرادی کیطرح گو تغیر پذیر واقع ہوئی ہے لیکن انسان کی ان دو زندگیون مین جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر پہلی زندگی ایک ایک منٹ اور ایک ایک پل مین بدل جایا کرتی ہے تو اس کے مقابل انسان کی دوسری زندگی مین ایک زمانہ اور چند صدیون کے بعد تغیر ہوتا ہے، گویا انسان کی تمدنی اور اجتماعی زندگی کرہ ارض کے طبقات آبی چٹانون، اور پہاڑون کے مماثل ہے جنمین ایک مدت کے بعد تغیر ہوتا ہے، اور تغیر کے بعد پھر ان کی ظاہری حالت ایسی بدل جاتی ہے، کہ اصلیت کا بالکل پتہ نہین چلتا۔

انسان کی یہ دو متقابل حیات نفسی ہین جن مین سے حیات انفرادی کے مظاہر

تو ہم بتا چکے ہین کہ انسان کے احساسات و مشاعر، تصورات و اعتقادات، جذبات و خیالات اور اسکی قوت ارادی وغیرہ ہین۔ لیکن انسان کی حیات اجتماعی کی تشکیل جن عناصر سے ہوتی ہے وہ وہ تمام لوازم تمدن ہین جو ایک قوم یا ایک ملک کے باشندون کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین، اور جو اُن کی عملی زندگی کے ہادی اور رہبر ہوا کرتے ہین۔ کسی قوم کا مخصوص نظام حکومت، اسکا مخصوص نظام معاشرت، اسکا مخصوص مذہب، اسکا طریق تجارت، اسکی صنعت و حرفت، اسکے علوم و فنون، اسکی صناعیان اور دستکاریان، اسکا مخصوص طرز جنگ، غرض وہ تمام لوازم تمدن جو کسی قوم کے ساتھ خاص ہوتے ہین، ان سے انسانی حیات اجتماعی کی تشکیل ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم بتا چکے ہین کہ جس طرح انسان کی انفرادی حیات نفسی تغیر پذیر ہے، اُسی طرح انسان کی اجتماعی حیات نفسی بھی تغیر پذیر اور بدلنے والی شے ہے اور ان دونون مین جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ حیات انفرادی کے اندر منٹون اور گھنٹون مین فرق ہوتا ہے اور حیات اجتماعی صدیون کے بعد متغیر ہوتی ہے اِس فرق کی وجہ یہ ہے کہ حیات انفرادی کے تغیر کے لیے جن خارجی مہیجات کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی گو اپنی ترکیب مین پیچیدہ ہوتے ہین، لیکن انسان کی حیات اجتماعی پر جو خارجی مؤثرات اثر کرتے ہین وہ بے انتہا ہوتے ہین اور اسکے ساتھ اُنکی ترکیب بھی اتنی پیچیدہ ہوتی ہے کہ ان سب کے متواتر عمل کرنے کے لیے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔

لیکن یہ مختلف عوامل اور مہیجات جو کسی ہیئت اجتماعی پر اثر کرتے ہین۔ اُنکی تحدید دو قسم کے مہیجات مین کی گئی ہے، بعض مہیجات تو وہ ہین جن کا تعلق خود ان افراد کے اندرونی حالات اور خود افراد کے ذاتی کیریکٹر اور افراد کی ذاتی فطرت سے

ہوتا ہے۔جماعت کے ان اندرونی مہیجات کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ پیش نظر کر لینا بھی ضروری ہے کہ انسان کی ہیئت اجتماعی کا نظام تمامتر مبنی ہوتا ہے انسان کی قوت تقلید اور اسکی اثر پذیری پر۔حیات اجتماعی کی اگر کوئی دقیق سے دقیق تشریح کی جائے تو اُسکا حاصل بجز اسکے کچھ نہ نکلے گا کہ حیات اجتماعی نام ہے افراد کی اثر پذیری اور افراد کی تحدید حریت اور فناء شخصیت کے مجموعہ کا سوسائٹی مین داخل ہو کر سوسائٹی کا ہر فرد دوسرے افراد سے متاثر ہوتا ہے اور اسی نسبت سے وہ دوسرون کو اپنے سے متاثر کرتا ہے، اور افراد کی ذاتی شخصیتین اجتماعی مقاصد کے اندر فنا ہو جاتی ہین۔فطرت انسانی کا یہ باہمی فعل و اثر سوسائٹی کے اندرونی حالات مین تغیر کرتا ہے اسکے بعد اس مجموعہ پر چند اور خارجی مؤثرات اپنا عمل کرتے ہین۔ مخصوص آب وہوا، مخصوص ماحول، آبا و اجداد کے موروثی اثرات، ملک کی فطری بوقلمونی، اور مختلف مناظر فطرت، غرض وہ تمام خارجی حالات جن مین انسان کی کوئی سوسائٹی بسر کر رہی ہو وہ سب ملکر انسانی جماعت پر اپنا اثر کرتے ہین، اور ان تمام اندرونی اور بیرونی مؤثرات کا مجموعہ اپنے فعل و اثر سے سوسائٹی کے ان تمام کیفیات اجتماعی اور مظاہر نفسانی کی تشکیل کرتا ہے جن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔لیکن ان تمام اندرونی اور بیرونی موثرات کا جو اثر افراد انسانی کے مجموعہ پر ہوتا ہے وہ اسطرح نہین ہوتا کہ کوئی خاص مُؤثر کسی خاص کیفیت اجتماعی پر اثر کرے، اور دوسرا خاص مُؤثر دوسری کیفیت اجتماعی پر، بلکہ مُؤثرات کا پورا مجموعہ کیفیات اجتماعی کے پورے مجموعہ پر ایکبارگی اثر کرتا ہے اور اس بناء پر گو کیفیات اجتماعی مین ہم ہر ہر مُؤثر کے علٰحدہ علٰحدہ نشانات تو نہین بتا سکتے، لیکن اگر ہم عہد قدیم کی کسی خاص سوسا

کے پورے حالات کا علم رکھتے ہون، نیز موجودہ زمانہ مین اس سوسائٹی کے جو حالات ہین انسے بھی ہم کو پوری واقفیت ہو تو زمانۂ گذشتہ اور زمانۂ موجودہ کے حالات کا باہمی مقابلہ کرنے سے ان حالات کے اندر ہم ایک عجیب ربط و نظام پاتے ہن جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جس طرح حیات انفرادی مین انسانی حیات کا ہر متاخر لمحہ اپنے پیشرو لمحہ سے علیت و معلولیت کا تعلق رکھتا ہے، اسی طرح حیات اجتماعی کے تمام منتشر اجزاء بھی علیت کی ایک لڑی مین باہم منسلک ہین، اور یہ پورا مجموعہ ایک عجیب حیرت انگیز ربط و نظام کا پتہ دے رہا ہے جس کی علامتین عالم کے تمام مظاہر وجود مین ہم کو عیان نظر آتی ہین پس انسان کی مختلف کیفیات اجتماعی مین سے ہر کیفیت اجتماعی کی علت قریبہ وہ کیفیت اجتماعی ہوتی ہے جو اِس کیفیت اجتماعی کے پیشتر گذر چکی ہے، اور اسیطرح سلسلہ وار تمام کیفیات اجتماعی اپنے سے مقدم کیفیات اجتماعی کی معلول اور اپنے سے متاخّر کیفیات اجتماعی کے لیے علت ہوتی ہین۔

غرض وہ خارجی حالات جن مین انسان کی کوئی سوسائٹی زندگی بسر کر رہی ہو جب اپنے قوانین کے مطابق جماعت کے اندرونی مؤثرات کے ساتھ ملکر جماعت پر اثر کرتے ہین، اسوقت کسی خاص ہیئت اجتماعی کی تشکیل ہوتی ہے جو مخصوص کیفیات اجتماعی اور مخصوص لوازم تمدن کی پیدائش کی باعث ہوتی ہے۔ لیکن جس طرح فطرت کے اور دوسرے مظاہر کائنات مین "عمل" اور "ردّ عمل" دو برابر کی قوتین ہوتی ہین، جو علی التواتر اپنا اثر کرتی ہین اسیطرح انسانکی حیات اجتماعی بھی "عمل" اور "ردّ عمل" دو برابر کی قوتون کی رزمگاہ ہے، جہان یہ دونون قوتین متواتر اپنا عمل کرتی ہین، ہیئت اجتماعی کے بیرونی مؤثرات، یا بالفاظ دیگر وہ خارجی حالات جن مین انسان کی

کوئی جماعت زندگی بسر کر رہی ہو' افراد انسانی پر اپنا عمل کرتے ہین، لیکن افراد انسانی کی فطرت مین خود اس طرح کی لچک پائی جاتی ہے کہ جہان وہ خارجی ماحول سے اثر پذیر ہوتی ہے، وہان دوسری طرف وہ خود اپنی صلاحیت واستعداد کے مطابق کسی خارجی ماحول کو تلاش کرکے خود اسپر اپنا اثر کرتی ہے، خارجی مؤثرات انسانی فطرت کو اپنے رنگ مین رنگتے ہین اور انسانی فطرت خارجی مؤثرات کو وجود مین لاتی ہے اور اس طرح "عمل"، اور "رد عمل" دو مساوی قوتون سے اثر پذیر ہوکر اجتماع انسانی ترقی کی جانب قدم بڑھاتا ہے لیکن یہ ترقی ہمیشہ اسی طرح ظہور پذیر ہوتی ہے، کہ بیرونی مؤثرات اندرونی مؤثرات سے ٹکر کھاتے ہین، اور اندرونی مؤثرات بیرونی مؤثرات سے اور ان دونون کے فعل واثر سے ایک جدید ہیئت اجتماعی کا وجود ہوتا ہے جو اگلی ہیئت اجتماعی سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور ان دو سوسائٹیون کے درمیان جو زمانہ باہمی فعل واثر مین گذرتا ہے وہ گویا ان دونون کے درمیان اتصال پیدا کرتا ہے جسمین بوڑھی قومین مٹتی اور نوجوان قومین اُبھرتی ہین،" اور اس طرح قدرت اقوام عالم کو مٹا بڑھا کر ارتقائے تمدن وتہذیب کا فرض انجام دیتی ہے یہ ہے انسانی ہیئت اجتماعی کا وہ فرض جسکو دنیا کی مختلف قومین اپنی اپنی بساط کے موافق انجام دیتی ہین اور اپنے بعد والی قومون کے لیے چھوڑ جاتی ہین۔

غرض انسانی ہیئت اجتماعی کے مختلف تغیرات پر عمیق نظر ڈالنے سے ہم کو نظر آتا ہے کہ:۔

(۱) انسان کی تہذیب وتمدن کی ترقی کا بڑا دار مدار ان خارجی اور اندرونی مؤثرات کے عمل اور رد عمل پر ہوتا ہے جو انسان کی ہیئت اجتماعی پر اپنا اثر کرتے ہین۔

(۲) ان مختلف مؤثرات کا یہ باہمی تأثر و تفاعل ان مختلف کیفیات اجتماعی کی پیدائش کا باعث ہوتا ہے، جو مختلف اوقات مین پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہین۔

(۳) تغیرات کا یہ پورا سلسلہ چند قوانین فطری کی بنا پر عمل مین آتا ہے، جو قومون کی ترقی و انحطاط مین بہت بڑا اثر رکھتے ہین۔

پس انسان کی ہیئت اجتماعی کے مختلف تغیرات، اور ان تغیرات کے مختلف علل و اسباب سے جس علم مین بحث ہوتی ہے، اسکا نام ''علم الاجتماع'' ہے۔ قومون کے مختلف تغیرات، قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی، کیفیات اجتماعی کی حقیقت، اور ان مختلف کیفیات اجتماعی کے علل و اسباب کی جستجو، قومون کے حالات مین جو بیرونی مؤثرات تغیر پیدا کرتے ہین ان کی تحدید اور اُن کا تعین، ان تمام مسائل سے بحث کرنا علم الاجتماع کا فرض ہے قومون کی ترقی و تنزل کے کیا اسباب ہوتے ہین؟ قومون کے لوازم تمدن مین کس طرح تغیر ہوتا ہے؟ قومون کے اختلاط و امتزاج کے کیا کیا اسباب ہوتے ہین؟ خارجی مؤثرات کتنے ہین ان کی کیا نوعیت ہے؟ قومون پر انکا کیا اثر ہوتا ہے؟ یہ اور اسی قبیل کے دیگر سوالات علم الاجتماع کے حدود مین داخل ہین علم تاریخ اور علم الاجتماع مین فرق یہ ہے کہ علم تاریخ مین واقعات ماضیہ کے جزئیات سے بحث کی جاتی ہے، اور علم الاجتماع مین ان جزئی واقعات سے بحث نہین ہوتی بلکہ وہ ان واقعات پر یکجائی نظر ڈالکر انسانی ہیئت اجتماعی کے تغیرات کے علل و اسباب سے بحث کرتا ہے۔

۳۔ لیکن انسانی ہیئت اجتماعی کے مختلف تغیرات کے علل قریبہ و بعیدہ سے مہذب ممالک مین جن بہترین دماغون نے بحث کی ہے، انھون نے بحث کرنے کے

دو طریقے اختیار کیے ہین۔ اور یہ دونون طریقے وہی ہین، جو عموماً مختلف مصنفین دوسرے علوم مین بھی اختیار کرتے ہین۔ مثلاً علم طب کو لو، علم طب سے بحث کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے، کہ اغذیۂ انسانی اور اغذیہ کے طبعی عمل، اور ہر ہر عضو کے قوانین صحت و قوانین مرض سے قطع نظر کرکے صرف اس بات سے بحث کی جاے، کہ فلان فلان مرض مین کون کونسی دوائین مفید ہین، اور فلان فلان مرض میں کون کون دوائین مضر ہین؟ اس طریقۂ بحث سے صرف دواؤن کی خاصیتون کا علم ہوتا ہے اور کسی مرض کو مان کر صرف اِس مرض کے طرق ازالہ سے بحث کی جاتی ہے، اِس سے بحث نہین ہوتی کہ یہ مرض پیدا کس طرح ہوا؟ اس مرض کے علامات کیا ہیں؟ اسباب کیا ہین؟ پھر خود قوانین صحت و قوانین مرض کیا ہین؟ غذا کا ہر ہر عضو پر کیا اثر ہوتا ہے؟ ان مباحث سے اِس صورت مین بالکل بحث نہین ہوتی۔ بخلاف اِسکے دوسرا طریقۂ بحث جو ہے وہ یہ ہے، کہ دواؤن کا اثر بتانے سے بیشتر اِس بات سے بحث کی جائے کہ اعضائے انسانی کے وظائف عمل کیا کیا ہین؟ ہر ہر عضو کی حالت صحت و حالت مرض کے حدود کیا ہین؟ اعضاے انسانی مین کن کن اسباب سے مرض پیدا ہوتے ہین؟ ان امراض کے علامات کیا ہوتے ہین؟ انسانی غذا کی حقیقت کیا ہے؟ اعضائے انسانی پر غذا کا کیا اثر ہوتا ہے؟ امراض کو ادویہ اور اغذیہ سے کیا تعلق ہے؟ ادویہ کی کیفیت و کمیت سے مرض پر کیا اثر پڑتا ہے؟ غرض یہ اور اسی قبیل کے دیگر مسائل جو انسان کے حالات صحت و مرض کے اسباب کا انکشاف کرین، اِس دوسرے طرز مین اُن سے بحث کی جاتی ہے، اور یہ دوسرا طرز پہلے طرز سے زیادہ عام و شامل اور جامع مانع ہے۔

بعینہ اسیطرح انسانی ہیئت اجتماعیہ سے بھی بحث کرنے کے دو طریقے ہین،
پہلا طریقہ یہ ہے کہ ایک مخصوص ماحول فرض کرکے کسی مخصوص ہیئت اجتماعیہ کے
متعلق یہ سوال کیا جائے کہ ان حالات کے اندر اِس ہیئت اجتماعی پر فلان واقعہ
یا حادثہ کا کیا اثر پڑیگا روس کے موجودہ حالات مین انقلاب روس ملک کے لیئے
مفید ہے یا نہین ؟ ہندوستان کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوے ہوم رول ہندوستان
کے لیے مفید ہوگا یا مضر ؟ چینی قوم کے موجودہ حالات کے لحاظ سے وہان شخصی حکومت
زیادہ بکار آمد ہوگی یا جمہوریت ؟ یہ اور اسی قبیل کے دیگر مسائل جن مین ہیئت اجتماعی
کی ایک خاص حالت فرض کرکے مستقبل کے نتائج یا ان نتائج کی علتین دریافت
کی جائین ان سے بحث کرنا یہ ایک طرز ہے۔

دوسرا طرز یہ ہے کہ بجائے اِسکے کہ پہلے ہیئت اجتماعی کے مخصوص حالات فرض
کرکے یہ بات دریافت کی جائے کہ فلان واقعہ کا قوم پر کیا اثر ہوگا ؟ یا ان حالات کے
اندر فلان فلان واقعہ کی علت کیا ہے ؟ بجائے اِسکے پہلے اِس بات سے بحث
کی جائے کہ ہیئت اجتماعی پر جو مؤثرات اثر کرتے ہین ان کی حقیقت کیا ہے ؟ خود
مخصوص خارجی حالات کس طرح پیدا ہوتے اور قوم پر کس طرح اثر کرتے ہین ؟ اِس
دوسرے طریقہ مین یہ سوال نہین ہوتا کہ فلان فلان حالات مین ہیئت اِجتماعی پر
فلان فلان واقعہ کا کیا اثر پڑے گا بلکہ سوال یہ ہوتا ہے کہ ہیئت اجتماعی کے لیے یہ
مخصوص حالات خود کس طرح پیدا ہوے ؟ مظاہر تمدن اور کیفیات اجتماعی کو کن مختلف
اسباب نے پیدا کیا ہے ؟ پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر انسان کی حیات اجتماعی کی
غرض معین کیا ہے ؟ اور یہ غرض حاصل کس طرح ہوتی ہے ؟ قومون کے قوانین نفسی

کیا کیا ہین جو قومون کے حالات مین تغیر کرتے ہین ؟ علم الاجتماع سے بحث کرنے کا یہ دوسرا طریقہ ہے، جو پہلے طریقہ سے زیادہ عام و شامل اور پہلے طرز سے زیادہ مقبول ہے، اور زمانۂ حال کے جن فلاسفہ نے علم الاجتماع سے بحث کی ہے، اُنھون نے عموماً یہی طرز اختیار کیا ہے، انگلستان مین مسٹر بکل نے سب سے پہلے تمدن انسانی کی تاریخ اِسی طرز پر لکھی، اور لیبان نے بھی اپنی کتاب " انقلاب الامم" مین علم الاجتماع سے اِسی طرز کے مطابق بحث کی ہے۔ غرض علم الاجتماع سے بحث کرنیکے عموماً یہ دو طرز ہین، جو فلاسفہ نے اختیار کیے ہین، لیکن ان مین سے دوسرا طرز زمانۂ حال مین زیادہ مقبول ہے۔

یہانتک سلسلہ بحث مین ہم نے جتنے منازل طے کیے ہین، اُن کو یکجا طور پر ایک مرتبہ پیش نظر کر لو:۔

(۱) انسانی زندگی کی دو قسمین ہین:۔ حیات انفرادی سے متعلق جتنے علوم ہین ان مین سے علم النفس مین اُن مختلف تغیرات اور تغیرات کے علل و اسباب سے بحث ہوتی ہے جو انسان کی ذہنی دنیا مین پیدا ہوتے ہین اور حیات اجتماعی سے متعلق جتنے علوم ہین ان مین سے علم الاجتماع مین اُن مختلف تغیرات اور تغیرات کے علل و اسباب سے بحث ہوتی ہے جو انسان کی ہیئت اجتماعیہ مین مختلف اوقات مین پیدا ہوتے ہین۔

(۲) علم الاجتماع مین جن مسائل سے بحث ہوتی ہے، وہ مختصراً حسب ذیل ہین

انسانی اجتماع پر کون کون خارجی اور اندرونی مؤثرات اثر کرتے ہین؟

انسان کے کیفیات اجتماعی یا بالفاظ دیگر لوازم تمدن کس طرح پیدا ہوتے ہین؟

اُن لوازم تمدن اور مختلف کیفیات اجتماعی کے اندر تغیر و انقلاب کس طرح اور کن اُصول پر ہوتا ہے ؟

غرض وہ تمام امور جن کا تعلق انسان کی اجتماعی زندگی سے ہے ان سے علم الاجتماع مین بحث کی جاتی ہے۔

(۳) لیکن علم الاجتماع سے فلاسفہ نے عموماً دو طرز پر بحث کی ہے، اوّل یہ کہ چند مخصوص خارجی حالات کے اندر مختلف واقعات و حوادث کا جو اثر ہیئت اجتماعی پر ہوتا ہے، اُسکے علل و اسباب دریافت کرنا۔ دوسرے یہ کہ خود ان خارجی حالات و مؤثرات کی حقیقت اور اُن کی پیدائش کے علل و اسباب سے بحث کرنا۔

یہ علم الاجتماع کا ایک ہلکا سا خاکہ ہے، جو صفحات بالا مین بالاجمال درج کیا گیا۔

(۲)

ا۔ صفحات بالا مین علم الاجتماع کا جو ایک ہلکا سا خاکہ کھینچا گیا، اِس سے غالباً علم الاجتماع کی حقیقت تو خوب ذہن نشین ہو گئی، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مختلف فلاسفہ نے علم الاجتماع سے بحث کرنے کے کیا کیا طریقے اختیار کیے ہین۔

لیکن بیانات بالا کے مطالعہ سے غالباً ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوا ہو گا، کہ علم الاجتماع کو انسان کی نفسانی حیات اجتماعی کے ساتھ وہی نسبت ہے، جو انسانکی فزیکل ہسٹری کو انسان کی حیات جسمانی کے ساتھ ہے یعنی گویا علم الاجتماع انسانکی اجتماعی زندگی کی تاریخ کا نام ہے، جس طرح علم جیالوجی (طبقات الارض) مین یہ بحث کی جاتی ہے کہ طبقات ارض نے موجودہ شکل کس طرح حاصل کی ؟ زمین مین کیا کیا تغیرات واقع ہوے ؟ اور اِن

تغیرات کے اسباب کیا ہین ؟ اسیطرح انسان کی فزیکل ہسٹری مین یہ بحث کی جاتی ہے کہ انسان کی پیدائش کس طرح ہوئی ؟ انسان نے موجودہ ترقی کس طرح حاصل کی ؟ مختلف اصناف انسانی کے مابین مابہ الامتیاز کیا کیا چیزین ہین ؟ انسان کے دوران ترقی مین انسان مین کیا کیا تغیرات ہوے ؟ اور ان تغیرات کے اسباب کیا ہین ؟ بعینہ اسیطرح علم الاجتماع مین جو بحث ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہیئت اجتماعی کا وجود کس طرح ہوا ؟ ہیئت اجتماعی نے موجودہ ترقی کس طرح حاصل کی ؟ اور اس دوران مین کیا کیا تغیرات اس مین پیدا ہوے ؟ اور ان تغیرات کے اسباب کیا ہین ؟ غرض جن فلاسفہ نے علم الاجتماع سے ابتک بحث کی ہے، ان کی بحث کا زیادہ حصہ اجتماع انسانی کی تاریخ سے متعلق رہا ہے، اور گویا اس لحاظ سے انسان کی نفسانی حیات اجتماعی کے ساتھ اس علم کو وہی نسبت ہوگی جو فزیکل ہسٹری کو انسان کی حیات مادی کیساتھ یا جیالوجی کو جغرافیۂ زمین کے ساتھ ہے۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس طرح فزیکل ہسٹری سے صرف انسان کے اُن مختلف ادوار مادی کا علم ہوتا ہے، جن کو انسان نے طے کیا ہے، اسیطرح علم الاجتماع سے بھی محض واقعات تاریخی کی حقیقت اور ان کے اسباب کا انکشاف ہوگا اور جس طرح انسان کی حیات انفرادی کے ادوار مادی و ادوار نفسی کی حقیقت کا واقعی انکشاف اسوقت تک نہین ہوسکتا تاوقتیکہ اس کی حیات انفرادی کے تمام عناصر واجزا سے علحدہ علحدہ بحث نہ کیجاے، اسکے خواص جسمانی کی تشریح اسکے حالات صحت و مرض اسکے قوی و اعضا کے وظائف عمل اور انکی تشریح اسکے دماغی قوی کی تفصیل، جذبات، احساسات، تصورات، افکار، عقائد، ارادہ ان تمام مظاہر دماغی کی توضیح و تشریح جذبات کے انحطاط و زوال اور ترکیب و تقسیم کے

قوانین، احساسات کی تحلیل اور تصور واحساس کے باہمی فروق، عقیدہ کی پیدائش اور زوال کے اسباب، تخیل کی وسعت، اور اُسکی پوری توضیح، فکر کرنے کے طریقے، اور صحیح وغلط فکر کی باہمی تمیز، قوت ارادی کے مظاہر، وغیرہ ان تمام مسائل سے جبتک بالتفصیل بحث نہ کی جائے اسوقت تک صرف انسان کی فزیکل ہسٹری جان لینے سے حیات انفرادی کے تمام شعبون کی تشریح نہین ہوسکتی۔یہی وجہ ہے کہ انسان کی حیات انفرادی سے جن علوم مین بحث ہوتی ہے، ان مین اعلی درجہ علم تشریح اور علم النفس کا ہے، علم تشریح مین اعصاب جسمانی اور قوی واعضاء کے وظائف اعمال سے بحث ہوتی ہے، اور علم النفس مین جذبات وکیفیات نفسیہ اور انسان کے مظاہر دماغی سے۔

پس اسیطرح انسان کی حیات اجتماعی سے جب بحث کرنا ہو تو کوئی علم ایسا ہونا چاہیے جو علم النفس کی طرح مظاہر اجتماعی کی حقیقت کی تشریح کرتا ہو، اور جسمین یہ بتایا جاسے کہ نفس اجتماعی کی حقیقت اور اسکے ممیزات کیا کیا ہین، جماعت کے جذبات کی پیدائش کس طرح ہوتی ہے، جماعت مین کن کن جذبات کا ظہور ہوتا ہے، جماعت کے فکر کرنے کا کیا طرز ہے، جماعت کو آمادۂ عمل کرنے کے لیے کون سے ذرائع اختیار کیے جاتے ہین، جماعت کے کتنے اقسام ہین، اور ان اقسام کے باہمی ممیزات کیا کیا ہین، جبتک ان مسائل سے بحث نہ کی جائے اسوقت تک گو علم الاجتماع سے اجتماعی زندگی کے انحطاط وزوال اور انکے اسباب کی وضاحت تو ہوجائے گی، لیکن انسانی ہیئت اجتماعی کی حقیقت پر روشنی نہ پڑے گی۔

علاوہ برین اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ ہیئت اجتماعی کے تغیرات جن اسباب کے

معلول ہوتے ہین ان کی تحدید دو قسمون مین کی گئی ہے، مہیجات بیرونی، اور مؤثرات اندرونی،
نیز یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ ان دو قسم کے موثرات مین باہم عمل اور ردعمل کا فعل جاری
رہتا ہے۔ اور اس باہمی تاثر و تفاعل کے اثرات سے کیفیات اجتماعی اور مظاہر تمدن کی
پیدائش ہوتی ہے، نیز یہ کہ ان اندرونی مؤثرات کے اندر جو مؤثر شامل ہین، اِن کا
زیادہ حصہ جماعت کی خود اندرونی ترکیب سے تشکیل پاتا ہے، لیکن جماعت کی یہی
اندرونی ترکیب نام ہے نفس اجتماعی کے مظاہر کے مجموعہ کا، جماعت کے جذبات، اسکے
تصورات، اسکے اوہام، اسکے عقائد، ان ہی سب چیزون کی ایک خاص ترکیب سے
ہیئت اجتماعی کا جو ہیولیٰ تیار ہوتا ہے، اسی کو نفس اجتماعی کہتے ہین، اور اس نفس اجتماعی
کے مظاہر سے جس علم مین بحث ہوتی ہے اسکو علم نفسیات اجتماع کہتے ہین۔ پس جبتک
جماعت کی اندرونی ترکیب اور نفس اجتماعی کے مظاہر کی حقیقت کی تشریح نہ کیجائے اُس وقت تک
جماعت کے ان اندرونی مؤثرات کی حقیقت واضح نہوگی، جو اجتماعی تغیرات کی
پیدائش مین خاص مداخلت رکھتے ہین۔ اِس لیے علم الاجتماع کے مباحث کا ایک ضروری
پہلو یہ بھی ہے، کہ اجتماع انسانی کی حقیقت سے بحث کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ
محض افراد منتشر کا حالت اجتماع مین آجانا کن جدید نفسانی حالات کی پیدائش
کا باعث ہوتا ہے، اور یہ پہلو علم الاجتماع کے لیے اتنا ضروری ہے، کہ بلا اسکے علم الاجتماع
کی تکمیل کسی طرح نہین ہوسکتی۔

پس حاصل یہ کہ فلاسفہ نے علم الاجتماع سے بحث کرنے کے جو طریقے اختیار کیے ہین
انکا تعلق زیادہ تر اجتماع انسانی کی تاریخ سے ہے، اور اسکو فلسفۂ تاریخ کہنا زیادہ
موزون ہوگا، لیکن اِس سلسلہ مین کبھی اِس بات سے بحث نہین کی گئی کہ خود انسانی اجتماع

کی حقیقت کیا ہے اور نفس اجتماعی کے مظاہر کیا کیا ہین؟

۲ - یہی نقطۂ بحث ہے جسکو سب سے پہلے مہذب ممالک مین لیبان نے دریافت کیا
لیبان نے پہلے مدتون مختلف ممالک مین سیاحت کی، مختلف قومون کے عادات، اطوار
خو بو، اور اُن کے آئین قومی دریافت کیے، اور ایک مدت تک مختلف قومون اور
مختلف جماعتون مین رہ کر اُس نے جماعتون کے طریق کار اور حیات اجتماعی کے ایک ایک
شعبہ سے واقفیت حاصل کی، اور اُسکے بعد علم نفسیات اجتماع کو مدون کیا۔

علم نفسیات جماعت کو لیبان نے جس طرز پر مرتب کیا ہے اس مین لیبان کو
دیگر علماء سے چند باتون مین خاص امتیاز حاصل ہے، اور چونکہ لیبان کے علاوہ کسی
مصنف کی کوئی دوسری کتاب ایسی موجود نہین ہے جس مین مستقل طور پر صرف
نفسیات جماعت سے بحث ہو، اسلیے ہم لیبان کے خصوصیات کو اسی کے اوراق سے لیکر
ذیل مین بیان کرتے ہین۔

(۱) لیبان کی سب سے بڑی خصوصیت جس مین تمام علماء پر اس کو فوقیت
حاصل ہے یہ ہے کہ علم الاجتماع کے اس پہلو پر مہذب ممالک مین سب سے پہلے
اُسی نے قلم اٹھایا - گو، امریکہ اور انگلستان کے بعض علماء نے بھی اِس پہلو پر
نظر ڈالی ہے لیکن اِس پہلو کو اُنھون نے کوئی خاص اہمیت نہین دی ہے، بلکہ
عام علم النفس کے ضمن مین جا بجا علم الاجتماع کے اِس پہلو پر بھی نظر ڈال گئے
ہین - نفسیات جماعت پر مستقل طور پر نظر ڈالنا اور اصول و فروع کو ترتیب
دینا اور بات ہے، اور کسی خاص بحث کے ضمن مین اِس پہلو پر بھی بحث
کرنا اور بات ہے -

خود لیبان کو علماء سے یہ شکایت ہے، کہ انھون نے علم الاجتماع کے اِس پہلو کے جانب کیون خاص توجہ نہین کی، چنانچہ ایک مقام پر کہتا ہے: —

"جماعتون کا بیان بڑھتے بڑھتے طویل ہوگیا، حالانکہ ہمین اس کی بابت بہت تھوڑا علم ہے، بات یہ ہے کہ جن لوگون نے علم النفس کی جانب توجہ کی ہے وہ جماعتوں سے کنارہ کش رہے، اور اسی لیے ہمیشہ ان کے حالات سے ناواقف رہے"

پھر دوسری جگہہ کہتا ہے۔ —

"جماعت کے نفسانی حالات کے متعلق ہماری بحث بہت مختصر اور بطور سابقہ تصانیف کے خلاصہ کے ہوگی، اور ناظرین ان ہی مسائل سے واقف ہوسکین گے جو اس فن کے ابتدائی مسائل ہین، کیونکہ میری حالت تو یہ ہے کہ مین نے ایک ایسی زمین پر قدم رکھا ہے جو ایک مدت سے بنجر چھوڑ دی گئی تھی، اس لیے مین تو تمام فروع واصول کا استقصا نہین کرسکتا البتہ دوسرے لوگون کو چاہیے کہ ان مسائل مین خوب غور وخوض کرکے اصول وفروع کو ترتیب دین"

لیبان کو علمائے علم النفس سے یہ خاص شکایت ہے جسکا اظہار اسنے اپنی کتابون مین متعدد مقامات پر کیا ہے، حالانکہ لیبان کہتا ہے کہ اس علم کے فوائد بیشمار ہین اِس علم کے جن فوائد کو لیبان نے گنوایا ہے وہ حسب ذیل ہین: —

(۱) اس علم کا سب سے ادنیٰ فائدہ تو یہ ہے، کہ علم تئے بہ از جہل شے۔
لیبان کہتا ہے :۔

"جماعت کے نفسانی حالات کا معلوم کرنا بیحد ضروری ہے، خواہ ہم اس کا
علمی حصہ حاصل کریں یا صرف واقعات کی حقیقت دریافت کرلیں بہرحال
جس طرح علم زراعت کی واقفیت کسیقدر فائدہ مند ہوتی ہے، اسیطرح انسان
سے جو افعال صادر ہوتے ہیں اسکے اسباب کا دریافت کرنا بھی فائدہ سے خالی ہیں"

یہ ایک عام فائدہ ہے لیکن اس علم کا دوسرا بڑا فائدہ جو ہے وہ یہ ہے کہ :۔
(۲) بہت سے واقعات تاریخی ایسے ہین، جن کے علل و اسباب کا اس وقت تک پتہ نہین چلتا، تاوقتیکہ جماعتون کے نفسانی حالات سے واقفیت نہ پیدا کی جائے۔ علم نفسیات جماعت کا یہ فائدہ مبنی ہے اُسی اُصول پر جسکو ہم ایک ہی آدھ صفحہ اُدھر لکھ آئے ہین، اور وہ یہ ہے کہ ہیئت اجتماعی کے تغیرات مین جن اسباب و مؤثرات کو دخل ہوتا ہے، ان مین سب سے زیادہ اہمیت اندرونی مؤثرات یعنی ہیئت اجتماعی کی اندرونی ترکیب کو حاصل ہوتی ہے، اور یہ اندرونی ترکیب عبارت ہے جماعت کے خیالات، جذبات، وافکار، وغیرہ سے جو نفس اجتماعی کے مظاہر ہین پس جب کسی ہیئت اجتماعی کے تغیرات کے اسباب دریافت کرنا ہون تو پہلے خود اس ہیئت اجتماعی کی اندرونی ترکیب اور اسکے نفسانی حالات کی جستجو کرنا چاہیئے کہ بغیر ان نفسانی حالات کا علم حاصل کیے ہوے اس ہیئت اجتماعی کے تغیرات کے اسباب سے واقفیت نہین ہوسکتی۔
موسیو لیبان نے علم نفسیات اجتماع کے اس خاص فائدہ کو اپنی کتاب مین بہت اہمیت دی ہے چنانچہ ایک مقام پر لکھتا ہے :۔

"اس علم سے ایسے بیشمار اخلاقی اور اجتماعی واقعات کی توضیح ہو جاتی ہے، جن کی حقیقت سے واقف ہونے کا کوئی اور ذریعہ نہیں"

ان دو فوائد کے علاوہ اس علم کا تیسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ

(۳) مختلف جماعتون کی قیادت' بلا اس کے کہ جماعت کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کی جائے ناممکن ہے، اس لیے خاصکر ان لوگون کو اس علم کی جانب زیادہ توجہ کرنا چاہیے جن کے ہاتھون مین مختلف قومون کی زمام سیاست ہوتی ہے اور جن کا ایک اشارہ قومون کے حالات مین عظیم الشان تغیر پیدا کر دیتا ہے۔

لیبان کہتا ہے :۔

"جماعتوں کے نفسانی حالات سے واقف ہونا اِس زمانہ میں اِس قدر ضروری ہو گیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا سیاست دان اِس جانب خاص توجہ کرتا ہے نہ اِس لیے کہ اس ذریعہ سے وہ جماعت پر اپنی حکومت اور سیادت قائم کرے، کیونکہ یہ بہت مشکل ہے، بلکہ اس لیے کہ اِس ذریعہ سے وہ جماعت کے زور کو گھٹا سکے"

اور یہی سبب ہے کہ لیبان دوسرے موقع پر کہتا ہے :۔

"حالانکہ وہ لوگ جنھوں نے دنیا پر حکومت کی ہے، اور جن کے ہاتھوں میں اقوام و ممالک کی عناں حکومت رہی ہے، بانیاں مذاہب سے لیکر بانیان حکومت تک اور پیغمبران مذاہب سے لیکر سیاست داں مدبرین تک حتی کہ وہ لوگ بھی جو چھوٹے چھوٹے قبائل کے سردار رہے ہین، یہ سب ہمیشہ علم النفس کے ماہر ہوئے ہیں"

لیبان کہتا ہے کہ جماعت کی قیادت وہ شخص نہین کر سکتا جو جماعت کے نفسانی حالات سے واقف نہو، جسکو یہ نہ معلوم ہو کہ جماعت کو کس طرح اثر پذیر کرنا چاہیے خطیبانہ انداز کا جماعت پر کتنا اثر پڑتا ہے غیر معقول دلائل سے جماعت کس طرح اثر پذیر ہوتی ہے، بعض خاص الفاظ اور جملے کسی جماعت مین کس بنا پر مقبول ہوتے ہین، اور بعض خاص الفاظ اور جملون کو بسا اوقات جماعت کیون ناپسند کرتی ہے۔ جس شخص کو ان تمام امور کا علم نہ ہو وہ ہرگز قیادت کی صلاحیت نہین رکھتا۔ اس لیے جب کسی قوم کی عنان سیاست اپنے ہاتھ مین لینا ہو تو سب سے پہلے جماعت کے ان نفسانی حالات کا علم حاصل کرنا چاہیے۔

غرض یہ اس علم کے چند مختصر سے فوائد ہین جن کو لیبان نے جابجا اپنی کتابون مین ذکر کیا ہے اور اس بات پر حیرت کی ہے، کہ با وجود ان فوائد کے علماء علم النفس اس فن سے کیون اسقدر بیگانہ نظر آتے ہین۔

(۲) دوسری بڑی خصوصیت لیبان کی یہ ہے کہ جن لوگون نے علم الاجتماع سے بحث کی ہے، انھون نے ان مؤثرات مین جو ہیئت اجتماعی پر اثر کرتے ہین قومون کے نظام اخلاق اور مذہب کے اثر کو بہت کم اہمیت دی ہے، بلکہ اکثرون نے تو سوسائٹی کے مؤثرات مین نظام اخلاق اور مذہب کو شمار ہی نہین کیا ہے، لیکن بخلاف اسکے لیبان، نے نظام اخلاق اور مذہب کے اثر کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، بلکہ قومون کے مزاج عقلی کی تکوین کا بھی مدار اسنے اپنی دوسری کتاب "انقلاب الامم" مین اسی نظام اخلاق ہی پر رکھا ہے اور اپنی دوسری کتاب "روح الاجتماع" (جس کا ترجمہ آیندہ صفحات مین ناظرین کے پیش نظر ہے) اسکی ایک خاص فصل مین مذہب کے اثر سے اُسنے بحث کی ہے۔

نظام اخلاق کے اثر سے علماء علم الاجتماع نے جو غفلت برتی ہے، اسکے بابت لیبان اپنی دوسری کتاب "انقلاب الامم" مین ایک موقع پر لکھتا ہے۔

"جن ماہرین علم النفس نے نفسیات اجتماع سے بحث کی ہے، ان کے ضعف نتائج کا اثر اسی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مباحث کو صرف عقلی مسائل پر محدود کر لیا ہے، اور قومون کے نظام اخلاق سے بالکل بحث نہیں کی ہے، میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں جسے نظام اخلاق کی اہمیت سے بحث کی ہو، بجز موسیو دیلطان اور ایم ریبو کے کہ ان دونون نے اس جانب تھوڑی سی توجہ کی ہے"

عموماً فلاسفہ نے سوسائٹی کے مؤثرات مین اُن چیزون کو داخل کیا ہے، جو مادی حیثیت سے جماعت پر اثر کرتی ہین۔ مُلک کی آب و ہوا، ماحول، اور اسی قسم کے دیگر مؤثرات کو ان کے نزدیک زیادہ اہمیت حاصل ہے، اور وہ واقعات کی توجیہ جو کرتے ہین تو محض مادیین کے اصول پر، حالانکہ لیبان کہتا ہے، کہ ان ظاہری اسباب کے پیچھے اس قدر کثرت سے چھپے ہوے مؤثرات ہوتے ہین، جن تک عقل انسانی کی رسائی ہی نہین ہو سکتی۔

چنانچہ لیبان روح الاجتماع مین ایک مقام پر لکھتا ہے:۔

"زمانۂ حال کے بعض مؤرخین خصوصاً موسیو ٹائن انقلاب فرانس کے بعض واقعات کی توجیہ کرنے مین جو ناکامیاب رہے، اس کا باعث بجز اس کے کچھ نہین معلوم ہوتا کہ موسیو ٹائن نے جماعت کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہین کی

بلکہ ان مشکل مباحث مین بھی اس نے مادیین کا وہی طرز اختیار کیا
جو عموماً واقعات کی توجیہ کرتے وقت وہ اختیار کرتے ہین، مادیین
اخلاقی قوتون سے بہت کم بحث کرتے ہین، حالانکہ ان ہی قوتون کی
بنیاد پر تاریخ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے،،

پھر اس کے بعد ایک خاص فصل مین لیبان نے دعوی کیا ہے، کہ جماعت کے اعمال وافعال پر مذہب کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، جس سے انکار کرنا واقعہ سے انکار کرنا ہے۔ اس فصل کے آخر مین لیبان ایک مقام پر لکھتا ہے :۔

"پس مذہب کو جماعت کے مشاعر واحساسات اور اعمال وافعال پر
جو تسلط اور غلبہ حاصل ہے، اسکی بنا پر میرا یہ خیال ہے کہ کوئی شخص
اہم تاریخی واقعات کی حقیقت کو اسوقت تک تمام وکمال نہین سمجھ سکتا
تاوقتیکہ وہ ان دینی معتقدات سے واقفیت نہ پیدا کرلے، جو ان واقعات
کی آڑ مین جماعت کی قیادت کرتے ہیں۔ پھر بعض تاریخی واقعات تو
ایسے گذرے ہین جن کی توجیہ جماعت کے اعتقادی پہلو کے علاوہ
کسی اور پہلو سے ہو ہی نہین سکتی، یہی وجہ ہے کہ موسیو ٹائن نے
جو ایک زبردست فلسفی مؤرخ گذرا ہے، گو واقعۂ انقلاب فرانس کی
تاریخ لکھتے ہوئے اس واقعہ کے تمام جزئیات پر غائرانہ اور محققانہ
نظر ڈالی ہے لیکن چونکہ اس نے جماعتون کی اس نفسانی حقیقت کو
کہ جماعتین ہمیشہ مذہبی جذبہ کی محکوم ہوتی ہین نظر انداز کردیا ،
اسلیے بعض واقعات کے اسباب وعلل دریافت کرنے میں وہ ناکام رہا"

حاصل یہ ہے کہ لیبان کے نزدیک جماعتون اور قومون کے تغیرات جن نفسانی مؤثرات کے معلول ہوتے ہین، ان مین قومون کے مذہب اور ان کے نظام اخلاق کے اثر کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور اس اہمیت کو یا تو بعض فلاسفہ اور مؤرخین نے بالکل نظرانداز کر دیا ہے، اور یا اگر اس کے جانب کسی نے توجہ بھی کی ہے، تو محض سطحی توجہ کی ہے لیبان زمانۂ حال مین پہلا فلسفی ہے جس نے ان نفسانی موثرات سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ اپنی کتابون مین بحث کی۔

(۳) تیسری بڑی خصوصیت لیبان کی یہ ہے، کہ اول تو لیبان کے پہلے کسی مصنف نے نفسیات جماعت کے موضوع پر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین مستقلاً قلم اٹھایا ہی نہین، اور اگر قلم اُٹھایا بھی ہے، تو محض اس پہلو پر اُٹھایا ہے، کہ جماعت سے مجرمانہ افعال کا صدور کیون ہوتا ہے، یعنی یہ کہ جن جرائم کے ارتکاب سے انسان انفرادی حالت مین ہچکچاتا ہے، ان افعال کے ارتکاب پر اجتماعی حالت مین اُسکو کیونکر جرأت ہوتی ہے، اور پھر اس موضوع پر بھی جن لوگون نے کچھ لکھا ہے وہ ججون کی ایک جماعت ہے، جنھون نے عدالتون کی کرسیون پر بیٹھ کر صدہا مقدمات اس قسم کے فیصل کیے ہین، اور اپنے اسی تجربہ کی بنا پر انھون نے اعداد وشمار سے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ جماعت صرف مجرمانہ افعال کا ارتکاب کر سکتی ہے۔

لیبان اسکے متعلق روح الاجتماع مین ایک مقام پر لکھتا ہے:۔

"البتہ تھوڑے دنون سے انکو کچھ اس جانب توجہ ہوئی ہے، مگر اب بھی انکی نگاہ جس حیثیت سے جماعتون پر پڑتی ہے، وہ یہ ہے کہ جماعتین بارہا افعال اور جرائم کا ارتکاب کرتی ہین۔ بلاشبہہ یہ صحیح ہے، کہ دُنیا مین

جرائم بیتیہ جماعتیں بھی پائی جاتی ہین، لیکن ان کے ساتھ دیا ہین
نیک چلن اور بہادر جماعتین بھی ہین، پس جماعتون کو صرف انکا جرائم
کی نگاہ سے دیکھنے کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم کسی شے پر صرف ایک حیثیت سے
نظر ڈالیں، لیکن یہ ظاہر ہے، کہ جس طرح کسی شخص کے صرف ظاہری
عیوب دیکھ لینے سے اسکے پورے اوصاف اور پورے حالات کا علم نہیں
ہوسکتا اسیطرح صرف اس بات کی واقفیت سے کہ جماعت کبھی انکا جرائم
کرتی ہے جماعت کے پورے حالات کا علم نہیں ہوسکتا۔"

پھر دوسری جگہ لیبان کہتا ہے۔

"جن علماء نے اس علم کی جانب توجہ کی ہے اُن کے مباحث
زیادہ تر جماعت کی مجرمانہ حیثیت سے متعلق ہیں، لیکن میں نے اس
موضوع پر صرف ایک فصل مین بحث کی ہے، اور وہ بھی مختصر ہے
اس لیے مین مناسب سمجھتا ہوں کہ ناظرین کو ایم تارڈ اور موسیو سیگل
کے اُس رسالہ کی جانب توجہ دلاؤن جسکا نام "جماعات جارمہ" ہے
اور خصوصیت سے اس لیے زیادہ ان کتابون کی جانب توجہ
دلانے کی ضرورت ہے، کہ مین نے جماعت کے قوائے عقلی کے متعلق
جو خیالات ظاہر کیے ہین وہ ان دونون مصنفون کے خیالات
کے برعکس ہین"

پھر اسکے بعد لیبان نے جہان پر جماعت کے اخلاق سے بحث کی ہے، وہاں
صرف یہ بتایا ہے، کہ جماعت سے بسا اوقات محاسن اخلاق کا ظہور اور نیک افعال کا

صـہ ور بھی ہوتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ اس نے ان لوگون کی غلطی کا سبب بھی بتا دیا ہے، جو جماعت پر صرف اس کی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہین،

چنانچہ لیبان کہتا ہے:۔

"بعض ماہرین نفسیات نے جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہین، مطلقاً یہ حکم جو لگا دیا ہے، کہ جماعت کے اخلاق ہمیشہ انحطاط پذیر ہوتے ہین، اسکا باعث صرف یہ ہے کہ انھون نے جماعت کے اخلاق پر یکرخی نظر ڈالی ہے، یعنی انھون نے صرف یہ دیکھ لیا کہ وہ شر و فساد کے جانب زیادہ مائل ہوتی ہے، اس بنا پر انھون نے کہدیا کہ جماعت ہمیشہ بداخلاق ہوتی ہے۔"

پھر اسکے بعد جماعت کے اخلاق کی بابت لیبان یہ دعویٰ کرتا ہے، کہ:۔

"تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے، کہ افراد نے نہین بلکہ جماعتہا ہی نے نزاہت علم و عمل، اور عظائم اعمال کی مسلم الثبوت مثالیں پیش کی ہین۔"

یہ تو لیبان کا عام دعویٰ ہے کہ جماعت کے اخلاق بسا اوقات پاکیزہ بھی ہوتے ہین، لیکن جب خاص فصل مین اسنے جماعت کی مجرمانہ حیثیت سے بحث کی ہے، اور جرائم پیشہ جماعتون کی سائیکالوجی لکھی ہے، وہان دیگر مصنفین کے خلاف اس نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا ہے، کہ جماعت سے درحقیقت کبھی مجرمانہ افعال کا صدور نہین ہوتا، یون قانون کی نظر مین خواہ ان کے افعال جرم کی حد کے اندر آجاتے ہون، لیکن فلسفیانہ نقطہ نظر سے انکے افعال پر جرم کا اطلاق کرنا صحیح نہین ہے۔ لیبان کہتا ہے:۔

"یہ صحیح ہے، کہ جماعت کے بعض افعال بعض اوقات جرم کی حد
کے اندر آجاتے ہین، لیکن یہ جرائم اسیطرح کے ہوتے ہین جس طرح ایک
درندہ جانور جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، اور باوجود اسکے درندہ کو کوئی
مجرم نہین کہتا، بات یہ ہے کہ جماعت سے جو جرائم سرزد ہوتے ہین
وہ کسی ہیجِ شدید کی بدولت اِس سے وقوع میں آتے ہین - اور اس
ہیجِ شدید سے متاثر ہو کر جو افراد ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہین،
وہ یہ نہین سمجھتے، کہ وہ جرائم کا ارتکاب کر رہے ہین، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں
کہ وہ ایک واجب یا فرض ادا کر رہے ہین، اور ظاہر ہے کہ یہ شان
مجرمون کی نہین ہوتی"

غرض لیبان نے اس کتاب مین درجہ بدرجہ ثابت کر دیا ہے، کہ اصل مین جماعت
کی جانب مجرمانہ افعال کا انتساب کرنا ہی غلط ہے، اور خاصکر جن لوگون نے جماعت
پر محض مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالی ہے، ان کی غلطی نہ صرف اتنی ہے، کہ انھون نے
جماعت کی جانب مجرمانہ افعال کا انتساب کیا، بلکہ انھون نے اِس مسئلہ پہ یکرخی نظر
ڈالی ہے - یہ لیبان کی خاص تحقیق ہے، جس مین وہ دیگر علمائے یورپ کے مقابل
مین منفرد ہے -

لیبان کے یہ چند خصوصیات ہین جن مین وہ تمام متقدمین اور متأخرین علمائے
علم النفس پر خاص فوقیت رکھتا ہے، اور جن کو اُسنے اپنی کتابون مین جابجا خود ذکر
کیا ہے - اِن خصوصیات کا لحاظ کرتے ہوئے غالبًا لیبان کا یہ دعوی، کہ نفسیات اجتماع پر
مستقل حیثیت سے اِس کے پہلے کسی نے قلم نہین اٹھایا، کچھ بیجا نہین ہے، پھر لیبان کے

نظریات اپنی جگہ پرخواہ کتنے ہی مکمل ہون۔لیکن اسکی تصنیفات اس قدر جا وبجا تکرار اورحشو وزوائد سے مملو ہین، کہ بعض جگہ تکرار کی بدولت مطالعہ کرنے والے کی طبعیت مین انتشار پیدا ہوجاتا ہے، مگر اس سقم کے ساتھ یہ بھی پیش نظر کرلو، کہ لیبان ہی پہلا شخص ہے، جس نے اس موضوع پر سب سے پہلے مستقل حیثیت سے قلم اُٹھایا ہے اور اس کے پیشتر جن لوگون نے اس موضوع پر بحث بھی کی توانکے نتائج اور بحث اس قدر ناقص اور خلاف واقعہ تھے، کہ اس موضوع پر لکھتے وقت لیبان کو ان نتائج سے قطع نظر کرکے علم کے مبادی اور مسائل کو نئے سرے سے خود ترتیب دینا پڑا، اور ہر مسئلہ کے اصول وفروع خود لیبان ہی نے ترتیب دیے۔پس ان تمام امور کا لحاظ کرنے کے بعد لیبان کی تصنیفات کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، اور علمائے یورپ مین لیبان ایک خاص امتیاز کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

(۳)

لیکن اس سلسلہ مین اگر ہم علمائے یورپ سے قطع نظر کرکے اسلامی لٹریچر اور علمائے اسلام کی تصنیفات پر بھی ایک نظر ڈالکر یہ دیکھین کہ آیا اسلامی لٹریچر مین بھی علم نفسیات جماعت کے متعلق کچھ مواد مل سکتا ہے یا نہین تو یہ بہت زیادہ دلچسپ بات ہوگی صفحات بالا مین یہ خوب اچھی طرح ثابت ہوگیا ہے، کہ "علم الاجتماع" سے جس ترتیب اور جس طرز سے لیبان نے بحث کی ہے، اس حیثیت اور اُس طرز سے لیبان کے پہلے کسی مصنف نے اس علم پر نظر نہین ڈالی، اس لیے اب اس بحث مین ہمارے لیے نہایت آسانی ہوگئی ہے، اب ہم لیبان ہی کے نظریات کو لیکر اسلامی لٹریچر مین ان نظریات کو تلاش کرتے ہین۔

لیبان نے اپنی کتاب کو تین ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب مین اس نے جماعت کے اوصاف عومی سے بحث کی ہے، اور اس باب کو تین فصلون مین پھیلایا ہے پہلی فصل مین جماعت کے ممیزات عمومی سے بحث ہے، دوسری فصل مین جماعت کے جذبات سے تیسری فصل مین جماعت کے قواے عقلی سے، اور چوتھی فصل مین مذہب سے۔ لیبان کا طرز استدلال اپنے نظریات مین یہ ہے، کہ چونکہ اجتماع انسانی انسان کے عہد طفولیت کا ورثہ اور اُسکی ابتدائی تاریخ کی یادگار ہے، اس لیے جو اوصافِ جذبی وعقلی انسان کے عہد طفولیت مین افراد مین پائے جاتے ہین، ان ہی کا ظہور انسان کی حالت اجتماعی مین بھی ہوتا ہے، اور چونکہ جماعت کیفیت نیم شعوری کا مکمل مظہر ہوتی ہے، اس لیے حالت اجتماع مین آکر افراد کی عقلی خصوصیتین ماند پڑجاتی ہین، اور حالت اجتماع مین ارسطو کے بھی ہوش وحواس گم ہوجاتے ہین، اور عام افراد کی طرح بہکی بہکی باتین کرنے لگتا ہے۔ اثر پذیری ضعف عقلی، تلون مزاجی، مبالغہ پسندی، اور غیظ وغضب یہ تمام اوصاف جو ناقص العقل افراد کی خصوصیتین ہین حالت اجتماع مین آکر یہی سب اوصاف تمام افراد مین پیدا ہو جاتے ہین، اور چونکہ جماعت مین آکر افراد کی عقل کند ہوجاتی ہے، اس لیے جماعت مین استدلال کرنے کی بھی صلاحیت نہین رہتی، البتہ قوت تخیل ترقی کرجاتی ہے، اور قواے عقلی بے حس وحرکت ہوجاتے ہین۔

پس اس صورت مین جو شخص جماعت کو اثر پذیر کرنا چاہتا ہے، اُسکو چاہیے، کہ جماعت کو اثر پذیر کرنے کے لیے حسب ذیل وسائل اختیار کرے۔

(۱) استدلال سے گریز،

(۲) تمثیل بیانی، یعنی کسی واقعہ کو تشبیہات اور استعارات کی صورت مین بیان کرنا

(۳) بعض خاص الفاظ، جو جماعت کے نزدیک پسندیدہ ہین، اُن کو زیادہ استعمال کرنا، اور جو الفاظ اور جملے جماعت ناپسند کرتی ہے، ان کے استعمال سے حتی الامکان احتراز کرنا۔

(۴) جماعت کو آمادۂ عمل اور اثر پذیر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے، کہ اِسکے مذہبی عقائد یا موروثی خیالات سے زیادہ استدلال کیا جائے۔

(۵) مدعیانہ اور تحکمانہ طرز خطابت۔

(۶) الفاظ اور معانی کی تکرار۔

یہ وسائل ہین جن سے جماعت اثر پذیر ہوتی ہے، اور جن سے عموماً خطباء اور قائدین جماعت کام لیتے ہین۔ یہ دو ابواب کا خلاصہ ہے، اِسکے بعد تیسرے باب مین جماعت کے اقسام سے بحث کی ہے، اور اسمین زیادہ تر نظریات سابقہ کو جماعت کے اقسام پر منطبق کیا ہے۔ یہ لیبان کے طرز بیان کا ایک تقریبی خلاصہ ہے۔

پس لیبان کے نظریات پر اگر ایک غائر نظر ڈالی جائے، تو بہت آسانی سے یہ پتہ چل جاتا ہے، کہ لیبان جس علم کو علم نفسیات جماعت کہ رہا ہے اور جو نظریات علم نفسیات جماعت کے اسنے ترتیب دیے ہین، اِن مین کا اکثر حصہ علم خطابت کے متعلق ہے، خطیب کو کن الفاظ اور جملون کا استعمال کرنا چاہیے؟ خطیب کو استدلال کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ جماعت کو اثر پذیر کرنے کے کیا طریقے ہین؟ تحکمانہ طرز ادا اور تکرار کا جماعت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ استعارات اور تشبیہات جماعت کو کس طرح اثر پذیر کرتے ہین؟ یہ اور اسی قسم کے دیگر سوالات کا تعلق علم خطابت سے ہے۔

لیکن فرق یہ ہے کہ علم خطابت مین ان مسائل سے جو بحث ہوتی ہے تو اس لیے
کہ علم خطابت کا موضوع ہی یہ ہے کہ الفاظ اور جملون سے جماعت کس طرح اثر پذیر ہوتی
ہے، تو گویا علم خطابت مین اِن مسائل سے اصلاً و بالذات بحث ہوتی ہے، اور علم نفسیات
جماعت مین ہیئت اجتماعی کے عام مؤثرات کے ضمن مین اِن خطابی مسائل سے بھی
بحث ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ لیبان نے گو اپنی کتاب مین علم الخطابۃ کے بعض
مسائل سے بحث تو کی ہے، لیکن علم خطابت کے مسائل کا استقصا نہین کیا ہے،

غرض لیبان کے نفسیات جماعت مین جن ابواب کو زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ دو ہین۔

(۱) جماعت کے جذبات وقوائے عقلی کی تشریح۔

(۲) معتقدات جماعت کے مؤثرات۔ اِسی ضمن مین اسنے بعض ان مسائل سے بھی بحث
کی ہے، جن سے علم خطابت مین بھی بحث ہوتی ہے

اِن نظریات مین جتنا حصہ ایسا ہے، جو علم خطابت سے تعلق رکھتا ہے، اِس کا
غالب حصہ اِسلامی لٹریچر مین شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے۔ ابن سینا نے شفا مین اور
علمائے ادب اور دیگر منطقیین نے خطابت پر مستقل طور پر لکھا ہے، لیکن جیسا کہ ہم نے
اوپر بیان کیا کہ لیبان کی غرض ان مسائل کے بیان کرنے سے علم الخطابت پر کچھ
لکھنا نہ تھا، بلکہ لیبان کے مباحث مین نفس اجتماعی کے مظاہر عقلی و فکری وغیرہ
سے بحث کرنا زیادہ تر ملحوظ ہے، اِس لیے علم خطابت کی کتابون مین یہ مسائل اگر
شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہین تو اِس سے علم نفسیات اجتماع مین کوئی مزید اضافہ
نہین ہوتا، اور اِس لیے ہمارے نزدیک علم خطابت سے مسائل سے لیبان کے
نظریات کو تطبیق دینا، یا لیبان کے نظریات کی تائید مین علم خطابت کی کتابون سے

شواہد پیش کرنا، بالکل بیفائدہ ہے۔

البتہ یہ ضرور ہے، کہ ابن سینا نے شفا، مین خطابت پر جو کچھ تحریر کیا ہے، اس سے تبعًا و ضمنًا ہم علم نفسیات اجتماع کے بعض مسائل کا کچھ یون ہی سا استنباط کرسکتے ہین۔ ابن سینا نے شفا، مین نہایت تفصیل سے اِس امر پر بحث کی ہے، کہ خطبہ دیتے وقت خطیب کو کون سے الفاظ اور کس قسم کے جملون کا استعمال کرنا چاہیئے" قیاسات خطابی اور قیاسات جدلی مین کیا فرق ہے، خطیب استدلال جو پیش کرتا ہے، اس کی کیا نوعیت ہوتی ہے؟ تمثیل اور استقرا، ان دونون مین سے جماعت پر کس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، تشبیہات و استعارات سے مجمع کس طرح اثر پذیر ہوتا ہے، مدح و ذم یا رغبت و نفرت کے جذبات پیدا کرنا ہون تو اسکے لئے خطیب کیا کیا تدابیر اختیار کرسکتا ہے، غرض وہ تمام مسائل جن کا تعلق علم خطابت سے ہے، نہایت بسط کے ساتھ ابن سینا نے ان سے بحث کی ہے اور یہ مسائل گو مستقلاً علم نفسیات جماعت کے مسائل تو نہین، لیکن ان مسائل سے نفسیات جماعت کے اصول و فروع کی ترتیب و تدوین مین ایک گونہ آسانی ہوسکتی ہے۔

لیکن اِن مسائل کے علاوہ یہان کے اور نظریات جو ہین، مثلاً یہ کہ جماعت کے جذبات اور قوائے عقلی کی تشریح، یا مثلاً یہ مسائل کہ معتقدات جماعت کے پیدا کرنے مین زمانہ کا کیا اثر ہوتا ہے، مخصوص نظام حکومت اور مخصوص نظام معاشرت کو ہیئت اجتماعی کے تغیرات مین کیا دخل ہوتا ہے؟ تعلیم و تربیت سے ہیئت اِجتماعی پر کیا اثر ڈالا جاسکتا ہے؟ یہ اور اسی قسم کے دیگر مسائل جنکا تعلق خاص علم نفسیات جماعت کے ساتھ ہے، اِس ترتیب اور تفصیل کے ساتھ اسلامی لٹریچر مین ان کا کہین پتہ نشان نہین ملتا، البتہ انکے جانب

جستہ جستہ اشارات وکنایات کہین کہین ملے ہین۔ مثلاً ابن خلدون نے ایک خاص فصل مین یہ دعوی کیا ہے کہ دیہاتی باشندے شہری باشندون سے زیادہ نیک کام کرتے ہین یا اسیطرح ابن خلدون نے ایک اور فصل مین یہ دعوی کیا ہے کہ دیہاتی باشندے شہری باشندون سے زیادہ شجاع ہوتے ہین یا مثلاً ایک فصل مین یہ دعوی کیا ہے کہ وحشی قومون کو دیگر اقوام پر غلبہ حاصل کرنے کی زیادہ قدرت ہوتی ہے، اور گو ان مباحث کا مقصد دیہاتی اور شہری باشندون کی اخلاقی حالت کا موازنہ کرنا ہے، لیکن ان مباحث سے جماعتون اور قومون کی اخلاقی حالت کا بھی تھوڑا بہت اندازہ ہوتا ہے۔

ان مباحث کے علاوہ لیبان نے ایک خاص فصل مین یہ دعوی جو کیا ہے، کہ جماعت کے اعمال وافعال پر مذہب کا بڑا اثر ہوتا ہے، اور جماعت کسی بڑے کام کو اس وقت تک انجام نہین دے سکتی جب تک اس کے افعال مذہبی جامہ نہ پہن لین، اس کے بکثرت شواہد موجود ہین۔

اسی بحث کے ضمن مین لیبان بڑی بڑی حکومتون اور سلطنتون کے قیام کا سبب حسب ذیل بیان کرتا ہے:-

"حقیقت یہ ہے کہ رومی نستان کے آگے سیکس اقوام سپرانداز ہو ہوگئین، تو اسکی وجہ یہ تھی کہ شہنشاہ روم ان کی نگاہ مین ایک معبود کے رتبہ پر پہونچ گیا تھا، اور چھوٹے سے چھوٹے گانؤن مین اسکے نام کی محرابین اور طاق تعمیر کیے جاتے تھے، اور رومی حکومت مین ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایک جدید مذہب کی اشاعت کی گئی تھی جسکی بنا قیاصرۂ روم کی پرستش پر تھی، یہانتک کہ مسیحیت کے ظہور سے کچھ مدت پیشتر سرزمین گال مین شہر لیون کے قریب

قیصر گسٹس کے نام کا ایک ہیکل تعمیر کیا گیا تھا جس کے محاوروں کی
سطوت و ہیبت باشندگان گال کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی"۔

لیبان کہتا ہے کہ سلطنت روم کی تقویت اور شوکت کا باعث یہ تھا کہ تمام رومی صوبے شہنشاہان روم کے نامون کا کلمہ پڑھتے تھے اور مذہبی پردے مین دولت روم کی طاقت و شوکت کا اظہار کیا جاتا تھا، بلکہ ایک خاص مذہب ایجاد کیا گیا تھا جس کی بنا د قیاصرہ روم کی پرستش پر تھی، اس مذہب کی اشاعت تمام رومی صوبون مین کی گئی تھی۔ لیبان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رومی سلطنت کو اسوقت تک استحکام نصیب نہوا، جبتک رومی شہنشاہون نے اپنے اغراض ملک گیری پر مذہبی رنگ نہ چڑھا لیا، اور خود رومی شہنشاہون نے بجاے شاہانہ سطوت کے مذہبی تقدس و عظمت کا رنگ نہ اختیار کر لیا۔ غرض مذہبی رنگ جس تحریک پر چڑھا دیا جاتا ہے وہ بہت جلد کامیاب ہو جاتی ہے۔

پھر لیبان ایک دوسرے موقع پر اس مذہبی رنگ کی جس سے حکومتون کی سطوت و شوکت مین اضافہ ہوتا ہے حسب ذیل تشریح کرتا ہے:۔

"انسان مین اصلی دینداری کا ظہور اس وقت ہوتا ہے، جب وہ اپنی رائے اپنی مرضی اور اپنی ذات کو کسی معبود کی مرضی، اور اُسکے ارادہ پر چھوڑ دیتا ہے اور اپنی مرضی کو اسکی مرضی کے اندر بالکل فنا کر دیتا ہے جب یہ اعتقادی کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے، تو اسوقت تمام دوسرے خیالات کے گرد و غبار سے اسکا شیشۂ دل پاک و صاف ہو جاتا ہے، اور اس وقت اس کے تمام افعال و اعمال کا محور اور مرجع و حید صرف وہی ذات ہوتی ہے جس کی مرضی اور

شخصیت کے اندر اس نے اپنی مرضی اور شخصیت کو فنا کر دیا ہے۔"

اس فقرہ مین لیبان نے تصریح کر دی ہے کہ افعال جماعت پر مذہب کا جو اثر ہوتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ افراد کی شخصیتین اور افراد کے ذاتی ارادے سب کا رُخ ایک خاص مقصد کی جانب ہوتا ہے، ایک خاص معبود کا خیال (خواہ یہ معبود کسی رنگ مین ہو) تمام افراد پر اس قدر مستولی ہو جاتا ہے کہ تمام دوسرے خیالات، ذاتی رنجشین، کدورتین اور خودغرضیان سب دور ہو جاتی ہین، اور تمام افراد ہمہ تن ایک خاص خیال مین محو ہو جاتے ہین اب اگر اس فقرہ کو اس پچھلے فقرے سے ملاؤ جو اوپر مذکور ہو چکا ہے، تو ان دونون فقرون کا حاصل یہ ہو گا کہ سلطنتون کو شوکت وسطوت اسوقت تک حاصل نہین ہو سکتی تاوقتیکہ کسی مذہبی رنگ سے سیاسی اغراض کو تقویت نہ پہونچائی جائے اور وہ مذہبی رنگ یہ ہے کہ کسی مافوق العادت معبود کی عبادت واطاعت کا خیال افراد پر مستولی کر دیا جائے تاکہ تمام دوسرے خیالات دماغون سے بالکل نکل جائین چونکہ اسوقت ایک ہی خیال تمام افراد پر مستولی ہوتا ہے، اِسلیے افراد کی ذاتی رنجشین اور کدورتین فنا ہو جاتی ہین، اور تمام لوگ ایک مقصد کے درپے ہوتے ہین۔ یہ راز ہوتا ہے حکومتون کی تقویت کا۔

یہ لیبان کا بیان ہے، لیکن ابن خلدون نے بھی ایک خاص فصل مین دعوے کیا ہے کہ بڑی بڑی حکومتون کے قیام کا راز کوئی خاص مذہبی تحریک ہوا کرتی ہے، جو سیاسی اغراض کے اندر مضمر ہوتی ہے۔

ابن خلدون کہتا ہے :-

"حکومت بغیر غلبہ کے حاصل نہین ہوتی، اور غلبہ کے حصول کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ وہ گروہ جو غلبہ حاصل کر رہا ہے متحد الخیال ہو۔ بات

یہ ہے کہ جب لوگون کی خواہشون مین اختلاف اور خیالات مین تضاد ہوتا ہے، اور لوگون کا میلان دنیا کی جانب ہوتا ہے تو اسوقت آپسمین پھوٹ پڑجاتی ہے لیکن جب لوگون کی توجہ کسی خاص مقصد کی تحصیل کی جانب مبذول ہوتی ہے اور سبکی توجہ خدا کی جانب ہوتی ہے تو اسوقت آپس کا اختلاف مٹجاتا ہے ہر شخص ایک دوسرے کی اعانت کرتا ہے، اور اسطرح باہمی معاونت و مساعدت کے ذریعہ سے حکومت کی سطوت و شوکت مین ترقی ہوجاتی ہے[۵۱]

اِس کے بعد دوسری فصل مین ابن خلدون دوسرا یہ دعوی کرتا ہے کہ سیاسی اغراض مذہبی پردے مین۔ اگر حاصل کی جاتی ہین تو ان اغراض کے حصول مین آسانی ہوتی ہے۔ اِس دعوے پر ابن خلدون نے جو دلیل قائم کی ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

"جو فریق اپنے سیاسی اغراض کو مذہبی پردے مین حاصل کرنا چاہتا ہے، چونکہ اس گروہ کے افراد مین ذاتی رنجشون اور کدورتون کا نام ونشان نہین ہوتا، اور سب کا منتہائے مقصود متعین ہوتا ہے اسلیے اس فریق کا ہر ہر فرد منتہائے مقصود کے حاصل کرنے مین اپنی جان تک لڑادیتا ہے۔ بخلاف فریق مقابل کے کہ اس کی قوت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو مگر چونکہ اسکا کوئی خاص قبلۂ مقصد نہین ہوتا اس لیے وہ اپنی جان ویسی نہین لڑاتا جس طرح پہلا فریق لڑاتا ہے"[۵۲]

اِبن خلدون اور لیبان دونون کے مندرجہ بالا اقتباسات بالکل متقارب المعنی ہین اور اس باب مین دونون کی تحقیق یکسان ہے۔

---

[۵۱] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۴۸۔ [۵۲] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۴۸۔

حاصل یہ کہ لیبان نے جس طرز پر علم نفسیات جماعت کے اصول وفروع کو مدون کیا ہے اس موضوع پر گو علمائے اسلام مین سے کسی نے مستقلاً کچھ نہین لکھا تاہم اسلامی لٹریچر مین علم الخطابت یا مباحث تاریخی کے ضمن میں اشارۃً وکنایۃً جو کچھ مواد موجود ہے، اس سے اس فن پر ہلکی سی روشنی ضرور پڑتی ہے اور اس لحاظ سے ہم کہ سکتے ہین کہ گو کسی خاص ترتیب کے ساتھ لیبان کے نظریات اور علم نفسیات جماعت کے مسائل سے اسلامی لٹریچر خالی ہے، تاہم اسلامی لٹریچر اس فن کے مسائل سے بالکل ناآشنا نہین ہے۔
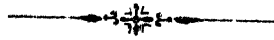
مُقدّمۂ مؤلّف

ہم اپنی پہلی تصنیف مین قبائل کے نفسانی حالات سے بحث کرچکے ہین، اب اِس کتاب مین جماعتون کے نفسانی حالات سے بحث کرتے ہین۔

ہر قبیلہ کی روح چند اوصاف اور خصائل کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے جو اُس کے افراد مین وراثتہً چلے آتے ہین، لیکن جب یہ افراد یکجا ہوکر کوئی کام کرنے کے لیے اُٹھتے ہین تو اِس اجتماع سے چند جدید نفسانی حالات پیدا ہوتے ہین جو موروثی خصائل کے مطابق اور بسا اوقات اُن کے مخالف ہوتے ہین۔

قومون کی زندگی پر ہمیشہ منتظم جماعتون کا بہت بڑا اثر پڑتا رہا ہے، لیکن اِس زمانہ مین یہ اثر جس حدتک پہونچ گیا ہے اُس حدتک کسی زمانہ مین نہین پہونچا تھا کیونکہ ہمارے زمانہ مین جماعتون کا یہ غیر ارادی اثر افراد کے اُس اثر کا قائم مقام ہوگیا ہے جسکے ساتھ اُن کا طبعی ارادہ شامل ہوتا ہے، اور آج یہ اثر موجودہ زمانہ کے خصوصیات مین شمار کیا جاتا ہے۔

جماعت کے موضوع پر باوجود اُسکی مشکلات کے مین صرف علمی وسائل سے بحث کرنا چاہتا ہون یعنی مین اُس طریقہ کو اختیار کرنا چاہتا ہون جسکی بنا علمی قواعد پر ہے اور اُن آراء، نظریات، اور مذاہب کی جانب متوجہ نہین ہونا چاہتا جو بطور مسلمات کے مان لیے گئے ہین

کیونکہ ہمارے موضوع بحث کی طرح جب کوئی موضوع ایسا ہو جسمین فکرون کو جولانی کا موقع ملے، تو اُسمین حقیقتِ گم شدہ تک پہونچنے کا مجھے صرف یہی ایک ذریعہ نظر آتا ہے۔ ایک ماہر فن جو اپنی بحث سے کسی بات کو ثابت کرنا چاہتا ہے اسکی پروا نہین کرتا کہ اُس کی اِس بحث سے کن مصالح اور منافع کو صدمہ پہونچتا ہے۔ موسیلو گوبلٹ ڈی الویلا نے جو ایک زبردست مفکر ہے، اپنی ایک حال کی تصنیف کی بابت یہ خیال ظاہر کیا ہے:۔

میں نے اِس کتاب مین اُن خیالات سے اکثر جگہ اختلاف کیا ہے، جو

موجودہ زمانہ مین متفق علیہ قرار دیے گئے ہین کیونکہ مین کسی کا مُقلد

نہین ہوں"

مجھے یقین ہے کہ میری یہ تصنیف بھی میری اور سابقہ تصانیف کا درجہ حاصل کرے گی کیونکہ میرا خیال یہ ہے کہ کسی مذہب مین شامل ہو جانے سے اپنے افکار کو محدود کر دینا اور اُسکے خیالات کا پابند ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

تاہم ناظرین کو یہ بتا دینا میرا فرض ہے کہ وہ کیا سبب ہے جس کی بناء پر میرے اخذ کردہ نتائج بادی النظر مین ان مباحث کے لازمی نتائج سے مختلف ہوتے ہین؟ مین نے ایک مقام پر یہ ثابت کیا ہے کہ ہر جماعت کی قوت فکریہ یہان تک کہ ان جماعتون کی بھی جو اہلِ فضل وکمال سے مرکب ہوتی ہین، انحطاط پذیر ہوتی ہے پھر یہ بھی میرا خیال ہے کہ باوجود اس دماغی انحطاط کے نظام جماعت مین خلل انداز ہونا اُن کے شیرازے کو پراگندہ کر دینا ہے لیکن بات یہ ہے کہ تاریخی حوادث مین زیادہ غور و فکر کرنے سے مین ہمیشہ اس نتیجہ تک پہونچا ہون کہ افراد کی طرح انسانی جماعتون کی تنظیم و ترتیب بھی مُشکل سے عمل مین آتی ہے، اِس لیے اُن کے حالات مین دفعۃً تغیر پیدا کرنا ہماری دسترس سے

باہر ہے۔ فطرت البتہ اُنکے حالات مین انقلاب کلی پیدا کرسکتی ہے، لیکن یہ تغیر ہمارے ارادہ کا پابند نہین ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ گو بعض لوگون کے اس خیال کو کہ قومون کی حالت مین پوری اصلاح ہوجائے عقل اچھا سمجھتی ہے، لیکن اس خیال نے قومون پر بہت برُا اثر کیا کیونکہ یہ اصلاحین صرف اسوقت مفید ہوسکتی ہین جب قومی روح کو دفعۃً بدل دیا جائے لیکن یہ قدرت صرف زمانہ ہی کو حاصل ہے، تمام انسان اپنے جذبات واحساسات اور عادتون کے محکوم ہوتے ہین، اور یہ تمام چیزین ہمارے اندر موجود ہین، اور قوانین ونظام حکومت تو محض ہمارے نفس کا ایک پرتو اور اسکی ضروریات کے ترجمان ہین۔ لیکن چونکہ نفس ہی ان قوانین و نظام حکومت کا مبدء ہے، اسلیے وہ خود انکو بدل نہین سکتا۔

جاننا چاہیے کہ اجتماعی حالات کی بحث کو ان اقوام کی بحث سے علٰحدہ کرنا صحیح نہین ہے جن مین وہ حالات پائے جاتے ہین، کیونکہ اگرچہ عقلی ونظری حیثیت سے یہ صحیح ہے کہ ان حالات کی کوئی قدر وقیمت ہے، لیکن بلحاظ عمل انکی قدر وقیمت ہمیشہ اقوام کی نسبت سے ہوتی ہے، پس کسی قوم کی اجتماعی حالت پر بحث کرنے کی غرض سے اسپر دو مختلف حیثیتون سے نظر ڈالنا مناسب ہے، اُسوقت یہ بھی معلوم ہوگا کہ محض نظری تعلیم عملی تعلیم سے کس قدر مختلف ہوتی ہے اور کوئی نتیجہ (حتی کہ علوم طبیعہ کے نتائج بھی) اس کلیہ سے بہت کم مستثنیٰ ہوسکتے ہین، مثال کے طور پر دائرہ کو لو، کلی طور پر اُسکی شکل وہی ہندسی شکل ہے جو اصول وقواعد کے تحت مین داخل ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ آنکھ کے سامنے مختلف صورتون مین آتا ہے کبھی تم اُس کو ستون کی صورت مین دیکھتے ہو، اور کبھی وہ تمھارے سامنے مربع شکل مین آتا ہے کبھی دائرہ ایک نامکمل ٹکڑا ہوتا ہے اور وہ خط مستقیم کی صورت مین نمایان ہوتا ہے، لیکن باوجود اس کے ان ظاہری شکلون کا لحاظ اصلی اور حقیقی اشکال سے زیادہ کرنا چاہیے، کیونکہ یہی

یہی ظاہری شکلین۔ ہماری نظر کے سامنے آتی ہین اور ہم انھین کا نقشہ یا فوٹو کھینچ سکتے ہین
اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات ظاہری صورت اصلی صورت سے زیادہ حقیقت رکھتی
ہے، کیونکہ ہندسی اُصول کے مطابق ہندسی اشکال کی تشخیص و تعین کے یہ معنیٰ ہین کہ اُنکی
اُس حقیقت کو بگاڑ دیا جاے اور وہ لوگون کی نگاہ سے چھپا دی جائین۔ اِس بناء پر اگر
ہم ایک ایسی دنیا فرض کرین جس کے رہنے والون کو چیزون کی تصویر کھینچنے کے سوا اُن کے
چھونے کی قدرت نہو تو اُن کے لیے اُنکی حقیقی صورت کا تصور قائم کرنا مشکل ہوگا۔ پس
معلوم ہوا کہ علمی حیثیت سے خارجی اشکال کی کتنی اہمیت ہے اور عام لوگ ہندسی اشکال کو
صرف اُنکی شکلون ہی سے سمجھ سکتے ہین۔

پس وہ فلسفی جو اجتماعی حالت سے بحث کر رہا ہے اُسکا فرض ہے کہ علمی قدر و قیمت کے
مقابل ہین ان حالات کی عملی قدر و قیمت سے بھی غافل نہ رہے کیونکہ تمدنی تغیرات مین
ان عملی حالات کو بہت کچھ اہمیت حاصل ہے، اور اگر اُنکا لحاظ رکھا جاے تو خالی منطق سے
جو بے سرو پا نتائج حاصل ہوتے ہین اُنکی صحت پر یقین کر لینے سے احتیاط ہو جاتی ہے
اِس کے علاوہ چند اور اسباب ہین جن سے یہ احتیاط برتنے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے

(۱) چونکہ اجتماعی حالات نہایت مشکل اور پیچیدہ ہوتے ہین اِسلیے اِن اسباب کا
احاطہ کرنا اور اُنکے باہمی فعل و اثر کو پہچاننا سخت دشوار امر ہے۔

(۲) ظاہری حوادث کی تہ مین کثرت سے چھپے ہوے مؤثرات ہوتے ہین جو نظر
نہین پڑتے اور یہ ظاہری حوادث کسی نہ کسی عظیم الشان عمل کا نتیجہ ہوتے ہین جو ہمارے
علم و بحث سے بالاتر ہے۔

ظاہری حوادث کی مثال اُمنڈنے والی موجون سے دی جا سکتی ہے، جو

سطح آب پر سمندر کے اُس اندرونی تلاطم کا پتہ دیتی ہین جو ہماری نظر سے غائب ہے۔ جماعتون کے حالات مین غور و فکر کرنے سے بعض اوقات تو ہمین یہ نظر آتا ہے کہ ان سے یہ افعال ایسی حالت مین سرزد ہو رہے ہین جس سے اُن کے قوائے مدرکہ کے انحطاط کا پتہ لگتا ہے لیکن دوسرے وقت ان کے دوسرے افعال و اعمال کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک پوشیدہ طاقت کے زیر اثر ہین جسے اگلے لوگ مقدر، یا طبیعت، یا دست غیب کی امداد سے تعبیر کرتے تھے، اور اس زمانہ کے لوگ اُسے مُردون کی آواز سے تعبیر کرتے ہین۔

حاصل یہ کہ گو ہم جماعت کی اِس قوت کی حقیقت سے ناواقف ہون، لیکن ہم اسکے وجود سے انکار نہین کر سکتے اور یہی قوت قومون کے تمام اندرونی اور بیرونی نظام مین مخفی طور پر کام کیا کرتی ہے۔ کوئی شے تم کو زبان سے زیادہ پیچیدہ زیادہ خوشنما اور زیادہ دقیق النظام نہ ملیگی لیکن جانتے ہو کہ اسکا مصدر کون ہے؟ اسکا مصدر وہی عجیب و غریب روح ہے جو جماعت کے قالب مین مخفی رہتی ہے۔ دیکھو اکاڈمیان اور ماہرین فن کس کس طرح اِس کوشش مین اپنی جان کھپاتے ہین کہ زبان کے قواعد کی تدوین کرین، لیکن بالآخر اس کوشش مین ناکامیاب رہتے ہین، اسی طرح ہمین یہ بھی یقین نہین آتا کہ وہ بلند خیالات جو باکمال رہبران قوم پیدا کرتے ہین وہ خود ان کے اعمال دماغی کے نتائج ہوتے ہین۔ بلا شبہ یہ صحیح ہے کہ وہ ان خیالات کے موجد ہوتے ہین، لیکن ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ خاک کے وہ ذرے جن کے تودے پر ان افکار نے نشو و نما حاصل کی، اُن کو جماعتون کی اس مخفی روح نے پیدا کیا ہے، جو پوشیدہ طور پر جماعت پر حکمران ہے۔

جماعتون کو کام کرتے وقت کبھی اپنے عمل کا احساس نہین ہوتا اور در اصل یہی اُن کی طاقت کا راز ہوتا ہے۔ لیکن با این ہمہ ہم دیکھتے ہین کہ وہ اشخاص جو صرف الہام کے مطیع

ہوتے ہین ایسے کام کر بیٹھتے ہین جن کے سمجھنے سے عقل حیرت زدہ رہ جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ عالم انسانیت مین عقل ایک نئی اور ناقص شئے ہے، اِس لیے ہماری عقل کو اسات کی قدرت نہین کہ وہ افعال جو غیر شعوری حالت مین انسان سے صادر ہوتے ہین ان کے قوانین واصول سے وہ واقف ہوسکے، اور یہ تو بہت بعید ہے کہ ہم ان افعال کے ایک قانون کو دوسرے قانون کی جگہ پر لا کر رکھ دین۔ تمام انسانی افعال مین غیر شعوری قوت سب سے زیادہ اور عقل کا حصہ سب سے کم ہے، اور غیر شعوری قوت ایک مخفی طاقت کے مانند فعل واثر کرتی ہے

اِس بنا پر اگر ہم معرفتِ اشیاء کے ان محفوظ اور تنگ حدود پر ٹھہر جانا چاہتے ہین اور مبہم ظنّیات اور غیر مفید فرضیات کے میدان مین سرگشتہ ہونا نہین چاہتے تو ہم کو صرف اُن حوادث کی بحث پر اکتفا کرنا چاہیے جو ہمارے حواس کے سامنے ہین، ان مشاہدات کی بنا پر جو نتائج حاصل ہونگے وہ محض سرسری ہونگے، کیونکہ اِن عام حوادث کی آڑ مین جن کو ہم علانیہ دیکھتے ہین ایسے حوادث بھی موجود ہین جو رویائے کاذبہ کی صورت مین ہم کو نظر آتے ہین اور اُنکی آڑ مین بعض ایسے حوادث ہوتے ہین جو ہم کو مطلق نظر نہین آتے۔

جماعتون کا دور

زمانۂ حال کا انقلاب۔ تمدن کے عظیم الشان انقلابات قومون کے خیالات کا نتیجہ ہوتے ہین۔ جماعت کی طاقت کی نسبت زمانۂ حال کے لوگون کے خیالات۔ یہ خیالات سلطنتون کی مقلدانہ سیاست کو ادل بدل رہے ہین۔ قوم کو کس طرح غلبہ حاصل ہوتا ہے، اور اس غلبہ کی رفتار کیا ہے جماعت کے تسلط کے لازمی نتائج۔ جماعتین صرف بگاڑ سکتی ہین بنا نہین سکتین جماعتین اس تمدن کو مٹا دیتی ہین جسکی بنیاد کمزور ہو گئی ہو۔ جماعتون کے احوال نفسیہ سے بیخبری۔ صاحب شریعت اور اہل سیاست کے لیے ان حالات سے واقف ہونیکی اہمیت

دُنیا کے واقعات کو سرسری نگاہ سے دیکھنے والے یہ سمجھتے ہین کہ وہ عظیم الشان انقلابات جو اقوام کے تمدن مین تغیر پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہوتے ہین (مثلاً سلطنت روما کا زوال اور

عربی حکومت کا قیام کسی بڑے سیاسی تغیر کا نتیجہ ہوتے ہین، مثلاً بعض قومون کا بعض پر حملہ آور ہونا اور تخت سلطنت کا ہاتھ سے نکل جانا وغیرہ وغیرہ، لیکن اگر ان واقعات پر گہری نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ان کے ظاہری اسباب کے علاوہ انکا حقیقی سبب قومون کے خیالات کا عام انقلاب ہے۔ پس اہل نظر کو جس بات سے حیرت ہونا چاہیے وہ یہ عظیم الشان سیاسی تغیرات نہین ہین بلکہ قابل اعتبار صرف وہ تغیر ہے جو کسی قوم کے افکار رخیالات اور اعتقادات مین واقع ہوتا ہے۔ اور حقیقت مین یہ عظیم الشان تغیرات جو صفحات تاریخ پر باقی رہین گے، اُس مخفی تغیر کے ظاہری آثار ہوتے ہین جو لوگون کے خیالات مین پیدا ہوتا ہے، لیکن اگر یہ واقعات بہت نادر الوقوع ہین تو اس کا سبب یہ ہے کہ قومون کے اخلاق مین سب سے زیادہ پائدار وہ موروثی خیالات ہین جو اُن کے آباو اجداد سے اُن کو وراثتہً ملے ہین۔

انسان کی تاریخ مین کوئی ایسا دور نہ گذرا ہوگا جسمین انسانی افکار کے اندر اتنا عظیم الشان تغیر واقع ہوا ہو جتنا ہمارے زمانہ مین واقع ہوا ہے، اور اسکے اصلی سبب دو ہین:۔

(۱) ان تمام دینی سیاسی اور اجتماعی معتقدات کی بنیادین ایک دم متزلزل ہوگئی ہین جو موجودہ تمدن کی بنا رہین۔

(۲) موجودہ زمانہ کے علمی اور صنعتی انکشافات کی بدولت زندگی مین نئے حالات اور جدید افکار پیدا ہوگئے ہین، اور چونکہ پُرانے افکار کا ابھی پورے طور پر زوال نہین ہوا ہے، اس لیے اُنکی قوت ابتک باقی ہے اور جو افکار اُن کی جگہ لے رہے ہین وہ ابھی دور تکون اور ابتدائی حالت مین ہین اسلیے موجودہ زمانہ تغیر و اضطراب کا زمانہ ہے۔

اِس امر کی نسبت پیشین گوئی کرنا کہ آگے بڑھکر موجودہ بےچینی سے کیا نتیجہ پیدا ہوگا اسیطرح دشوار ہے جس طرح ہم یہ نہین بتا سکتے کہ کن افکار اور خیالات پر آنے والی قومون کے تمدن

کی بنیاد ہوگی۔ البتہ ہم ابھی سے اتنا جانتے ہین کہ ان قومون کے آگے ایک عظیم الشان
اور زبردست قوت ہوگی اور اسکا لحاظ کرنا ان کے لیے ضروری ہوگا، اس قوت سے میری
مُراد جماعتون کی قوت ہے۔ یہ وہ طاقت ہے جو آج تک صرف بوسیدہ خیالات کے اُن مٹے
ہوے نشانات پر جن کو لوگ حقیقت سمجھتے تھے قائم ہے، وہ مردہ ہوگئی تھی، لیکن ان مختلف
شورشون کے بعد جنھون نے اُن دوسری قوتون کے اثر کو بالکل دبا دیا جو پہلے انسان پر
حکومت کرتی تھین وہ دوبارہ پھر زندہ ہوگئی، اور نظر آتا ہے کہ وہ عنقریب اپنے ماسوا سب کو
فنا کردے گی۔ تم دیکھتے ہو کہ ہمارے قدیم اعتقادات اپنی کمزور بنیادون کی بدولت لرز
رہے ہین اور ہمارے قدیم تمدن کے ستون ایک دوسرے پر گر رہے ہین، اور صرف جماعت
ہی کا ایک غلبہ ہے جسکو کوئی روکنے والا نہین رہا ہے، بلکہ وہ برابر بڑھتا جاتا ہے، اور اِس
بنا پر جس زمانہ کی جانب ہم بڑھ رہے ہین وہ لازمی طور پر جماعتون کا دَور ہے۔

تقریبًا ایک صدی اُدھر تاریخی حوادث و واقعات پر حکومتون کی آبائی اور موروثی
سیاست اور بادشاہون کے ذاتی جھگڑون کا اثر حاوی تھا، لیکن آج تقلیدی سیاست کا
کوئی وزن اور بادشاہون کے شخصی جھگڑون کا کوئی اثر نہین رہا، بلکہ جو غلبہ ہے، وہ
جماعتون کی آواز کو ہے، وہی بادشاہون کا رویہ مقرر کرتی ہین اور سلاطین اِس کوشش مین
رہتے ہین کہ ان کی آوازون پر کان لگائین اور اب قومون کے طریق کار کا رُخ امرا کے
مشورہ کی جانب نہین رہا بلکہ جماعتون کی روح کے جانب ہے۔

پس تغیرات کا یہ دور جسمین ہم زندگی بسر کر رہے ہین، اسکی ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے
کہ قومون کی حالت مین تغیر ہوگیا ہے، اور اگر پہلے عنان سلطنت افراد کے ہاتھون مین تھی
تو اب جماعت کے ہاتھومین آگئی ہی بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین چونکہ

کو انتخاب عام کردیا گیا ہے اِسلیے جماعتون کو غلبہ حاصل ہوگیا ہے، لیکن یہ حق تو ایک عرصہ سے لوگون کو حاصل تھا اور یہ حالت جو آج پیدا ہوئی ہے وہ پہلے نہ تھی حقیقت یہ ہے کہ جماعت کا تسلط پہلے اُن افکار کے پھیلنے سے بتدریج بڑھتا گیا جو زمانہ حال مین ذہنون کے اندر راسخ ہوگئے ہین، پھر اِس کے بعد جب سے لوگون نے اجتماعی قوت کے اثر کو حصول مقاصد کا ذریعہ بنانا شروع کیا، اُس وقت سے جماعتون نے غلبہ حاصل کرلیا، یہان تک کہ رفتہ رفتہ جماعتون کو اپنے منافع اور اپنی زبردست قوت کا بھی احساس پیدا ہوگیا۔ اب جماعتین کمپنیان اور مختلف تجارتی بنیک قائم کرتی ہین جن کا مقصد یہ ہے کہ تقسیم عمل اور اجرت پر تسلط حاصل کرلیا جائے اگرچہ اس مین قواعد اقتصاد اور ثروت عامہ کے اصول تدبیر کے خلاف کرنا پڑے۔

اسی اثر کا نتیجہ ہے کہ آج جماعتین نیابی مجالس مین ایسے ممبر منتخب کرکے بھیجتی ہین جو شخصی رائے اور استقلال ذاتی سے مجرد ہوتے ہین، اور ان کی رائے منتخب کرنیوالی جماعتون کی رائے کے سوا کچھ نہین ہوتی۔

جماعت کو غلبہ ہوجانے کے باعث اِس کے مطالبات اب زیادہ واضح ہوتے جاتے ہین، اور اس کا مقصد بجز اِس کے کچھ نہین معلوم ہوتا کہ ہیئت اجتماعی کے موجودہ نظام مین سرے سے انقلاب پیدا کردیا جائے، تاکہ مساوات کی وہ پہلی حالت عود کر آئے جو آفتاب تمدن کے طلوع ہونے کے پیشتر مختلف قبائل مین پائی جاتی تھی جماعتون کا ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ اوقات عمل کی تعیین کردی جائے، اور ریلوے کارخانے اور کانین کسی کی ملکیت نہ رہین نیز یہ کہ تمام لوگ منافع سے برابر متمتع ہون، اور ادنیٰ طبقات کو اعلیٰ طبقات کے مساوی کردیا جائے۔

یہ بڑی مشکل ہے کہ جماعتین غور و فکر سے زیادہ عمل پر قدرت رکھتی ہین، اور اپنے موجودہ نظام کی بدولت انھین بڑی قوت حاصل ہوگئی ہے، پس عنقریب وہ معتقدات و مذاہب جو ابھی دور طفولیت مین ہین اُن مذاہب و معتقدات کی طرح افکار پر غلبہ حاصل کرلین گے جو پہلے کسی زمانہ مین ذہنون مین راسخ تھے، یعنی انکی طاقت اسقدر بڑھ جائیگی کہ اسکے سامنے تمام دوسرے اثرات ہیچ ہوجائینگے، اور اُسوقت جماعت کے مقدس حقوق بادشاہون کے مقدس حقوق کی جگہ لیکر قابل تقدیس اور مافوق البحث بن جائینگے۔

جماعت کے اثر اور غلبہ کی یہ حالت دیکھکر اُن اہل قلم اصحاب کے دلون پر خوف طاری ہوگیا ہے جو اقوام کے طبقۂ متوسطہ مین ایک خاص منزلت رکھتے ہین اور جو اس طبقہ کے افکار و خیالات کے بہت بڑے حامل ہین۔ ان لوگون کو اِس جدید تسلط سے جو برابر بڑھتا جارہا ہے خوف پیدا ہوا، افکار مین جو اضطراب پیدا ہوگیا ہے اسکا انھون نے مقابلہ کرنا چاہا اور کنیسہ کی جانب یہ لوگ استغاثہ لیکر گئے کہ شاید وہ اپنے روحانی اثر اور اخلاقی غلبہ کے بل پر انکی کچھ مدد کرے، حالانکہ پیشتر یہ لوگ خود اسکی سخت اہانت کرتے تھے، اور اب بھی لوگ پکار پکار کر کہتے ہین کہ علم اپنے افلاس کی وجہ سے تہذیب نفس کا فرض نہین انجام دیسکتا، اور اب ہماری قسمت کنیسہ کے ہاتھ مین ہے۔ یہ لوگ روم سے توبہ کر کر کے پلٹتے ہین اور ہم کو اِس بات کی دعوت دیتے ہین کہ ہم پھر وحی و الہام کی جانب رجوع کرین، حالانکہ وہ اِس بات کو بھولے بیٹھے ہین کہ اب وقت گذر چکا۔ بے شبہہ ہم مانتے ہین کہ خدا کا دریائے فیض پھر جوش مین آیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اِن لوگون کو توبہ و استغفار کی توفیق ہوئی ہے، تاہم جماعت پر اب اس فیض کا نہ کچھ اثر ہوسکتا ہے اور نہ وہ ان واقعات کی پروا کرتی ہے جو ان زہاد کے قلوب مین اضطراب اور گھبراہٹ پیدا کر رہے ہین پس اب

وہ کبھی ان معبودون کی جانب مائل نہوگی جن سے خود یہ لوگ پہلے نفرت پیدا کرچکے ہین اور جن کے اثر کے برباد کرنے مین ان لوگون کو ایک خاص مداخلت رہی، نہر کے بند کو جب کہ وہ ٹوٹ چکا ہو باندھ دینا انسان اور خدا دونون کی طاقت سے باہر ہے۔

یہ لوگ کہتے ہین کہ علم اپنی غربت اور افلاس کی وجہ سے تہذیب نفوس کا فرض نہین انجام دیسکتا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ علم غریب و مفلس نہین ہوا ہے اور وہ اِس اضطراب کے پیدا کرنے مین جو افکار کے اندر پیدا ہوگیا ہے، اور جماعت کے تسلط کو ترقی دینے مین جو اضطراب کی بدولت بڑھ رہا ہے' بالکل بیگناہ ہے۔ علم نے ہم سے صرف اِس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اسرار عالم کو کھول دیگا، یا کم ازکم اشیار کی باہمی نسبتون کو بتا دیگا، اسنے کبھی اِس بات کا وعدہ نہین کیا تھا کہ وہ ہمیشہ امن و صلح کی ذمہ داری کرتا ہے۔ علم جماد محض ہے کہ ہمارے جذبات کا احساس اُسے نہین ہوتا اور بہرا ہے کہ ہماری چیخ پکار اس تک نہین پہونچتی، یہ صرف ہمارا فرض ہے کہ ہم ہمیشہ اس سے اتحاد اور دوستی قائم رکھین۔ پس علم کی روشنی کے سامنے جو توہمات مٹ گئے ہین ان کو کوئی چیز دوبارہ اب ہمارے سامنے نہین لاسکتی ۔

تمام اقوام مین ایسی کھلی ہوئی اور ظاہری علامتین پائی جاتی ہن جن سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کا اثر اور غلبہ آئندہ جلد جلد ترقی کریگا اور اب وہ کسی حد پر نہین ٹھہر سکتا ہم جماعت کے تابع فرمان ہین اور ہمین تمام وہ نتائج برداشت کرنا ہین جو جماعت کے غلبہ سے پیدا ہونگے، اسلیے اِس بارے مین کچھ گفتگو کرنا بیکار ہے۔ ممکن ہے کہ عنان حکومت کا جماعت کے ہاتھون مین آجانا تمدن مغرب کے زوال کا پیش خیمہ اور مغرب مین طوائف الملوکی پیدا ہوجائے جسکی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ اِس مرتبہ کا طے کرنا ہر قوم کے لیے ضروری ہے

لیکن جو ہونے والا ہے ہو کر رہیگا۔

بات یہ ہے کہ ابتک جماعتون نے جو کام کیے ہین، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایوان تمدن کے منہدم کرنے مین ایک خاص مداخلت ہوتی ہے تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب کسی قوم کی اخلاقی قوتین جنپر اسکی ترقی کا مدار ہے، کمزور ہو جاتی ہین، تو نیم شعور وحشی جماعتون کے ہاتھون اِس قوم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ برخلاف اِسکے تمدن کی بنیاد قائم کرنے والے اور اسکو مضبوط کرنے والے وہ چند مخصوص لوگ ہوتے ہین جو عالی دماغی اور دور بینی مین خاص امتیاز رکھتے ہین، لیکن جماعت کا کوئی اِس قسم کا فِعل ابتک دیکھنے مین نہین آیا، وہ صرف بگاڑنے کی قدرت رکھتی ہے، اور وحشیانہ حکومت کرتی ہے بخلاف اسکے جن افراد کی بدولت قومین ترقی پاتی ہین وہ نہایت عزم و استقلال کے ساتھ عقلی احکام کی پابندی کرتے ہین، انکی نظر ہمیشہ مستقبل پر رہتی ہے علم و تہذیب ان کے زیور ہوتے ہین اور عقل انکی رہنمائی کرتی ہے، حالانکہ جماعتون نے اِس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ وہ اپنے اصلی رنگ مین رہ کر ان وسائل پر عمل کرنے سے بالکل قاصر ہین۔ جماعتون مین تباہ کرنے کی جو قوت ہوتی ہے اسکی حالت ان بیماریونکی سی ہے جو بہت جلد کمزور جسمون کو فنا کر دیتی ہین اِسی لیے جب کسی تمدن کی ہڈیان کھوکھلی ہو جاتی ہین تو جماعتین اُسپر غلبہ پاکر تمدن کی بنیاد کو جڑ سے گرا دیتی ہین۔ یہ جماعتون کا اصلی فِعل ہوتا ہے لیکن بادی النظر مین یہ دکھائی دیتا ہے کہ مختلف واقعات کے جمع ہونے سے زمین کا تختہ اُلٹ گیا۔

ہم کو اپنے تمدن کے متعلق بھی یہی خوف لگا ہوا ہے کہ کہین اسکا بھی یہی حشر نہو اگرچہ ابھی تک ہمین اسکا کچھ علم نہین۔ بہرحال یورپ کا کچھ ہی انجام ہو اب اسکے سوا کوئی چارہ نہین کہ جس طرح بن پڑے ہم جماعت کی فرمانبرداری کرین کیونکہ بیعقلی کے ہاتھون تدریجًا

جماعت اسقدر خود سر ہوگئی ہے کہ اب اُسکو روکنے والی کوئی قوت باقی نہین رہی۔
جماعتون کا بیان بڑھتے بڑھتے طویل ہوگیا، حالانکہ ہمین ان کی بابت بہت کم علم ہے۔ بات یہ ہے کہ جن لوگون نے علم النفس کی جانب توجہ کی انھون نے جماعتون سے کنارہ کشی اختیار کی اور اسی لیے ہمیشہ ان کے حالات سے وہ ناواقف رہے البتہ تھوڑے دنون سے ان کو کچھ اس جانب توجہ ہوئی ہے، مگر اب بھی انکی نگاہ جس حیثیت سے جماعتون پر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ جماعتین ناروا افعال اور جرائم کا ارتکاب کرتی ہین، بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ دنیا میں جرائم پیشہ جماعتین پائی جاتی ہین، لیکن ان کے ساتھ دنیا مین نیک اور بہادر جماعتین بھی ہین۔ پس جماعتون کو صرف ارتکاب جرائم کی نگاہ سے دیکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم کسی شئے پر صرف ایک حیثیت سے نظر ڈالین، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس طرح کسی شخص کے صرف ظاہری عیوب کے دیکھ لینے سے اسکے پورے اوصاف اور پورے حالات کا علم نہیں ہوسکتا اسیطرح صرف اِس بات کی واقفیت سے کہ جماعت کبھی ارتکاب جرائم کرتی ہے جماعت کے پورے حالات کا علم نہین ہوسکتا۔
حالانکہ وہ لوگ جنھون نے دنیا پر حکومت کی ہے اور جن کے ہاتھون مین اقوام وممالک کی عنان حکومت رہی ہے، بانیان مذاہب سے لیکر بانیان حکومت تک اور پیغمبران دین سے لیکر مدبرین سیاست تک، حتی کہ وہ لوگ جو چھوٹے چھوٹے قبائل کے سردار رہے ہین، یہ سب ہمیشہ علم النفس کے ماہر ہوے ہین، یہ لوگ جماعت کی روح سے فطرتاً واقف ہوتے تھے اور اکثر اوقات یہ علم انکا صحیح نکلتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان لوگون نے بڑی بڑی حکومتون کی بنیاد ڈالی۔ نپولین کو دیکھو کہ وہ ان قومون کے نفسانی حالات سے وسیع واقفیت رکھتا تھا جو اسکے زیر اثر تھین، لیکن شاید اسکو دیگر اجنبی قومون کے حالات سے

بالکل واقفیت نہ تھی اور یہی حالت اسکے بڑے بڑے مشیرون کی تھی وہ بھی اجنبی قومون کے حالات سے ناواقف تھے، اسکے مشیر ٹیلر انڈ نے ایک بار اسکو لکھا کہ اسپین کے باشندے عظیم سے شریفون اور بہادرون کی طرح لڑتے ہین، لیکن جب نپولین نے اسپین پر حملہ کیا تو اسکو ایسے لوگون سے سابقہ پڑا جو بالکل مطلق العنان وحشی تھے۔ اگر اسکو وہان کے باشندون کے جذبات سے کچھ بھی واقفیت ہوتی، تو بہت جلد اسکو اصل حالت کا پتہ لگ جانا، یہی وجہ تھی کہ نپولین نے جب اسپین اور روس کے ممالک پر حملے کیے ہین تو وہ ناکام رہا اور اسکو بہت جلد ہزیمت ہوگئی۔

اِس زمانہ مین جماعتون کے نفسانی حالات سے واقف ہونا اسقدر ضروری ہوگیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا سیاست دان اِس جانب خاص توجہ کرتا ہے، نہ اِس لیے کہ وہ جماعت پر اپنی حکومت اور سیادت قائم کرے (کیونکہ یہ بہت مشکل ہے) بلکہ اِس لیے کہ اِس ذریعہ سے وہ جماعت کے زور کو گھٹا سکے۔

پس اگر ہم یہ بات دریافت کرنا چاہین کہ جماعت پر نظام حکومت اور رسوم کا اثر کیون کم پڑتا ہے، تو ہمین سب سے پہلے جماعت کے نفسانی حالات اور اسکی روح سے واقفیت پیدا کرنا چاہیئے۔ اِس سے ہمین یہ بات بھی معلوم ہوسکے گی کہ جماعت کو کسی رائے کے پیدا کرنے کی قدرت بالکل نہین ہوتی، یہ باتین اُسکے مقررہ دائرہ سے بالکل خارج ہین نیز یہ کہ جماعت پر عقلی اُصول اور قوانین کے ذریعہ سے حکومت نہین کیجا سکتی، بلکہ اِسپر حکومت صرف ان ذرایع سے کی جا سکتی ہے جو اُسپر اثر قائم کرسکین۔ اگر کوئی کلکٹر یہ چاہے کہ لوگون پر ایک جدید ٹیکس مقرر کرے تو اُسکو یہ خیال نہین کرنا چاہیے کہ یہ ٹیکس بلحاظ اصول اقتصاد کے انصاف پر مبنی ہے یا نہین، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بات

انصاف سے زیادہ دور ہوتی ہے اُسی کو لوگ زیادہ پسند کرتے ہین اور اب اگر یہ نیا ٹیکس بظاہر شدید زیر باری کا باعث نہ معلوم ہوگا تو یقیناً لوگ اسے پسند کرین گے یہی وجہ ہے کہ مقررہ ٹیکس کے ادا کرنے مین عوام کو کچھ دقت واقع نہین ہوتی خواہ اسکی مقدار بہت زیادہ ہی کیون نہو، کیونکہ وہ اسے قسط بقسط اپنی حاجتون کو پورا کرتے وقت ادا کرتے رہتے ہین اور چونکہ وہ اس بھاری ٹیکس سے مانوس ہوتے ہین اسلیے وہ انکو کچھ نہین کھلنا لیکن اگر اس ٹیکس کے بجاے انکم ٹیکس یا اور کوئی ٹیکس لگایا جائے جو انھین ایکبارگی ادا کرنا پڑے تو اگرچہ اسکی مقدار مقررہ ٹیکس سے دس گنی کیون نہ کم ہو تاہم وہ اپنی شکایتون سے آسمان سر پر اٹھا لین گے، کیونکہ اب بجاے معمولی رقم کے جسے وہ قسط بقسط ادا کرتے تھے، دفعتہً ایک ایسی مقدار کا بوجھ ان کے سر ڈالدیا گیا، جو انھین ایکبارگی ادا کرنا پڑے گی اور یہی بات جماعت کی ضجرت طبع اور بیچینی کا باعث ہوتی ہے، ہان البتہ اگر وہ بجاے شور وغل کے کفایت شعاری سے کام لین تو کبھی اُن کو یہ خفیف سا ٹیکس بھاری نہ معلوم ہو، لیکن یہ ایک ایسا اصول ہے جو غور و فکر کا محتاج ہے اور یہی بات جماعت کی قدرت سے باہر ہے[۱]۔

مذکورہ بالا بیان مین ہم نے ٹیکس کے تعین کی مثال جو دی ہے وہ ایک آسان مثال ہے جس کی صحت سے ہر شخص آسانی کے ساتھ واقف ہوسکتا ہے اور نپولین جیسے لوگ تو شاید ان امور سے ناواقف نہونگے، لیکن وہ مصنفین جو اجتماعی زندگی کے حالات سے ناواقف ہین ان کو ان باتون کا علم نہین کیونکہ ان کو یہ بات تجربہ سے نہین معلوم ہوئی کہ لوگ ہمیشہ

---

[۱] اسکی مثال ہندوستان مین ہاؤس ٹیکس کا واقعہ ہے جسکے خلاف صداے احتجاج بلند کرنے کے لیے مراد آباد مین ہندو مسلمانون کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا اور بہت کچھ شور و غل مچایا گیا۔ آخر کار گورنمنٹ نے مجبور ہوکر اس تجویز کو ملتوی کردیا۔ (مترجم)

عقلی اصول اور قواعد کی پابندی نہین کرتے ہین۔

اِس مثال کے علاوہ ہم بہت سی مثالین پیش کر سکتے ہین جو علم روح الاجتماع کے اصول کے مطابق ہین۔ اِس علم سے ایسے بیشمار اخلاقی اور اجتماعی واقعات کی پوری توجیہ ہو جاتی ہے جنکی حقیقت سے واقف ہونیکا کوئی اور ذریعہ ہیں، اور ہم عنقریب اپنی جگہ پر اس بات کی وجہ بیان کرینگے کہ زمانۂ حال کے بعض مؤرخین خصوصًا موسیو ٹائن انقلاب فرانس کے بعض واقعات کی توجیہ کرنے مین کیون ناکامیاب رہے۔ اسکا سبب بجز اِسکے کچھ نہین معلوم ہوتا کہ موسیو ٹائن نے جماعتون کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہین کی، بلکہ اِن مشکل مباحث مین بھی اسنے مادیین کا وہی طرز اختیار کیا جو عمومًا وہ واقعات کی توجیہ کرتے وقت اختیار کرتے ہین۔ مادیین بہت کم اخلاقی قوی سے بحث کرتے ہین، حالانکہ انھین قوتون کی بنیاد پر تاریخ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

جماعت کے نفسانی حالات کا معلوم کرنا بیحد ضروری ہے، خواہ ہم اسکا علمی حصہ معلوم کرین یا صرف واقعات کی حقیقت دریافت کرین۔ بہرحال جس طرح علم زراعت کی واقفیت کسیقدر فائدہ مند ہوتی ہے، اسی طرح جو افعال انسان سے صادر ہوتے ہین ان کے اسباب کا دریافت کرنا بھی فائدہ سے خالی نہین۔

جماعت کے نفسانی حالات کے متعلق ہماری بحث بہت مختصر اور بطور گذشتہ تصانیف کے خلاصہ کے ہوگی، اور ناظرین صرف انھین مسائل سے واقف ہوسکین گے جو اِس فن کے ابتدائی مسائل ہین کیونکہ میری حالت تو یہ ہے کہ مین نے ایک ایسی زمین پر قدم رکھا ہے جو ایک مدّت سے بنجر چھوڑ دیگئی تھی، اِسلیے مین تو تمام اصول و فروع کا استقصا کرنے سے قاصر ہون، البتہ دوسرے لوگون کو چاہئے کہ ان مسائل مین خوب غور و خوض کر کے اصول و فروع کو ترتیب دین۔

باب اوّل

نفسِ اجتماعی کی تشریح و تمثیل

فصلِ اوّل

جماعت کے ممیزاتِ عمومی۔ قانونِ وحدتِ فکری

علمائے نفسیات کی اصطلاح میں جماعت کی کیا تعریف ہے، کثیر التعداد افراد کا اجتماع تشکیلِ جماعت کے لیئے کافی نہیں ہے جن افراد سے جماعت کی تشکیل ہوتی ہے ان کے افکار و مشاعر میں اتحاد پیدا ہو جاتا ہے اور اُنکی شخصیتیں معدوم ہو جاتی ہیں۔ جماعت ہمیشہ ایک کیفیت نیم شعوری سے مغلوب رہتی ہے۔ حالت اجتماع میں کیفیت شعوری معدوم ہو جاتی ہے، اور کیفیت نیم شعوری کا غلبہ ہوتا ہے۔ قوت عقلیہ انحطاط پذیر ہو جاتی ہے اور احساسات میں تغیر عظیم ہو جاتا ہے۔

حد یا احساسات کے حس و قبح کا اندازہ اُن افراد کی حالتوں کے اعتبار سے
ہونا چاہیے جن سے جماعت کی تشکیل ہوئی ہے۔ جماعت آسانی سے جماعت
یا افعال ذمیمہ کے جانب مائل کی جاسکتی ہے۔

متعارف معنی کے لحاظ سے جماعت کا اطلاق ہر اس مجمع پر ہوتا ہے جو چند افراد پر مشتمل ہو، گو ان افراد کی جنسیتین مختلف اور انکے اجتماع کے اغراض جدا جدا ہون۔ لیکن علم نفسیات کے نقطۂ نظر سے اِس لفظ کا اطلاق ایک بالکل مختلف معنی پر ہوتا ہے۔ مجامع کی بعض صورتین ایسی ہوتی ہین کہ مجمع کی تشکیل جن افراد سے ہوتی ہے انکی ذاتی حیثیتین اور انفرادی شاعر و احساسات ایک غرض اصلی اور مقصد وحید کے اندر بالکل فنا ہوجاتے ہیں اور پورے مجمع پر ایک خاص حالت اور کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اسوقت اس مجمع کی حالت دیگر مجامع سے مختلف ہوتی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِس مجمع کے افراد مین وقتی طور پر ایک عام روح پیدا ہوجاتی ہے، اِس حالت پر پہونچکر افراد کا یہ مجموعہ ایک خاص اجتماعی صورت اختیار کرلیتا ہے، جس کے لیے مجھے زبان مین "مجامع نفسیہ" یا "مجامع منظمہ" سے زیادہ موزون نام نہین ملا۔ اب یہ جماعت چونکہ ایک ذات بنجاتی ہے، اسلیے "ناموس وحدت فکری" کی مطیع ہوجاتی ہے۔

غرض تقریر بالا سے واضح ہوگیا کہ علماے نفسیات کی اصطلاح مین جماعت کا اطلاق ہمیشہ اُن مجامع پر ہوتا ہے جنپر "ناموس وحدت فکری" مع اپنے دیگر فروع و لوازم کے مؤثر اور عامل وحید ہو اور اگر کسی وسیع سرزمین پر ہزار آدمی بلا کسی خاص مقصد کے عارضی طور پر جمع ہوجائین، تو وہ علم النفس کی اصطلاح مین جماعت نہ شمار کیے جائینگے

بلکہ علمی اصطلاح کی بناء پر جماعت کی تشکیل کے لیے خاص مُوثرات کی ضرورت ہوتی ہے جن کی تشریح مین آگے چلکر کرونگا۔

پس ذی شعور ذات کا معدوم ہوجانا، اور احساسات کا جماعت کے مقصد وحید کے اندر فنا ہوجانا، علم النفس کے نقطۂ نظر سے، جماعت کے یہ دو اصلی وصف ہین۔ لیکن ان اوصاف کے نمودار ہونے کیلیے یہ ضروری نہین کہ بہت سے لوگ ایک جگہ اکٹھا ہون، بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جماعت نفسیہ کے یہ اوصاف ہزارون آدمیون مین پائے جاتے ہین جو اِدھر اُدھر منتشر ہوتے ہیں، اور ساری قوم مین کوئی زبردست واقعہ ایسا پیش آتا ہے جو اُنکے دلون پر کوئی سخت اثر پیدا کردیتا ہے۔ پس اگر وہ اتفاقیہ طور سے جمع ہوگئے اور انکے قلوب اِس اثر سے متاثر ہین تو اُسی وقت وہ جماعت کا جامہ پہن لین گے۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جماعت صرف دس آدمیون سے مرکب ہوتی ہے، اور کبھی سَو آدمیون پر بھی، جو اتفاقاً کہین جمع ہوگئے ہون، جماعت کا اطلاق نہین ہوتا، کبھی پوری قوم جماعت ہوتی ہے جب کہ قوم کے تمام افراد کسی ایک اثر سے متأثر ہو رہے ہون، گو انکا ظاہری اجتماع نہو۔

پھر جب کسی جماعت کی تشکیل ہوجاتی ہے تو اس مین دو قسم کے مخصوص اوصاف پیدا ہوجاتے ہین:-

۱ - ایک وہ جو عموماً تمام جماعتون مین وقتی طور پر پائے جاتے ہین۔ یہ اوصاف اِس قدر صاف اور کھلے ہوے ہوتے ہین کہ انکا شمار ہر شخص آسانی سے کرسکتا ہے، اور

۲ - دوسرے وہ اوصاف جو اُن افراد کے لحاظ سے جنپر جماعت مشتمل ہے، ہر جماعت مین مختلف ہوتے ہین اور یہ اوصاف بعض اوقات جماعت کی قوت مدرکہ پر بھی اثر کرتے ہین۔ اس بنا پر یہ ممکن ہے کہ ہم مختلف انواع پر جماعت کی تقسیم کرین اور ہم آگے چلکر جب اس تقسیم کو

بیان کرینگے، تو اس موقع پر یہ بھی بیان کر دینگے کہ وہ جماعتین جو مختلف عناصر سے مرکب ہوتی ہین اور وہ جنکی تشکیل متشابہ عناصر سے ہوتی ہے (مثلاً خاندان - گروہ - ذاتین) ان دونون مین چند عام اور جامع اوصاف پائے جاتے ہیں جو انھین کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین، اور بعض اوصاف وہ ہوتے ہین جن سے باہم ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے

لیکن قبل اسکے کہ ہم جماعت کے اقسام سے بحث کرین، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے اُن اوصاف کی تشریح کر دین جو ہر جماعت مین مشترک طور پر پائے جاتے ہین۔ اس مین یہ فائدہ ہے کہ جس طرح علمائے طبعیات پہلے اُن خواص اور اوصاف سے بحث کرتے ہین جو ایک جاندار کے تمام افراد مین پائے جاتے ہین۔ پھر اسکے بعد وہ ان اوصاف کا ذکر کرتے ہین جو اس جاندار کے انواع واصناف مین امتیاز پیدا کرتے ہین، اسی طرح ان علماء کی اتباع مین نفسیات مین بھی پہلے اُن اوصاف کی تشریح ہوجائیگی جو ہر جماعت مین بالاشتراک پائے جاتے ہین پھر ان اوصاف کی وضاحت کر دیجائیگی جو ہر ہر قسم کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین اسطرح علم نفسیات جماعت علم طبعیات کے پہلو بہ پہلو رہیگا۔

لیکن جب ہم جماعتون کے اوصاف کی باریک اور دقیق تشریح کرنا چاہتے ہین، تو چند مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بڑی مشکل تو یہ ہے کہ جماعت جن افراد پر مشتمل ہوتی ہے انھین کے اوصاف عمومی اور کیریکٹر کو متعین کرنا بڑا دقت طلب کام ہے حالت یہ ہے کہ خود افراد کی زندگی کچھ اس طرح بے ثبات واقع ہوئی ہے کہ افسانون اور قصون کے اندر تو خیر، ان کے کیریکٹر مین ہمین کوئی تغیر نہین نظر آتا، لیکن چونکہ انسان کے قوائے مدرکہ مین یہ استعداد موجود ہے کہ ماحول اور گرد وپیش مین تغیر واقع ہونے پر اسکے کیریکٹر مین تغیر ہوجائے، اس لیے، اسکی زندگی بے ثبات اور ناپائدار حوادث اور کیریکٹر کا مجموعہ ہوتی ہے اور ماحول مین کسی نئے تغیر کے وقوع پذیر ہونے پر اسکے کیریکٹر مین ایک انقلاب

ہو جاتا ہے انقلاب فرانس کے موقع پر ہم نے بہت سے لوگون کو دیکھا ہے جو حالت امن
مین نہایت صلح پسند تھے لیکن وہ اس موقع پر خوفناک درندون کے مانند ہو گئے۔ پس
جب افراد کے کیریکٹر کی ناپائداری کا یہ حال ہے تو جماعت کے کیریکٹر کو متعین کرنا تو بہت مشکل
ہے، بالخصوص جبکہ جماعت کے نظام مین اُن قبائل اور خاندانون کے اختلاف کی بناء پر
جن سے جماعت کی تشکیل ہوئی ہے، اختلاف ہوتا رہتا ہے، نیز یہ قبائل جن موثرات سے
اثر پذیر ہوتے ہین وہ بھی مختلف قسم کے ہوتے ہین۔

پس چونکہ یہ ناممکن ہے کہ ہم جماعت کے اوصاف اور کیریکٹر کی ایسی تشریح کرین جو
ہر قسم کی جماعت پر صادق آسکے اسلیے ہم ان جماعتون کو لیکر جنکا نظام مکمل ہو چکا ہے
جماعتون کے اوصاف عمومی سے بحث کرینگے، اور گو اس صورت مین صرف انھین اوصاف
کا حال معلوم ہو سکے گا جو جماعتون مین کبھی کبھی پائے جاتے ہین، اور ان اوصاف کا حال
معلوم نہ ہوگا جو غیر تغیر پذیر ہین، لیکن اگر یہ پیش نظر کر لیا جائے کہ وہ جماعت جسکا نظام
مکمل ہو چکا ہے، اُسمین ان اوصاف عمومی کے ساتھ ساتھ جو تمام جماعتون مین پائے جاتے ہین
بعض خاص اور نئے اوصاف بھی ہوتے ہین جو دیگر جماعتون مین نہین ہوتے اور یہی
جماعت "ناموس وحدت فکری" کے تابع ہوتی ہے، غرض مکمل صورت مین جماعت کا
اطلاق اسی جماعت پر ہو سکتا ہے، تو اُس وقت یہ بالکل صاف ہو جائے گا کہ ہم نے
اِس قسم کی مکمّل جماعت کو دیگر جماعتون کے اوصاف عموعی کی تشریح کرنے کے لیے نظیر
کیون قرار دیا ہے۔

پھر جماعت کے اوصاف عمومی مین بعض وہ اوصاف ہین جو جماعت کے ساتھ ساتھ
افراد منتشرہ مین بھی پائے جاتے ہین، اور بعض ایسے ہین جو جماعت کے ساتھ خاص ہوتے ہین

اور افراد مین نہین پائے جاتے، لیکن چونکہ جماعت کے ان اوصاف کو جو اُسی کے ساتھ خاص ہوتے ہین اہمیت حاصل ہے، اِسلیے ہم پہلے انہی اوصاف کو بیان کرینگے۔

جماعتون کو جن باتون مین امتیاز ہوتا ہے، انمین سب سے اہم بات یہ ہے کہ جماعت مین ایک عام روح ایسی پائی جاتی ہے جسکی بدولت اسکے ہر ہر فرد سے جو اعمال سرزد ہوتے ہین یا ہر ہر فرد اس حالت مین جو کچھ سمجھتا بوجھتا ہے، وہ اُسکے خلاف ہوتا ہے، جو حالت انفراد مین وہ سمجھا بوجھا یا کرتا تھا۔ غرض افراد کے بعض مشاعر اور خیالات ایسے ہوتے ہین جو صرف اسوقت قوت سے فعل مین آتے ہین، جب وہ جماعت کے اندر شامل ہو کر جماعت مین اپنے تئین فنا کر دیتے ہین، اور یہ مشاعر و خیالات اُن مشاعر و خیالات سے بالکل الگ ہوتے ہین جنکا ظہور حالت انفرادی مین ہوتا ہے۔ پس مختصر طور پر جماعت اس ذات کا نام ہے جو مختلف عناصر و افراد سے اِس طرح مرکب ہوئی ہو کہ اسکا کوئی جزو اپنی حالت پر برقرار نہ رہا ہو، بالفاظ دیگر، جماعت اُس نفس ذاتی کا نام ہے جسکا نظام طبعی مختل ہو گیا ہو لیکن اگر جماعت کی اِس حالت کو کسی تشبیہ سے سمجھنا چاہو، تو اپنے جسم کے اُن خلایا اور جراثیم کی حالت پر غور کرو جنکی باہمی ترکیب سے تمھارا جسم پیدا ہو گیا ہے دیکھو، ان جراثیم اور خلایا مین سے ہر ہر خلیہ اپنی انفرادی حالت مین کس طرح ایک دوسرے سے مختلف تھا، لیکن باوجود اسکے جب یہ باہم مخلوط ہو گئے تو ان کی باہمی ترکیب سے تمھارا جسم مُشکّل طور پر پیدا ہو گیا، جس کے ذاتی اوصاف ان خلایا کے اوصاف سے بالکل مختلف ہین پس ہربرٹ اسپنسر جیسے نکتہ رس عالم کی راے کے خلاف ہماری راے یہ ہے کہ وہ عناصر و افراد جن سے جماعت کی تشکیل ہوتی ہے، ان مین کوئی قدر مشترک وصف ایسا نہین ہوتا جو سب پر غالب آجاتا ہو، بلکہ جماعت مین جو کچھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مخلوط کیفیت اور

جدید اوصاف پیدا ہو جاتے ہین، یعنی ہمارے نزدیک، جماعت کی حالت جواہر کیمیا وییہ کی ایسی ہے کہ جب دو جوہرون کو باہم مخلوط کردو تو ان کے اجتماع سے ایک نیا جسم پیدا ہو جائیگا جسکے خواص اُن خواص سے بالکل مختلف ہونگے جو ہر ہر جوہر کے تھے۔ پس جماعت مین بھی، افراد کے مخلوط ہونے کی وجہ سے اِسی قسم کے نئے اوصاف اور خواص پیدا ہو جاتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ کسی فرد کی اجتماعی اور انفرادی حیات کا فرق آسانی سے نظر آجاتا ہے۔ البتہ اِس بات کا سبب ذرا مشکل سے سمجھ مین آتا ہے کہ یہ فرق کیون پیدا ہو گیا؟

لیکن اگر قاعدۂ ذیل کسی شخص کے پیش نظر رہے تو اس فرق کا سبب بھی دریافت کرنا مشکل نہین۔ وہ قاعدہ جسکو زمانۂ حال کے علمائے نفسیات نے مشاہدہ سے ثابت کیا ہے یہ ہے کہ جسطرح جسمانی حیات کیفیات نیم شعوری کے ایک بڑے حصہ پر مشتمل ہوتی ہے اسیطرح انسان کی حیات نفسی کا بھی بڑا حصہ کیفیات نیم شعوری کے ماتحت رہتا ہو اور انسان کی حیات نفسی کیفیات نیم شعوری کے مقابل مین کیفیات شاعرہ پر بہت کم مشتمل ہوتی ہے بلکہ ہمارے وہ اعمال وافعال جن کے متعلق ہم یقین کرتے ہین کہ ہمارے ارادہ سے صادر ہوئے ہین وہ بھی درحقیقت اُن کیفیات نیم شعوری کے معلول ہوتے ہین جو ہم مین تاثیر وراثت سے پیدا ہوتی ہین اور کیفیات نیم شعوری کا یہ مجموعہ ہمارے آبائی روایات اور تقلیدات پر مشتمل ہوتا ہے جن سے روح جماعت کی ترکیب ہوتی ہے۔ پس ہمارے ارادی افعال کے پیچھے ایسے اسباب ہوتے ہین جن مین ہمارے ارادہ کو بالکل دخل نہین ہوتا، اور ان کی آڑ مین بہت سے ایسے اسباب ہوتے ہین جو ہماری نظر سے پوشیدہ رہتے ہین۔ غرض ہمارے وہ افعال واعمال جو ہم سے روزمرہ بالقصد وبالارادہ صادر ہوتے ہین، وہ بھی ایسے مخفی اسباب کے معلول ہوتے ہین جو بالکل ہماری نظر وفہم سے دور رہتے ہین۔ پس ایک قبیلہ اور ایک قوم کے تمام افراد اُن کیفیات نیم شعوری مین برابر کے

حصّہ دار ہوتے ہین جن سے اُس قوم یا قبیلہ کی روح کی تکوین ہوتی ہے۔ لیکن ان افراد کو باہم امتیاز جو ہوتا ہے وہ اُن کیفیات شعوری کی بناء پر ہوتا ہے، جو کسی مخصُوص تربیت و تعلیم یا استثنائی وراثت کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہون۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قوم کے وہ افراد جو عقل و فہم اور دماغی خصوصیات مین مختلف درجہ کے ہوتے ہین، یعنی جن کی حیات شعوری ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتی ہے، ان کے میلانات، جذبات اور مشاعر مین ہمرنگی پائی جاتی ہے یعنی ان کی حیات نیم شعوری مین کسی طرح کا تفاوت نہین ہوتا ہے بلکہ قوم کا وہ طبقہ بھی جو بلحاظ علم و فضل کے ممتاز ہوتا ہے، طبقۂ عوام سے اُن امور مین جن کا تعلق شعور سے ہے (مثلاً دین اور سیاست وغیرہ) بالکل مختلف نہین ہوتا۔ ایک ریاضی دان اور ایک بوٹ فروش کے مابین گو عقلی حیثیت سے کتنا ہی تفاوت ہو، لیکن انکے طبائع میلانات اور جذبات مین یا تو بالکل تفاوت نہین ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے۔

افراد کی طبیعتون کا یہ حصّہ جو نیم شعوری کیفیت کا محکوم ہوتا ہے پوری جماعت پر حاوی ہوتا ہے اور اسکے تمام حرکات و سکنات مین پیش پیش رہتا ہے۔ اسی کی بدولت جماعت مین آکر افراد کی عقلی خصوصیتین ماند پڑجاتی ہین ان کی تخصیتین جماعت کی روح کے آگے فنا ہوجاتی ہین۔ جماعت کی عمومی خصوصیتون کے آگے افراد کی انفرادی خصوصیتین شکست کھاجاتی ہین اور حیات شاعرہ پر حیات نیم شعوری کا غلبہ ہوجاتا ہے۔

پس چونکہ جماعت سے جو افعال سرزد ہوتے ہین وہ اسکی حیات نیم شعوری کے معلول ہوتے ہین، اسلیے یہ راز بھی ہمپر کھُل جاتا ہے کہ جماعت سے کسی وقت وہ کام نہین ہوسکتے جن کے لیے فکر بلند اور عقل راسخ کی ضرورت ہوتی ہے، یہانتک کہ وہ جماعت جو عقلمند لوگون پر مشتمل ہوتی ہے، اور وہ جسمین غیر تعلیم یافتہ اور احمق لوگ شامل ہوتے مین

ان دونون جماعتون سے کسی امر کے متعلق جو فیصلے صادر ہوتے ہین ان مین باہم کوئی فرق نظر نہین آتا، اور اِس کی وجہ یہی ہے کہ جماعت مین شامل ہوکر ان عقلمند اور تعلیم یافتہ لوگون سے جو افعال سرزد ہوتے ہین وہ جماعت کے اوصاف عامہ اور کیفیت نیم شعوری کے معلول ہوتے ہین، جنمین وہ اور عام لوگ دونون مساوی اور برابر کے حصہ دار ہین۔ اِسلیے، جماعت پر جس چیز کا غلبہ ہوتا ہے وہ ذکاوت اور علم نہین ہے بلکہ جہالت اور حماقت ہے' اور عموماً یہ جو سمجھا جاتا ہے کہ والٹر سے زیادہ ایک مجمع کی راے صائب ہوگی، غلط ہے، بلکہ تنہا والٹر کی راے مجمع کی راے سے زیادہ صائب ہوتی ہے، مجمع عقلمند نہین ہوتا، بلکہ والٹر اِس مجمع سے زیادہ عقلمند ہے جس کا وہ ایک فرد ہے۔

لیکن اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوپر کی تقریر سے تو یہ معلوم ہوا کہ جماعت کے ہر ہر فرد سے جو اعمال صادر ہوتے ہین وہ کیفیت نیم شعوری اور جماعت کے اُن اوصاف سے متاثر ہوکر سرزد ہوتے ہین جو کل افراد مین مشترک طور پر یکسان پائے جاتے ہین، اور اسکا صاف نتیجہ صرف یہی ہے کہ جماعت مین کوئی نئے اوصاف نہین ہوتے، بلکہ ایک مشترک وصف ہوتا ہے جو تمام افراد مین یکسان طور پر پایا جاتا ہے جیسا کہ اسپنسر کا مذہب ہے۔ پھر یہ جدید اوصاف جنکا تذکرہ بار بار اوپر ہو چکا ہے کہان سے اور کیونکر پیدا ہوتے ہین؟ یہی سوال ہے جسکا جواب مین ذیل مین نہایت تفصیل کے ساتھ دونگا۔

بات یہ ہے کہ یہ جدید اوصاف جو جماعت کی تشکیل کے وقت افراد مین پیدا ہوجاتے ہین اور جن کا وجود حالت انفرادی مین نہین ہوتا، جماعت مین ان کے پیدا ہوجانے کے متعدد اسباب ہوتے ہین:۔

(۱) سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ کوئی فرد جب جماعت میں شامل ہوتا ہے تو اسمین اس قسم کی شجاعت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے کہ جن افعال کے ارتکاب سے وہ حالت انفرادی مین ہچکچاتا تھا اب ان کے کر بیٹھنے کی، صرف وہ جرأت کرنے لگتا ہے، بلکہ چونکہ جماعت مین داخل ہوکر افراد سے ان کے اعمال وافعال کی مسئولیت بالکل اٹھ جاتی ہے، اسلیے جماعت کا ہر ہر فرد مسئولیت سے بیخوف ہو کر ایسے افعال کے ارتکاب کی جرأت کر بیٹھتا ہے جن سے مسئولیت کا خوف حالت انفرادی مین، اسکو باز رکھتا تھا۔

(۲) دوسرا سبب جسکی بدولت جماعت مین جدید اوصاف پیدا ہوتے ہین، یہ ہے کہ جس اثر سے کوئی ایک فرد متاثر ہوتا ہے، اسکا تعدیہ تمام افراد مین ایکبارگی ہو جاتا ہے اور اُس اثر سے تمام افراد ایکدم اثر پذیر ہو جاتے ہین۔ تعدیۂ اثر ایک ایسی چیز ہے جسکے علل واسباب کا بتانا مشکل ہے۔ ہان یہ کہا جاسکتا ہے کہ تعدیۂ اثر مسمریزم کی طرح ایک عجیب مؤثر شئے ہے، کہ ہر فرد اُس سے اثر پذیر ہوکر اپنے ذاتی اور شخصی مصالح کو اجتماعی مصالح پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جو انسانی فطرت کے خلاف ہے اور انفرادی حالت مین کوئی انسان اس جذبہ کا محکوم نہین ہوسکتا۔

(۳) تیسرا سبب جو سب سے زیادہ اہم ہے، اور جس کی بدولت جماعت مین جدید اوصاف پیدا ہوتے ہین، اثر پذیری کی استعداد ہے جو ہر انسان مین پائی جاتی ہے اِس استعداد اور قابلیت کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے ہمین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہان وظائف اعضائے انسانی کے متعلق بعض اُن اکتشافات کا ذکر کرین جو حال مین تحقیق کیے گئے ہین۔ ایک بڑی تحقیق، جو حال مین ظاہر ہوئی ہے، یہ ہے کہ:-

(۱) ہر انسان مین یہ استعداد پائی جاتی ہے کہ مختلف ذرائع سے اگر اسکے شعور اور

حس پر اثر ڈالا جائے، تو اسکے اعصاب حسی گویا سُن ہوجاتے ہین، اور وہ ہر اُس بات کی تعمیل کرنے لگتا ہے جس کا اسے حکم دیا جائے۔ یہی استعداد ہے جس کی بنا پر ہر ہر انسان سے، بعض اوقات، ایسے افعال صادر ہونے لگتے ہین جو اس کے معمولی کیریکٹر کے خلاف ہوتے ہین۔

(۳) لیکن تجربہ سے تحقیق کیا گیا ہے کہ نیم شعوری اور اثر پذیری کی یہ استعداد جو انسان کی انفرادی زندگی کا ایک خاصہ ہے، اسوقت زیادہ قوت پکڑتی ہے، جب کوئی فرد جماعت مین شامل ہوجاتا ہے، یہانتک کہ اسوقت اسکی حالت قریب قریب اُس شخص کے مماثل ہوتی ہے جو مسمریزم کے عمل سے معمول کیا گیا ہو۔ مسمریزم کے عمل کا اثر معمول پر جو کچھ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ معمول کے دماغی اعصاب سُن ہوجاتے ہین۔ اور وُہ حیات نیم شعوری کے تابع ہو کر عامل کے احکام کی تعمیل کرنے لگتا ہے، اس کی حیات شعوری پر حیات نیم شعوری کا غلبہ ہوجاتا ہے، اور ارادہ مفقود، اور تمیز و حس کی قوت معدوم ہوجاتی ہے، اور اسکے افکار و مشاعر اس خاص دائرہ کے اندر محدود ہوجاتے ہین جو عامل نے اسکے لیے کھینچ دیا ہو۔

قریب قریب یہی حالت افراد کی اسوقت ہوتی ہے جب وہ جماعت مین شامل ہوجاتے ہین۔ اسوقت ان کو اپنے افعال کا شعور بالکل نہین باقی رہتا اور چونکہ وہ اپنے بعض مخصوص اوصاف سے معرا ہوجاتے ہین، اِس لیے اب ان مین اُن کی جگہ پر بعض دوسرے اوصاف پیدا ہوجاتے ہین۔ جماعت مین افراد کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ گویا اُن پر مسمریزم کا عمل کردیا گیا ہے، اور اب وہ اُن احکام کی تعمیل کر رہے ہین جو جماعت کی جانب سے اُن کو دیے جائین، بلکہ اطاعت و انقیاد اور اثر پذیری کا یہ مادہ جو جماعت کے اندر

شامل ہوکر افراد مین پیدا ہو جاتا ہے، اُس مادہ سے بہت زیادہ ہوتا ہے جو مسمریزم کے معمول مین ہوتا ہے۔ جماعت کا ہر فرد جماعت کے طلسم سے مسحور ہوکر اپنے دوسرے ساتھی پر وہی اثر کرتا ہے جو خود اسیر ہوا ہے، یہانتک کہ اس باہمی تفاعل سے ہر فرد پر ایک بیخودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہو اور بڑھتے بڑھتے یہ اثر اُس اثر سے بڑھجاتا ہے جو مسمریزم کے معمول پر پڑتا ہے، اور یہ اثر اتنا قوی ہوتا ہے کہ بہت کم لوگ اسکی مقادمت کر سکتے ہین البتہ اگر اسکی مقادمت ہوتی بھی ہے تو اسوقت جبکہ ایک غرض سے دوسری غرض کے جانب جماعت کو ملتفت کرنا منظور ہو۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دفعةً کوئی مبارک خیال جماعت کے ذہن مین آیا اور یکایک جماعت افعال شنیعہ کے ارتکاب سے باز آگئی

حاصل کلام یہ ہے کہ حیات شاعرہ کی شکست اور حیات نیم شعوری کا غلبۂ اثر پذیری کی بدولت تمام افکار و مشاعر کا ایک مرکز پر اتحاد و اجتماع، اور عمل کی جانب فطری رغبت، یہ اوصاف ہوتے ہین جو جماعت مین شامل ہوکر ہر فرد مین پیدا ہو جاتے ہین، اس حالت مین انسان اپنے ارادہ سے کچھ نہین کرتا، بلکہ اس کی قوت ارادی بالکل سلب ہو جاتی ہے۔

یہی سبب ہے کہ جماعت مین داخل ہوتے ہی انسان تہذیب و تمدن کے اس درجہ سے گرجاتا ہے جسپر حالت انفرادی مین تھا۔ اگر حالت انفرادی مین اسکے اخلاق پاکیزہ اور اسکی عقل پختہ تھی تو اب حالت اجتماع مین آکر اسکے برعکس وہ سادہ لوح، اور شہوات و جذبات کا فرمانبردار بنجاتا ہے، اب اسمین وحشی انسانون کی طرح قساوت، شجاعت اور دلیری، یہ تمام اوصاف پیدا ہو جاتے ہین اگر پہلے وہ الفاظ کے اثر سے مرغوب ہوتا تھا تو اب اسمین، نہ صرف یہی بات پیدا ہو جائے گی کہ وہ الفاظ کے اثر سے جلد مرغوب ہونے لگیگا

بلکہ اب وہ مرعوب ہو کر ایسے افعال کا ارتکاب کر بیٹھے گا جو اس کے ذاتی منافع کے خلاف اور اسکے معمولی کیریکٹر کے عکس ہونگے۔ غرضکہ جماعت کے اندر انسان کی حالت ریگ کے ذرون کے مشابہ ہوتی ہے، کہ ریگ کے ذرون کو ہوا جہان چاہتی ہے اُڑا لیجاتی ہے۔

یہی تمام اسباب ہین جن کے باعث ججون اور جیوریون کی جماعتون سے ایسے ایسے فیصلے صادر ہوتے ہین جو اگر ان مین سے الگ الگ ہر ہر فرد کے سامنے پیش کیے جائین تو وہ اسکی مخالفت کرے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نیابی مجالس ایسے ایسے قوانین پاس کرتی ہین جن کو حالت انفرادی مین مجالس نیابی کا کوئی ممبر تسلیم نہین کر سکتا۔

انقلاب فرانس کے لیڈرون کو دیکھو کہ ان مین سے ہر ایک حالتِ امن مین اپنی اپنی جگہ پر کیسا روشن خیال اور سلیم الطبع تھا، لیکن جب سب یکجا ہو کر ایک جماعت بن گئے، تو افعال شنیعہ کا ارتکاب کرنے لگے، بہت سے ایسے لوگون کو پھانسی پر چڑھایا جو بالکل بے قصور تھے، یہان تک کہ آخر مین ان لوگون نے اپنے ذاتی منافع کا بھی لحاظ نہ کیا اور اپنی عزت اور نیک نامی کے حق سے بھی تنزل اختیار کیا۔

پس حاصل یہ کہ جب افراد جماعت مین شامل ہو جاتے ہین، تو صرف یہی نہین ہوتا کہ ان کا ذاتی استقلال فنا ہو جاتا ہو، بلکہ ان کے افکار و مشاعرین بھی سرے سے انقلاب عظیم ہو جاتا ہے۔ بخیل اسراف پسند، متشکک زود اعتقاد، پرہیزگار بدکار، اور بزدل شیردل بنجاتے ہین ۴ اگست ۱۷۸۹ء کو جب امرا نے اپنے امتیازات اور حقوق سے تنازل اختیار کیا ہے تو اسوقت یہی انقلاب تھا جو ان کے جذبات مین پیدا ہو گیا تھا اور جس کے اثر سے وہ مسحور ہو گئے تھے، حالانکہ اگر حالت انفرادی مین ان سے اسکی درخواست کی جاتی تو

شاید وہ چراغ پا ہوجاتے۔

غرض تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ افراد کی قوت ادراکی گو جماعت کی قوت ادراکی سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے، لیکن افکار و مشاعر اور اُن اعمال و افعال کے لحاظ سے جو جماعتون سے صادر ہوتے ہین، جماعت کی حالت افراد سے مختلف ہوتی ہے، کبھی جماعتین افراد سے زیادہ نیک اور کبھی اُنسے زیادہ بد ہوتی ہین اور یہ اختلاف یا اُن افراد کے طبائع سے پیدا ہوتا ہے جن سے اُنکی تشکیل ہوئی ہے اور یا ان مختلف مہیجات و عوامل سے جو جماعت پر مؤثر ہوتے ہین یہی حقیقت ہے جسکو اُن مصنفین نے نظر انداز کر دیا ہے جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہین یہ بلاشبہہ صحیح ہے کہ جماعتین اکثر اوقات جرائم اور افعال شنیعہ کا ارتکاب کرتی ہین، لیکن دوسرے وقت اُن سے دلیری اور شجاعت کے اوصاف بھی ظاہر ہوتے ہین۔

جماعت کے قائدین جس جانب جماعت کو مائل کرینگے اُسی جانب جماعت مائل ہوگی، اگر تم جماعت کو مجد و فخر نصرت دین، اور اعلاے کلمۃ اللہ کی جانب بلاؤ تو وہ اسی طرح تمھاری صدا پر لبیک کہیگی جس طرح وہ ۱۷۹۳ء مین "حمایت وطن" کی صدا پر لبیک کہکر برسر پیکار ہوگئی تھی۔ پس جماعت کو کسی خیال پر آمادۂ عمل کر دینا تمھارا فرض ہے۔ اگر تاریخ کے صفحات مین جماعت کے اُن کارنامون کو تلاش کرو جو اُسنے حالت سکون و اطمینان مین انجام دیے ہین، تو تمھین اس قسم کا واقعہ ایک بھی نہ ملیگا۔ سکون و اطمینان کو بالائے طاق رکھکر ایک بار نفوس جماعت مین اضطراب و ہیجان پیدا کر دو، پھر دیکھو جماعت کیا کیا گل کھلاتی ہے۔

فصل دوم

جماعت کے حسیات، اخلاق، جذبات

(۱) جماعت کی اثر پذیری، تلون مزاجی، اور غیظ و غضب

جماعت مہیجات اور عوامل خارجیہ کے قابو میں ہوتی ہے، اور وہی اسکے تغیرات کے باعث ہوتے ہین۔ وہ مہیجات جن سے جماعت اثر پذیر ہوتی ہے، اس قدر قوی ہوتے ہین کہ ان کے مقابلہ مین منفعت ذاتی کا جذبہ فنا ہو جاتا ہے۔ جماعت کا کوئی فعل غور و فکر اور ارادہ پر مبنی نہین ہوتا جماعت پر قومی عادات کا اثر۔

(۲) جماعت کی اثر پذیری، اور زود اعتقادی۔

چند عوامل خارجیہ کے اثر کی بنا پر جماعت بعض خیالی باتون کو حقیقت سمجھنے لگتی ہے۔ تمام افراد جماعت کے ذہنون میں ایک قسم کی خیالی اشباح کیون پیدا ہوتی ہین، اور ان کو عالم و جاہل سب یکسان طور پر کیون تسلیم کر لیتے ہین۔ ان اشباح کی بعض مثالین جن سے افراد جماعت اثر پذیر ہوتے ہین۔ یہ بحث کہ جماعت جو شہادتین پیش کرتی ہے، وہ قابل قبول نہین ہوتین۔ یہ بحث کہ کسی واقعہ کی صحت پر متعدد

شہادتوں کا اتفاق اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ کتب تاریخی کی قدر وقیمت۔

(۳) جماعت کی مبالغہ پسندی، اور سادہ لوحی۔

جماعت شک وتردد سے خالی ہوتی ہے اور ہمیشہ یکطرفہ رائے قائم کرتی ہے۔ جماعت کے احساسات اور جذبات ہمیشہ نہایت قوی اور حد سے متجاوز ہوتے ہیں۔

(۴) جماعت کا تعصب، اور قدامت پسندی۔

جماعت مین مذکورۂ بالا اوصاف کے پائے جانے کی وجہ جماعت ہمیشہ اپنے سے قوی شخص کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ فتنہ پردازی کا میلان جو کبھی کبھی جماعت سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس بات کی دلیل نہین ہے کہ وہ قدامت پسند نہین ہوتی۔ جماعت کے احساسات ترقی اور انقلاب کے مانع ہوتے ہین۔

(۵) جماعت کے اخلاق وعادات۔

جماعت کے اخلاق وعادات کبھی افراد کے اخلاق وعادات سے ترقی یافتہ اور کبھی انحطاط پذیر ہوتے ہیں۔ اسکے مختلف اسباب اور امثلہ۔ یہ بحث کہ جماعت کسی منفعت ذاتی کے خیال پر آمادۂ عمل نہین ہوتی، حالانکہ افراد کے اعمال کا بیشتر حصہ اسی خیال پر مبنی ہوتا ہے۔ تہذیب اخلاق میں جماعت کی حالت اور درجہ

فصل سابق مین ہم نے بالاجمال نفس اجتماعی کے خصوصیات کا ذکر کیا تھا۔ اب

اوراق ذیل مین ہم انھین سابق بیانات کو کسی قدر تفصیل اور وضاحت کیساتھ بیان کرینگے۔

جماعت کی بہت سی خصوصیتین، مثلاً قابلیت غیظ و غضب، ضعف عقلی، فقدان ملکہ انتقاد، اور غلبہ جذبات وغیرہ، اکثر ان افراد مین بھی پائی جاتی ہین جن کا نشو ونما مکمل نہین ہوتا، مثلاً عورت، بچہ، مجنون وغیرہ، لیکن یہ بحث کہ یہ اوصاف جو عورتون، بچون اور ناقص الشعور افراد مین پائے جاتے ہین جماعت مین انکا پایا جانا کن اسباب کی بناء پر ہے دائرہ کتاب سے خارج ہے، اسلیے مین اسکو یہان چھیڑنا نہین چاہتا۔ علاوہ برین ان اسباب کے دریافت کرنے کی ان لوگون کو تو بالکل حاجت نہین جو فطری اور ناقص الشعور افراد کے نفسانی حالات سے بخوبی واقف ہین اور جنکو اس قسم کے افراد کی نفسانی حالتون کا بالکل علم نہین وہ اِس بحث سے کوئی مفید نتیجہ نہین اخذ کر سکتے۔

پس اب ہم ذیل مین اُن اوصاف کی تشریح کرتے ہین جو اغلبًا تمام جماعتون مین پائے جاتے ہین۔

(ا)

جماعت کی تلون مزاجی قابلیت غیظ و غضب

ہم نے پہلے جہان جماعت کے خصوصیات امتیازی کا ذکر کیا تھا وہان یہ بھی بیان کیا تھا کہ اسکے اعمال کا بیشتر حصہ کیفیات نیم شعوری کا معلول ہوتا ہے اور اس کے اعمال و افعال مین نخاع کی تاثیر دماغ کی تاثیر سے بہت زیادہ ہوتی ہے، یعنی حالتِ اجتماع مین افراد پر بجاے کیفیت شعوری کے کیفیت نیم شعوری کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ خصوصیت ایسی ہے جسین جماعت کے ساتھ وحشی انسان اور ناقص الشعور افراد بھی شریک ہین۔ اِس بناء پر

وہ افعال جو جماعت سے صادر ہوتے ہین بعض اوقات گو تقیدی حیثیت سے کامل ہوتے ہون، مگر چونکہ عقل کو اسکی رہنمائی مین بالکل دخل نہین ہوتا، اس لئیے افراد جماعت کے دائرہ مین آکر اُن مؤثرات کی اطاعت کرنے لگتے ہین جو ان کو عمل کی جانب مائل کر رہے ہون۔ پس جماعت ہمیشہ ان مہیجات وعوامل کی قید مین مقید رہتی ہے، اور اُن مؤثرات خارجیہ کے سامنے سر نیاز جھکاتی ہے جو وقتاً فوقتاً اسپر اپنا اثر ڈالتے اور اسکے تقلبات وتغیرات کے باعث ہوتے ہین۔ ہان اگرچہ افراد کی حیات مین بھی اکثر یہی سانحہ پیش آتا ہے، اور وہ بھی مؤثرات کے حلقہ مین چارون طرف سے گھر جاتے ہین، لیکن ان کی عقل ان کو مضرات سے آگاہ کرتی رہتی ہے، اس لیے، وہ کبھی مؤثرات کے دام مین نہین پھنستے یہی بات ہے جسکی بنا پر علم وظائف اعضاء کے ماہرین نے یہ کلیہ قائم کیا ہے کہ افراد اپنے اعصاب کو قابو مین رکھ سکتے ہین اور جماعت نہین رکھ سکتی۔

لیکن وہ مؤثرات اور عوامل خارجیہ جن سے جماعت اثر پذیر ہوتی ہے چونکہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہین، اس لیے جماعت کے اعمال وافعال مین بھی تنوع ہوتا رہتا ہے۔ موثرات کے اسی اختلاف وتنوع کے باعث کبھی جماعت مجسمۂ رحمت بن جاتی ہے اور کبھی پیکر قہاریت، کبھی بزدلی کا اظہار کرتی ہے اور کبھی میدان عمل مین شجاعت کے ساتھ اقدام کرتی ہے۔ لیکن باوجود اسکے وہ ہمیشہ اس طرح حد سے گزر جاتی ہے کہ کبھی منافع ذاتیہ حتی کہ حفظ ذات کے جذبہ سے بھی، متاثر نہین ہوتی اور چونکہ جماعت کے مؤثرات مختلف قسم کے ہوتے ہین اور وہ ہر ایک سے برابر اثر پذیر ہوتی ہے، اس لیے، اسکے اعمال وافکار مین ہمیشہ انقلاب ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تم نے دیکھا ہوگا کہ جماعت دردناک سے دردناک کام کو چھوڑ کر یکبارگی شفقت آمیز کام

کو انجام دینے لگتی ہے ؛ ایک وقت جماعت سے قساوت قلبی اور بیرحمی کے افعال ظاہر ہوتے ہین، تو دوسرے وقت وہ نہایت نرم دل اور انصاف پسند بنجاتی ہے - دنیا مین جب کبھی مذاہب کی تائید کے لیے خونریزی ہوئی ہے، تو جماعت ہی نے اسکا بیڑا اٹھایا ہے جماعت کی اس قوی طاقت کا اندازہ کرنے کے لیے ہمین دور جانے کی ضرورت نہین کچھ زمانہ بیشتر ایک بغاوت کے دوران مین جماعت نے جو جو کارہائے نمایان انجام دیے ہین اور جن کی بدولت ایکبارگی ایک جنرل نے ایک نمایان شہرت حاصل کی ہے، وہ ابھی کی بات ہے - اگر یہ جنرل اپنی صدا بلند کرتا، تو لکھوکھا آدمی اُس کی مدد کے لیے جان دینے پر آمادہ ہوجاتے[ل]

یہی بات ہے کہ جماعت سے کوئی فعل بالقصد وارادہ صادر نہین ہوتا، اور گو اسکا میلان تمام متناقض مشاعر کے جانب ہر دم ہوتا رہتا ہے، لیکن ہمیشہ وہ اسی شعور سے اثر پذیر ہوتی ہے جس نے وقت فعل کے اُسپر غلبہ پالیا ہو - اِس بارے مین جماعت کی حالت درختون کے پتون سے کسقدر ملتی جلتی ہے، کہ جب تند ہوا چلتی ہے تو پتے پراگندہ ہوجاتے ہین اور جب فضا مین سکون طاری ہوتا ہے تو پھر وہ ٹھہر جاتے ہین - ہم آگے چلکر جہان جماعت کی اثر پذیری سے بحث کرینگے وہان اِس قسم کی مثالین بکثرت پیش کرینگے -

---

ل غالبًا مؤلف کا اشارہ جنرل بولنگر کی جانب ہے جو گذشتہ صدی مین ایک مشہور فرنچ کمانڈر تھا - لوگ اسقدر اُس کے شیفتہ ہوگئے تھے کہ آخرکار وہ فتنۂ وفساد کے خوف سے تمام عام مجامع اور مجالس سے کنارہ کش ہوگیا - اگر وہ کچھ زمانہ اور زندہ رہتا تو ایک بار پھر نپولین کے زمانہ کا نقشہ لوگوں کی آنکھوں میں پھرجاتا اور فرنچ افواج اسکی ماتحتی میں ایکبار پھر اندازہ سے زیادہ کارہائے نمایان انجام دیتین -

(مترجم)

جماعت کی اسی متلون المزاجی کی بدولت اسپر قابو پانا اور اسکی قیادت کرنا سخت مشکل ہے، خصوصاً اس حالت مین جب اسکو تھوڑا سا تسلط حاصل ہوگیا ہو یہانتک کہ اگر روزانہ زندگی کے ضروریات پوشیدگی کے ساتھ نظام قائم نہ رکھین، تو نیابی حکومتون کا قیام بھی دشوار ہوجائے، کیونکہ جس طرح جماعت سرعت سے کسی بات کا ارادہ کرلیتی ہے اسی طرح سرعت کے ساتھ اِس ارادہ سے عدول بھی کرجاتی ہے، اور جس طرح وہ طویل مدت تک غور وفکر کی زحمت نہین برداشت کرسکتی، اسی طرح اِس کا ارادہ بھی وقتی اور آنی ہوا کرتا ہے۔

لیکن جماعت کا خاصۂ امتیازی صرف یہی نہین ہے کہ وہ ازحد متلون مزاج اور اثر پذیر ہوتی ہے، بلکہ باوجودان اوصاف کے وہ ایک وحشی انسان کی طرح اپنے ارادہ کے درمیان کسی چیز کا حائل ہونا بھی گوارا نہین کرتی اور اس ناگواری کے احساس مین جو بات اِسکی مساعدت کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ کثرت افراد کی بناء پر اسکو بے انتہا طاقت کا شعور پیدا ہوجاتا ہے، اور جماعت مین شامل ہوکر افراد کے ذہنون سے " ناممکن" اور " محال" کا خیال بالکل نکلجاتا ہے۔ انفرادی حالت مین ایک شخص کسی محل مین آگ لگا دینے کے خیال سے ہچکچائیگا، اور اگر وہ اس فعل پر مجبور کیا جاے تو وہ اسکی مقاومت کریگا اور اُس سے اِس فعل کا کبھی صدور نہوگا۔ بخلاف اسکے، جب وہ جماعت مین شامل ہوجاتا ہے، تو پہلے سے بے انتہا طاقت کا احساس کرنے لگتا ہے اور کثرت تعداد کے خیال سے شجاع بن جاتا ہے یہانتک کہ وہ اپنے ارادہ مین اسقدر مضبوط ہوجاتا ہے، کہ اگر اسکے راستہ مین مشکلات حائل ہوتی ہین، تو وہ سختی سے ان کا مقابلہ کرتا ہے۔ انسان کی جسمانی حالت اگر ابدی غصہ کی متحمل ہوتی، تو ہم کہتے کہ جماعت کی طبعی حالت دائمی غصہ ہے۔

لیکن، باوجود اسکے، یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جماعت کے مذکورہ بالا اوصاف یعنی تلون مزاجی، اثر پذیری، اور قابلیت غیظ و غضب وغیرہ پر قبائل کے اُن موروثی خصائص کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو ہمارے تمام اعمال و افعال کی بنا ہوتے ہین، اور گو یہ ضرور ہے کہ ہر جماعت مین کم و بیش اثر پذیری اور تلون مزاجی کی قابلیت پائی جاتی ہے لیکن اقوام کے موروثی خصائص کے اختلاف و تنوع کی بنا پر جماعت کی اِن خصوصیتون مین بھی تفاوت درجات ہوتا ہے۔ بعض قومین اپنے موروثی خصائص کی بنا پر بے انتہا متلون مزاج ہوتی ہین اور بعض قومون مین تلون کا اثر کم پایا جاتا ہے مثال کے طور پر لاطینی، اور سکسن انگلش قومون کو لو۔ لاطینی قوم عورتون کی طرح اسقدر متلون مزاج اور اثر پذیر واقع ہوئی ہے کہ ایک ذرا سی بات پر ساری قوم مین غیظ و غضب کی بجلی دوڑ جاتی ہے۔ بخلاف انگریز قوم کے کہ اسکا پاے ثبات مشکل سے مشکل وقت مین بھی بہت کم لغزش کھاتا ہے۔ ہمین وہ واقعہ خوب یاد ہے جب ایک ٹیلیگرام کی بنا پر جس مین ہمارے سفیر کی فرضی اہانت کا واقعہ مندرج تھا، ہماری قوم مین اسقدر ہیجان پیدا ہوا کہ فوراً ہولناک جنگ برپا ہو گئی۔ اور پھر جب لانگسون مین ہماری فوج کو شکست ہوئی تو اسوقت کے جوش کا کیا پوچھنا تھا، فوراً وزارت مین انقلاب ہو گیا، حالانکہ اُسی زمانہ مین انگریزون کو بمقام خرطوم سخت شکست ہوئی، لیکن انگریزون کے ثبات و عزم کو دیکھو کہ اس واقعہ سے انگریزی راے عام مین نہ کوئی ہیجان پیدا ہوا اور نہ وزارت مین کوئی تغیر واقع ہوا۔

غرض یون تو ہر جماعت عورتون اور ناقص الشعور افراد سے مشابہ ہوتی ہے لیکن لاطینی قومون مین یہ خصوصیت دنیا کی تمام قومون سے زیادہ پائی جاتی ہے، اسیوجہ سے جو شخص

ان قومون کا اعتماد حاصل کرتا ہے، وہ تھوڑی سی مدت مین ترقی پا جاتا ہے لیکن ہمیشہ
اُسے یہ خوف لگا رہتا ہے کہ ایک معمولی قصور کے سرزد ہونے پر اسکی یہ تمام ترقی ملیا میٹ
ہوجائیگی اور وہ اوج رفعت سے گر جائے گا۔

(۲)

اثر پذیری اور زود اعتقادی

جماعت کی تعریف کرتے ہوے ہم نے بیان کیا تھا کہ اسکا مخصوص وصف یہ ہے
کہ اسمین نہایت شدت کے ساتھ اثر پذیری کی استعداد پائی جاتی ہے اور یہ بھی بیان کیا
تھا کہ حالت اجتماع مین تعدیۂ اثر کس طرح وقوع پذیر ہوتا ہے، نیز ہم یہ بھی بیان
کرچکے ہین کہ جماعت کے تمام احساسات و مشاعر کا ایک مرکز پر جو اتحاد و اجتماع ہوتا ہے
اسکا کیا سبب ہے۔ غرض، گذشتہ بیانات سے خوب اچھی طرح واضح ہوچکا ہے کہ جماعت
پر گو اطمینان و سکون کے کتنے ہی آثار طاری ہون، تاہم وہ اپنے خاصۂ اثر پذیری کی
بدولت ہمیشہ اِس بات کے لیے آمادہ رہتی ہے کہ ادھر کوئی مؤثر اُسپر اپنا اثر ڈالے اور
وہ اُسکا اثر قبول کرلے، اور صرف یہی نہین، بلکہ جون ہی اِس اثر کا تعدیہ تمام افراد پر
ہوچکتا ہے، تمام افراد اس اثر سے متأثر ہوکر مشغول کار رہجاتے ہین، پھر افراد کو اس سے
غرض نہین رہتی کہ یہ مقصد جسکے حاصل کرنے کے لیے وہ ایک متاثرانہ شان سے بیتاب نظر
آتے ہین، کس قسم کا ہے، بلکہ وہ اِس اثر سے اِس قدر مسحور ہوجاتے ہین کہ اپنی جان تک
کی پروا نہین کرتے اور جان، مال، دولت، غرض ہر عزیز سے عزیز شے کی قربانی کرنیکے لیے

آمادہ ہوجاتے ہین، یہانتک کہ افراد مین اس آمادگی اور مستعدی کے پیدا کرنے کے لیے اسکی ضرورت بھی نہین ہوتی کہ عقلی استدلال سے اس مقصد کی برتری اور اباحت، یا اسکی قباحت اور حرمت کو ثابت کیا جائے جیسا کہ انفرادی حالت مین ہوتا ہے، بلکہ اس آمادگی اور مستعدی کے پیدا کرنے کا اصلی دارمدار اُس مؤثر کی ذات اور کیفیت تاثیر پر ہوتا ہے جس نے افراد کو اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے آمادہ کیا ہے۔

لیکن چونکہ جماعت ہمیشہ احساسات نیم شعوری کے تابع ہوتی ہے یعنی یہ کہ بسہولت تمام مؤثرات کے اثر کو قبول کرلیتی ہے اور ان افراد کے مثل جو عقل سے اثر پذیر نہین ہوتے مغلوب الحس اور ملکۂ انتقاد، اور قوت ممیزہ سے بے بہرہ ہوتی ہے، اِس لیے اسکی شان سے یہ ہے کہ زود اعتقاد اور سریع التصدیق ہو۔ اِس قانون کو ذہن مین رکھنے سے اِس بات کا سبب جلد سمجھ مین آجاتا ہے کہ ناممکن اور غیر معقول قصے اور خرافات اِسقدر جلد لوگون مین کیون منتشر ہوجاتے ہین اور قبولیت عامہ کیون حاصل کرلیتے ہین[۵۱]؟

پھر ان خرافات کے اختراع و انتشار کا اصلی سبب صرف یہی نہین ہے کہ جماعت زود اعتقاد و سریع التصدیق ہوتی ہے، بلکہ ان قصون کی مقبولیت کا ایک سبب نفسِ اجتماعی کا ایک یہ خاصہ بھی ہے کہ جماعت جب کسی واقعہ کا ادراک کرتی ہے تو ہمیشہ اس کا اعتقاد

---

۵۱ جو لوگ محاصرۂ شہر پیرس کے زمانہ مین موجود تھے، انکو جماعت کی زود اعتقادی اور سرعت تصدیق کی بہت سی مثالون کا علم ہوگا۔ چنانچہ ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شب اتفاق سے ایک مکان کی کھڑکی سے لوگون کو چراغ کی روشنی نظر آئی، لوگ یہ سمجھے کہ اس مکان مین کوئی جاسوس ہے اور وہ اس روشنی کے ذریعہ سے جرمنون کو راہ بتا رہا ہے باوجودیکہ ادنیٰ توجہ سے یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ غنیم جو کوسون دور ہے اس چراغ کی روشنی کو کیونکر دیکھ سکتا ہے، لیکن لوگون نے اِس افواہ پر یقین کرلیا (مولف)

صُوَر خیالی کے ذریعہ سے ہوا کرتا ہے، جو جماعت کے ذہن مین پیدا ہوتے ہی واقعات کی اصلی حقیقت کو کچھ سے کچھ کر دیتی ہین - ایک واقعہ جو نہایت سادہ ہوتا ہے جماعت کے مخیلہ مین آکر اسکی صورت بالکل بدلجاتی ہے، اور اسکی اصلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جماعت صرف ان ہی واقعات کا ادراک کرسکتی ہے جو تمثیلی رنگ مین اس صورت سے اسکے سامنے پیش کیے جائین کہ شدّتِ مبالغہ کی بدولت اُن واقعات کی ذہنی صورت اور اصل حقیقت کے مابین کوئی ادنیٰ علاقہ بھی باقی نہ رہا ہو- اس حالت کا ادراک ہم بخوبی اُسوقت کر سکتے ہین، جب ہم اپنے ذہن مین اُن ایسی ذہنی اشکال وصُوَر کی یاد تازہ کرین جو کبھی کسی واقعہ کا تصور کرتے وقت ہمارے ذہن مین پیدا ہوئی تھین- البتہ ہمارے اور جماعت کے مابین جو فرق ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ ہماری عقل ہم کو اُس مناسبت اور تفارق سے آگاہ کرتی رہتی ہے جو ان ذہنی صوَر اور اصل واقعات کے درمیان ہوتا ہے، لیکن چونکہ جماعت کی قدرت سے یہ تمیز باہر ہوتی ہے اور جو کچھ اسکے ذہن مین آتا ہے اُسے وہ بلا نقد کئے ہوے اصل حادثہ کے جانب منسوب کرنے کی عادی ہے، اسلیے، وہ خود کسی شے اور اسکی ذہنی صورت کے باہمی فرق کا ادراک نہین کرسکتی، بلکہ تمام اُن خیالات اور ذہنی صورتون کو جذب وہضم کرلیتی ہے جو اوس کے ذہن مین پیدا ہون، حالانکہ اغلبًا ان ذہنی صُوَر کو اصلی واقعات سے کوئی نسبت نہین ہوتی

پھر چونکہ وہ افراد جن سے جماعت کی تشکیل ہوتی ہے، اُن کے امزجہ باہم بالکل مختلف اور متبائن ہوتے ہین، اِس لحاظ سے ہونا تو یہ چاہیے کہ ذہنی اشباح جو کسی واقعہ کے تصوُّر کے وقت جماعت پیدا کرلیتی ہے، افراد کے اختلاف طبائع کی بناء پر مختلف قسم کی ہون؛ لیکن تجربہ سے اِسکے خلاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجائے اسکے کہ یہ ذہنی صورتین مختلف ہون بالکل یکسان ہوتی ہین، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ پہلے جماعت کے کسی ایک فرد کے ذہن مین کسی واقعہ کا

تصور کرتے وقت ایک ذہنی صورت پیدا ہوتی ہے جو مثل خمیر کے ہوتی ہے، اور اسکے بعد قانون تعدیہ کی بنا پر اسی خمیر کے آب و گل سے باقی افراد کے ذہنون کے اندر بھی یہی ذہنی پیکر اور یہی خیالی مرقع تیار ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم کہتے ہین کہ قبل اسکے کہ تمام صلیبیون کو بیت المقدس کی چاردیواری پر سینٹ جارج کی صورت نظر آتی فطری بات تھی کہ سب سے پہلے کسی ایک فرد کے تخیل مین یہ تصویر آئی ہو گی، اسکے بعد جماعت کی اثر پذیری اور تعدیہ اثر کی خصوصیتون نے اُس تخیل کو ایک جسم مرئی کی صورت مین لاکر تمام افراد کے پیش نظر کر دیا ہو گا۔

یہی حالت ان تمام ذہنی صورتون کی ہوتی ہے جنکو تاریخ نے روایت کے ذریعہ سے ہم تک پہونچایا ہے، اور جنپر اسوجہ سے حقیقت کا ملمع چڑھا ہوا ہے کہ لکھوکھا آدمیون نے بیک وقت اپنی آنکھون سے انکا مشاہدہ کیا۔

لیکن اب یہان پر یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ آخر جماعت مین بہت سے افراد ایسے بھی ہوتے ہین جو عقل و ذکاوت سے بہرہ مند ہوتے ہین وہ کس طرح ان ذہنی اشکال واشباح کی حقیقت کو تسلیم کر لیتے ہین ؟ اسکا جواب یہ ہے کہ جماعت کی اِس خصوصیت، یعنی اثر پذیری اور زود اعتقادی، مین عقل و ذکاوت بالکل کام نہین دیتی، اور عالم وجاہل دونون کی حالت اس بارے مین بالکل یکسان ہوتی ہے کہ وہ جب تک جماعت مین شامل رہتے ہین تعقل و تمیز کی قدرت نہین رکھتے۔ اور اگرچہ معترض یہ کہ سکتا ہے کہ یہ خیال کہ جماعت مین عالم وجاہل دونون مساویانہ حیثیت سے تعقل و تمیز کی صلاحیت نہین رکھتے، سفسطۂ محض ہے گو اسمین بھی شک نہین کہ اپنے دعوی کے اثبات کے لیے ہمین بہت سے تاریخی واقعات دہرانا پڑین گے جن کے لیے ایک دفتر کی حاجت ہے، لیکن چونکہ ہم ناظرین کو غیر مدلل قضایا کے سامنے

تاریکی مین نہین چھوڑنا چاہتے، اس لیے، اپنے دعوی کے ثبوت مین متعدد شہادتین سپرد قلم کرتے ہین۔

سب سے پہلے ہم وہ واقعہ نقل کرتے ہین جو ہمارے دعوی کی جلی شہادت ہے، کیونکہ اس واقعہ مین خیالی صورت جن افراد کے ذہنون مین پیدا ہوئی ہے، وہ مختلف قسم کے لوگ تھے۔ ان مین جاہل بھی تھے اور عالم بھی۔ یہ واقعہ ایک بحری لفٹنٹ جولس میلکس نے اپنی کتاب "بحری سفرنامہ" مین درج کیا ہے، اور اس سے قبل مجلۂ علمیہ (سائنٹفک میگزین) مین بھی شایع ہو چکا ہے، وہ لکھتا ہے :۔

"آہن پوش جہاز سیل یول سطح آب پر جہاز بیسر سو کو جو ایک سخت طوفان کے باعث گم ہوگیا تھا تلاش کر رہا تھا، موسم خوشگوار اور آفتاب نورافگن تھا کہ ناگاہ چلتے چلتے ایک جھنڈی دکھائی دی جو ایک غرق ہونے والی کشتی کے جانب اشارہ کر رہی تھی۔ جہاز پر جتنے آدمی تھے سب نے دیکھا کہ ایک جہاز جو آدمیون سے پُر ہے، غرق ہو رہا ہے۔ اور لوگ شور و غل مچا رہے ہین۔ یہ سب کچھ گو تخیل تھا لیکن کپتان نے فوراً ایک کشتی اُن ناامیدون کے بچانے کے لیے سمندر مین چھوڑ دی۔ ہم جتنا قریب ہوتے جاتے، آدمیون کی چیخ پکار زیادہ سنائی دیتی، لیکن جب منزل مقصود پر پہونچے، تو وہاں بجز درختون کے جو برگ و بار سے لدے ہوئے تھے اور کچھ نہ تھا، نہ کوئی جہاز غرق ہوا تھا اور نہ کسی آدمی کا پتہ تھا۔ جون ہی اصل حقیقت آشکارا ہوئی تخیل رو چکر ہوگیا"

اس واقعہ سے بڑھکر کیا کوئی دوسری مثال پیش کی جاسکتی ہے جو جماعت کی اس خلاق قوت مصتورہ کے وجود پر کافی ضمانت ہوسکے، اور جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ جماعت کس عجیب وغریب طریقہ سے ایک خیالی صورت اپنے ذہن میں پیدا کرلیتی ہے، اور اسکی صحت پر اس شدومد سے یقین کرتی ہے کہ اسکے متعلق شک واوہام کی گنجائش ہی نہین رہتی! دیکھو اس واقعہ مین ایکطرف ایک جماعت حالت انتظار واستعداد مین محو تھی، اور دوسری جانب شاہد مقصود کی ایک جھلکی اسے دکھائی دی خیال توکرو کہ یہ کتنا قوی مؤثر تھا جس کے اثر سے جہاز پر جتنے لوگ تھے، سب مسحور ہوگئے اور سبنے اس خیالی صورت کو واقعہ سمجھ لیا۔

پھر جماعت کا اشیاء کی اصلی حقیقت کو نہ سمجھنا، اور واقعات کو غیر مربوط تخیلات کی شکل مین منتقل کرنا، اسکے لیے کچھ اسکی بھی ضرورت نہین کہ جماعت کی تشکیل ایک جم غفیر سے ہوئی ہو، بلکہ جب چند افراد اکٹھا ہوجاتے ہین، تو گو یہ سب کے سب اکابر علماء سے ہون، لیکن جماعت کی تشکیل ہوتے ہی ان مین بھی وہ اوصاف پیدا ہوجاتے ہین جو عموماً جماعتون مین پائے جاتے ہین۔ ان مین کا ہر فرد ایسے اوصاف کا جامہ پہن لیتا ہے جو اگرچہ اسکی خصوصیت علمی کے بالکل خلاف ہوتے ہین، لیکن تشکیل جماعت کے لیے ضروری ہین، اور ان مین کا ہر فرد فی الفور محروم التمیز اور مسلوب العقل ہوجاتا ہے۔ اس حقیقت کی ایک عجیب وغریب مثال ایک وہ واقعہ ہے جو ایک مشہور ماہر نفسیات موسیو ڈیوی کے حیرت انگیز طلسمی اعمال کے متعلق مشہور ہے، جسے ہماری زبان کے مشہور رسالہ "روزنامۂ علم النفس" نے اپنی ایک قریبی اشاعت مین شایع کیا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار موسیو ڈیوی نے یورپ کے سائنس دان ماہرین کو جن مین انگلستان کا مشہور عالم مسٹر ویلس بھی تھا اس بات کی دعوت دی کہ وہ ایک جگہ جمع ہوکر اسکے حیرت انگیز طلسمی اعمال کا مشاہدہ کرین، جب سب لوگ جمع ہوگئے، تو موسیو ڈیوی نے ان کے سامنے کچھ چیزین پیش کین

اور انکو اجازت دی کہ ان اشیاء پر جہان جہان چاہین مہر لگا دین، پھر انکے سامنے موسیو ڈیوی نے
تمام وہ طریقے استعمال کیے جو فن استخدام ارواح اور فن تجسیم ارواح مین استعمال کیے جاتے
ہین - یہ اعمال اسقدر حیرت انگیز تھے کہ ان کو دیکھکر سارے مجمع نے جو اکابر علماء پر مشتمل تھا
موسیو ڈیوی کو اس مضمون کے سارٹیفکٹ دیئے کہ جو باتین اسوقت ہمارے سامنے گذرین وہ
طاقت بشری سے بالاتر تھین - لیکن جب یہ سارٹیفکٹ موسیو ڈیوی کے ہاتھ مین آگئے اسوقت
اُسنے مجمع کے سامنے اقرار کیا کہ یہ سارے کا سارا کھیل صرف ایک شعبدہ تھا - اِس واقعہ کا
راوی کہتا ہے کہ موسیو ڈیوی کے حیرت انگیز اعمال کے مشاہدہ کرنے سے جس بات پر حیرت
ہوتی ہے، وہ اسکی مہارت اور صفائی نہین ہے، بلکہ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ان
لوگون نے اسکو سارٹیفکٹ کس طرح دیدیے اور اس بات پر کہ سارٹیفکٹ دینے والون نے
ایسے بہت سے واقعی افسانے بیان کیے جو سب کے سب جھوٹ تھے - جو باتین ان لوگون
نے اپنے روایت کردہ واقعات کے متعلق بیان کین وہ اگر صحیح مان لی جائین تو پھر اِن
واقعات کو شعبدہ کہنا غلط ہوگا - نیز اس بات پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ موسیو ڈیوی کو
اس قسم کے اعمال کی کس طرح جرأت ہوئی، حالانکہ وہ محض شعبدہ تھے اور ایک مجمع پر اُنکا
اسقدر شدید اثر پڑا کہ جو اسوقت تم نہین دیکھ سکتے وہ انھون نے دیکھ لیا - یہ کونسا
اثر تھا؟ یہ اُسی قسم کا اثر تھا جو مسمریزم کا عامل معمول پر ڈالتا ہے - پھر جب کہ مذکورہ بالا
واقعہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ اِس قسم کا اثر روشن دماغ لوگون پر بھی ڈالا جا سکتا ہے، تو
اب جماعت کی معمولی عقلون مین اس تاثیر کے عمل سے کون انکار کر سکتا ہے -

غرض مذکورۂ بالا دعوے کے ثبوت مین ہمارے پاس متعدد شہادتون کا ایک انبار
موجود ہے جنکا نقل کرنا موجب تطویل ہوگا البتہ ذیل کے واقعہ کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے

مصنف کتاب کو مرتب کر رہا تھا کہ اخبارات مین زور شور کے ساتھ یہ خبر شایع ہوئی کہ دو لڑکیان دریائے سین مین عرق ہوگئین، اور انکی لاش دریا سے نکال لے مجمع کے سامنے رکھی گئی تو متعدد شاہدون نے انکی شناخت کی - یہ شہادتین اسقدر زبردست تھین کہ آخر کار ججون کو بھی ان شہادتون کا یقین آگیا اور انھون نے دونون کے دفن کیے جانے کی اجازت دیدی - لوگ دفن کا سامان کرہی رہے تھے کہ وہ لڑکیان جن کے یہ لاشین مشابہ تھین اور جنکے شبہ پر شاہدون نے گواہی دی تھی، اتفاقیہ طور پر آگئین، اور اب یہ معلوم ہوا کہ تمام شاہدون کو شبہ ہوگیا تھا، حالانکہ ان لاشون اور زندہ لڑکیون کے مابین کچھ یون ہی سی مشابہت تھی - جو معاملہ شاہدون کو یہان ہوا، وہ بعینہ وہی ہے جسکا اوپر کی مثالون مین تذکرہ کیا جاچکا ہے، اور وہ یہ ہے کہ پہلے شاہد اول کے ذہن مین ایک معمولی تشابہ کی بناء پر یہ خیال گذرا کہ یہ عرق شدہ لاشین غالبًا فلان اور فلان کی بیٹیون کی ہین اور محض اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اس نے گواہی دیدی پھر بقیہ شاہد بھی تعدیۂ اثر کی بناء پر اُس کے اثر سے متاثر ہوگئے، اور انھون نے بھی اپنی شہادتون سے شاہد اول کی تائید کی -

ان واقعات مین جماعت کی اثر پذیری کا پہلا درجہ یہ ہوتا ہے، کہ پہلے ایک شخص کے ذہن مین چند مبہم مشابہتون کی بناء پر ایک خیال پیدا ہوتا ہے، اور اس شدت سے اُسکے ذہن مین [illegible] کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی رائے یہی ہے، پھر اسکے بعد اسی خیال سے کچھ لوگ اور اثر پذیر ہونا شروع ہوتے ہین پس اب اگر وہ پہلا شخص جسکے سامنے پہلے واقعہ گذرا ہے، سریع التاثر ہے، تو بس اسکے لیئے اتنی ہی بات کافی ہوتی ہے کہ لاش مین جو اُسکے سامنے پیش کی گئی ہے، کوئی علامت ایسی پائی جاتی ہو جو کسی دوسرے زندہ شخص

کے جسم مین بھی پائی جاتی ہے، اور جسے یہ شخص پہلے دیکھ چکا ہے، بس اتنے سے تشابہ پر اُس شخص کو یقین ہوجائیگا کہ یہ جسم وہی پہلا جسم ہے، خواہ واقع مین ان دونون جسمون مین کوئی مشابہت بھی ہویا نہو، اوراب اس تخیل کا اثر اسقدر قوی ہوجاتا ہے کہ حدادراک مین اسکے قدم رکھتے ہی قوت ممیزہ بالکل مسلوب ہوجاتی ہے، اور ملکۂ انتقاد بالکل فنا ہوجاتا ہے اس حالت مین یہ شخص وہ نہین دیکھتا جو اسکی نظر کے سامنے ہوتا ہے، بلکہ وہ دیکھتا ہے جو اسکے تخیل کے اندر ہوتا ہے۔

اسی واقعہ سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ اور ہے، اور اُسمین بھی شاہدین نے اِسی قسم کی غلط شناخت کی جیسی کہ اس واقعہ مین کی تھی۔ بلکہ اِس واقعہ مین حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کی غلط شناخت کرتی ہے۔ یہ واقعہ گو کسی قدر پُرانا ہوگیا ہے، تاہم اخبارات مین اب اسکا ذکر آیا ہے۔ وہ واقعہ حسب ذیل ہے:۔

"شہر پیرس مین ایک مقام پر کسی بچہ کی لاش پڑی ہوئی ملی۔ اتفاقاً ایک دوسرا لڑکا ادھر آنکلا، اور اُسنے بیان کیا کہ یہ میرے ایک ہمدرس دوست کی لاش ہے، دوسرے دن اُسکی مان طلب کی گئی، وہ لاش کو دیکھتے ہی چلا اُٹھی کہ یہ میرا بچہ ہے جو ماہ جولائی سے لاپتہ ہوگیا تھا، لوگ اُسے پکڑلے گئے اوراب اسے قتل کرکے اس مقام پر چھوڑ گئے۔ اِس عورت کا نام جاونڈریٹ تھا۔ اِسکے بعد اس مان کے ہبوئی کو اطلاع ہوئی جسنے آکر بیان کیا کہ ہان یہ میرے بھانجے فلیس کی لاش ہے۔ اِسکے بعد جھون نے مزید شہادتین ادا کین جنمین اس لڑکے کے اسکول ماسٹر کی شہادت بھی تھی۔ اسکول ماسٹر نے لاش کی گردن مین سونے کا تمغہ دیکھ کر کہا

کہ ہاں یہ لڑکا اسی عورت کا ہی، اور اسکی شناخت یہ ہے کہ اس لاش کے
گلے مین جو تمغہ پڑا ہوا ہے یہ وہی ہے جو اس بچہ کو اسکول سے انعام مین ملا تھا
کیا کسی دعوی کی تائید مین اس سے زیادہ قطعی الدلالت شہادت آسانی سے
تصور مین آسکتی ہے؟ لیکن واقعات مابعد سے ثابت ہوگیا کہ یہ تمام ذخیرۂ
شہادت مجموعہ خرافات تھا چھ ہفتہ کے بعد پتہ لگا کہ واقعۃً جس لڑکے کی
یہ لاش تھی وہ پیرس کا تھا ہی نہین اور یہ لاش شہر بورڈو کے ایک لڑکے کی
ہے جسے ایک کیمسی شہر پیرس مین اٹھا لائی تھی بالآخر حالوئ اُستاذ ۔ ۱۵)
کلاس فیلو، اور دیگر معزز گواہوں مین سے سب نے اپنی غلط شناسی کا
اعتراف کیا۔[ا]

لیکن واقعات بالا کے متعلق یہ پیش نظر کر لینا بھی ضروری ہے کہ اس قسم کی غلط شہادتین عموماً عورتین اور بچے اور وہ افراد پیش کرتے ہین، جو دوسرون سے زیادہ سریع التاثر اور زود اعتقاد ہوتے ہین۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھکر ہمین اس قسم کی تمام شہادتون کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائیگا جو عموماً عدالتون مین پیش ہوتی ہین۔ عام طور پر تمام ججون کی متفقہ شہادت ہے کہ سن طفولیت مین آدمی جھوٹ نہین بولتا، حالانکہ مین یہ کہتا ہون کہ یہ لوگ اگر نفسیات سے کسیقدر واقف ہوتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ آدمی اس عمر مین ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے۔ گو اس کا جھوٹ معصومانہ ہوتا ہے، لیکن وہ جھوٹ ضرور بولتا ہے۔

ہان تو ہم پھر اپنے گذشتہ بیان کی جانب رجوع کرتے ہین، ہم کہہ رہے تھے کہ جماعت

[ا] اخبار "اکلیر" ۱۱- اپریل ۱۸۹۵ء

کے اقوال اور شہادتین عموماً سب سے زیادہ غلط ہوتی ہین اور جماعت کی شہادت کا مطلب یہ
ہوتا ہے کہ یہ شہادت جو جماعت پیش کر رہی ہو ایک فرد کا خیال ہے جو تمام افراد کے ذہنون مین
متعدی ہوگیا ہے۔ اِس قسم کی مثالین کہانتک پیش کی جائین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی
شہادت پر یقین کرنے سے ہمیں احتراز کرنا چاہیے! اِس کلیہ کی ایک بڑی مثال یہ ہے کہ سب
جانتے ہین کہ واٹرلو کے واقعہ مین کسقدر لوگ شریک تھے، لیکن، ابتک اختلاف آرا کے باعث
یہ پتہ نہ چلا کہ اِس حملہ کا کمانڈر کون تھا۔ یہانتک مشہور انگریز جنرل لارڈ ولزلی نے اک جو
کتاب شایع کی ہے، اسمین تصریح کی ہے، کہ راویون نے واقعات کی روایت مین سخت دھوکے کھائے
ہین حتی کہ جنگ سیڈان کے اُن واقعات کی روایت مین بھی جن کی صحت پر ہزارون آدمیون کا
اجماع ہوچکا ہے۔

۵۱ اسمین بالکل شک نہین کہ ہمین کسی جنگ کی اصلی حقیقت کا کچھ علم نہیں ہوتا، اور اس بارے مین جو کچھ ہمارے
معلومات ہوتے ہین، وہ یہ ہوتے ہیں کہ غالب کون اور مغلوب کون ہوا، اور اس کے علاوہ ہمین کسی بات کا علم
نہین ہوتا۔ میرے خیال مین ڈبی ہارکورٹ نے سگ سولفرینو کی بات جو کچھ لکھا ہے وہ ہر جنگ
پر صادق آتا ہے وہ لکھتا ہے:-

"قائدین عساکر اپنی اپنی رپورٹیں متعدد سپاہیوں کے اقوال کی بنا پر تحریر کرتے ہیں ان بیانوں
کو سامنے رکھکر ذمہ دار افسر احکام جاری کرتے ہیں اور آخری رپورٹ تحریر کرتے ہیں۔ لیکن یہ تحریر جب قائد عام
(فیلڈ مارشل) کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ جھلا کر کہتا ہے کہ یہ رپورٹ تم نے غلط لکھی ہے اسکے بعد وہ
خود اس رپورٹ کے بجاے اپنی رپورٹ مرتب کرتا ہے جسمیں اصلی حقیقت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے"

جنگ مذکور کے متعلق ڈیوک ہارکورٹ نے یہ واقعہ اس غرض سے تحریر کیا ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مشہور واقعات کی اصلی حقیقت دریافت
کرنا بہت مشکل ہے حتی کہ اُن واقعات کی حقیقت بھی جو دو واسطہ تحریر میں نے آئے جائیں۔ (مؤلف)

غرض جماعتوں کی شہادتیں جس قسم کی ہوتی ہیں واقعات بالا سے ان کی قدر وقیمت کا خوب اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے۔ لیکن باوجود اسکے یہ عجیب بات ہے کہ منطقیین نے متعدد اشخاص کے کسی مسئلہ پر متفق ہوجانے کو اُن قطعی دلائل مین سے شمار کیا ہے جو کسی امر کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہوتے ہین بخلاف اسکے نفسیات سے جو مات ہمین اُن کے متعلق معلوم ہوتی ہے اور علم النفس جس جانب ہمین ہدایت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ شک اور اصلی شک کی گنجائش اُنہی وقائع مین ہوتی ہے جن کو ایک جم غفیر نے روایت کیا ہو، اور اس بنا پر منطقیین کی خدمت مین ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ ذرا تکلیف کرکے متواترات کی بحث پر ایک عمیق نظر اور ڈالین تاکہ اس بحث کی اچھی طرح تنقیح ہوجائے۔ یہ کہنا کہ اس واقعہ کو بیک وقت متعدد لوگون نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے، یا فلان واقعہ کے متعلق شہادت عینی کا یہ بیان ہے، اسکا اغلبًا دوسرے الفاظ مین یہ مطلب ہوتا ہے کہ جماعت جو شہادت پیش کررہی ہے اصل مین واقعہ اس سے بہت مختلف ہے۔

غرض اس پوری بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تاریخی کتابون کو صرف اس نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ گویا ان کو وہم وخیال نے تصنیف کیا ہے۔ اور بہت سے ایسے خرافات اور خیالی واقعات ان مین مندرج ہین جنکا وقوع مشکوک ہے، اور جنپر بعد کو بہت سے حاشیے چڑھائے گئے ہین۔ اس بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ واقعات تاریخی کی ترتیب و تدوین مین اپنے وقت عزیز کے خون کرنیسے یہ بہتر ہے کہ انسان کسی دوسرے ذلیل کام مین مشغول رہے۔ صفحات تاریخ مین جن اعاظم رجال کے کارنامے درج ہین، اُن کی حالت یہ ہے کہ قومون کے وہم وخیال نے ان کی اصلی حقیقت کو کچھ سے کچھ کردیا ہے۔ ہیرکلیز، بدھ، اور دیگر تاریخی اشخاص کے کارنامے صرف قومون کے وہم وخیال کے نتائج ہین، ان کی اصلی زندگی کچھ اسقدر زیادہ اہم نہ تھی

حتنی بعد کو کردی گئی - اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ بڑے سے بڑا شخص بھی جماعت کو اثر پذیر
کرنے مین اس وقت تک کامیاب نہین ہوسکتا، تاوقتیکہ وہ اپنی زندگی کو ایک خارق العادت
صورت مین دُنیا کے سامنے پیش نہ کرے، اس لیے، اس کی زندگی کے واقعات کا بعد کو کچھ سے کچھ
ہوجانا ایک ناگزیر امر ہوتا ہے۔

پھر ان مراحل کو طے کرنے کے بعد دوسری نحوست یہ پیش آتی ہے کہ باوجودیکہ یہ قصے، اور
کارنامے کتابون کے اندر محفوظ کر دیے جاتے ہین، لیکن جماعت کا بد بخت تخیل یہان بھی اُنکا پیچھا
نہین چھوڑتا، اور وہ برابر انمین تحریف کرتا رہتا ہے مثال مین دیکھو کہ وہ جو جوار یہواہ جسکا
تذکرہ تورات مین ہے، اور وہ یہواہ جو محبت کا دیوتا ہے، اور جس کا ذکر سینٹ ٹیریزنے کیا ہے
ان دونون مین کتنا فرق ہے؟ پھر یہ دیکھو کہ وہ گوتم بدھ جسکی پرستش چین مین ہوتی ہے،
اور وہ بدھ جسکی پرستش جاپان اور ہندوستان مین ہوتی ہے ان دونون مین اب کونسی
مشابہت باقی رہی ہے؟

اعاظم رجال کے حالات و واقعات مین جماعت کا بدقسمت وہم وتخیل جس طرح تحریف
سے کام لیتا ہے، اُسکے لیے کچھ زیادہ مدت گذرنے کی بھی ضرورت نہین ہوتی، بلکہ اکثر یہ ہوتا
ہے کہ یہ انقلاب چند سالون کے اندر اندر دیکھتے ہی دیکھتے ہوجاتا ہے۔ ہم نے اعاظم رجال مین
سے اُس بڑے شخص کی تاریخ پڑھی ہے جس نے پچاس برس سے بھی کم مدت مین مختلف صورتین
بدلین۔ آل بوربون کے زمانہ مین نپولین کی تصویر لوگون کے ذہنون مین یہ تھی کہ وہ ایک
محب انسانیت، آزاد مفکر، اور بیکسون کا غمگسار ہے، اور اگر شاعرون کا قول درست ہو، تو وہ ایسا
شخص ہے جسکی یاد بیکسون کی جھونپڑیون مین مدتون تازہ رہے گی۔ پھر تیس برس کے بعد، وہی
نپولین ایسا پلٹا کہ اب وہ لوگون کو استبداد کا دیوتا، ظالم وجفاکار، اور لوگون کی آزادی سلب

کرنیوالا، نظر آنے لگا۔ لیکن اسکے بعد ہم نپولین کو ایک دوسرے ہی رنگ مین پاتے ہین
یون ہی انقلاب ہوتے ہوتے ایک زمانہ وہ آئیگا کہ اُس زمانہ کے لوگ متناقض خیالات
و آرا سے گھبراکر سرے سے اس کے وجود ہی سے انکار کرنے لگین گے، جیساکہ اسوقت بعض
لوگ گوتم بدہ کے وجود مین شک کرتے ہین، اور یہ سمجھتے ہین کہ وہ بھی یونانی پہلوان ہیرکلیز
کی طرح ایک خیالی انسان تھا۔ البتہ لوگون کو احوال جماعت کی واقفیت کی بدولت جتنا جتنا
یہ معلوم ہوتا جائیگا کہ تاریخ صرف خرافات اور توہمات اور خیالی واقعات کے باقی رکھنے کی کوشش
کرتی ہے، اسیقدر وہ کسی امر کے متعلق شک ظاہر کرنے اور اصلی حقیقت کے پوشیدہ رہنے کی وجہ سے
عمیق حزن وغم زیادہ محسوس کرتے جائینگے۔

(۳)

جماعت کی مبالغہ پسندی سادہ لوحی

مشاعر جماعات خواہ کسی طرح کے ہون۔ یعنی مفید ہون یا غیر مفید، مضرت رسان ہون یا
فائدہ رسان نیک ہون یا بد، ہر صورت مین ان کے دو مخصوص اوصاف ہوتے ہین: نہایت
سادگی اور بے انتہا مبالغہ آمیزی۔ لیکن جس طرح اور دیگر خصائص کے اعتبار سے افراد جماعت اور
وحشی انسانون کے مابین بہت کم فرق ہوتا ہے، اسیطرح ان دو خصائص مین بھی افراد جماعت اور وحشی
انسان بہت کچھ ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہین۔ وحشی انسانون کی افراد جماعت بھی
فاقد التمیز ہوتے ہین، انکی نظر تمام اشیا پر یکسان پڑتی ہے، اور اشیا کے باہمی فروق کا ادراک
نہین کرسکتے۔ جماعت اپنے مشاعر و احساسات مین مبالغہ پسند کیون واقع ہوئی ہے؟ اس کا

بڑا سبب یہ ہے کہ ہر احساس جو اسمین پیدا ہوتا ہے، جماعت کے خاصۂ اثر پذیری کی بدولت تمام افراد مین پھیل جاتا ہے، اور پھر تمام افراد جو ایکدم اسکو قبول کر لیتے ہین تو اِس وجہ سے اور اُسے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

جماعت کی مبالغہ پسندی اور سادہ لوحی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ جماعت شک و تردد سے ناآشنائے محض، اور عورتون کی طرح بہت زیادہ انتہا پسند ہوتی ہے۔ جماعت کو اول تو کسی امر کے متعلق شک و شبہ لاحق ہی نہین ہوتا، لیکن جب کسی امر کے متعلق اِسکے ذہن مین شک پیدا ہوتا ہے، تو نہایت قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ حالت انفرادی مین گو انسان کبھی کسی امر کا اقرار کرتا اور کبھی کسی بات سے نفرت کا اظہار کرتا ہے، کبھی کسی بات کو مانتا اور کبھی کسی بات کے متعلق شک کرتا ہے، لیکن جماعت مین شامل ہو کر اُسے جب کسی بات سے نفرت پیدا ہوتی ہے، تو نفرت حقد شدید، شک انکار شدید اور رغبت نفرت کی صورت اختیار کر لیتی ہے،

یون تو تمام جماعتین مبالغہ پسند اور انتہا پسند ہوتی ہین، لیکن خصوصیت سے یہ وصف اُن جماعتون مین زیادہ نمایان نظر آتا ہے جن کی ترکیب مختلف اصناف کے افراد سے ہوتی ہے۔ چونکہ ان جماعتون مین توازنِ اعمال مفقود ہوتا ہے، اِس لیے، اِن جماعتون سے وُہ اعمال سرزد ہوتے ہین جنکا صدور ایک فرد سے بالکل محال ہوتا ہے، کیونکہ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ نتیجۂ بد مین وہی اکیلا مبتلا ہوگا۔ پھر جماعت جسقدر زیادہ افراد سے مرکب ہوتی ہے، اسیقدر اسمین یہ اعتقاد شدومد سے پیدا ہوتا ہے، یہان اگر بزدل، نامرد، جاہل اور حاسد اپنے اپنے انحطاط اور ضعف کو فراموش کر کے ایک وقتی خیال کی بناء پر وحشی اور خوفناک بن جاتے ہین۔

لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جماعت کا غلوِ مشاعر عموماً بداخلاقی مین زیادہ نمایان ہوتا ہے، اور

یہی وصف (یعنی بداخلاقی) ہے جو اِس زمانہ کے لوگون نے اپنے اجداد سے ورثہ مین پایا ہے
یہی بداخلاقی کے مشاعر ہین جن کو افراد حالت انفرادی مین عقاب اور سزا کے خوف سے اپنے
ذہنون سے نکالنے کی کوشش کرتے ہین، لیکن جماعت مین اگر اسی قسم کے مشاعر کا زیادہ زور
ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بُرے سے بُرے کام اور بداخلاقی کی جانب جماعت کو مائل کرنا
زیادہ آسان ہوتا ہے۔

لیکن اگر ہوشیاری کے ساتھ اسکی قیادت کی جائے، تو اکثر اُس سے عمدہ اور بہترین
افعال بھی سرزد ہوتے ہین، بلکہ عظائم اعمال کے انجام دینے کی صلاحیت آمین افراد سے کچھ زیادہ
ہی زیادہ پائی جاتی ہے۔ ہم عنقریب اِس مسئلہ کے متعلق اُس مقام پر بحث کرینگے جہان جماعت
کے اخلاق کا ذکر آئے گا۔

چونکہ جماعت اپنے مشاعر واحساسات مین حد درجہ مبالغہ پسند ہوتی ہے، اِسلئے، اسپر انہی مشاعر
واحساسات کا اثر ہو سکتا ہے جو مبالغہ سے پُر، اور حد اعتدال سے متجاوز ہون، اور اِسی لیے
خطبا، جو قوم کے قلوب کو اپنی جانب مائل کرتے ہین اُن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے غیر معتدل
اور مبالغہ آمیز تاکیدات اور تمثیل بیانی کے ذریعہ سے جماعت کے جذبات کو مشتعل کردین کیونکہ
جماعت کے جذبات مین اگر اشتعال پیدا کیا جاسکتا ہے، تو صرف اسی ذریعہ سے کہ مبالغہ آمیز
تاکیدات کا استعمال کیا جائے اور عقلی استدلال سے کسی بات کے ثابت کرنے کی کوشش
نہ کی جائے، یہی اور صرف یہی ذرائع ہین جن سے خطبا جماعت کے جذبات کو مشتعل کرسکتے ہین

لیکن جماعت کے جذبات کو مشتعل کرنا تو ایک طرف جماعت اپنی مبالغہ پسندی کیوجہ سے
خود رہنماؤن اور قوّاد سے بھی اِس بات کی منتظر و متوقع رہتی ہے کہ ان سے بھی جماعت ہی
کے ایسے افعال صادر ہون نیز یہ کہ اُن کے القاب مفخم اور اُن کے معنوی اور صوری فضائل مین

زور اور عظمت ہو، اسی کا نتیجہ ہے کہ جماعت تھیٹر اسٹیج پر ناٹکون کے ہیروز (ابطال) کی بابت شجاعت اور ایسے محاسن اخلاق کی متوقع رہتی ہے جو ابتک عالم وجود میں نہ آئے ہون لیکن اکثر لوگ جماعت کے اس جذبہ اور میلان کو جسکا اظہار جماعت سے تھیٹر ہال مین ہوتا ہے، تھیٹر کے اُن خصوصیات کی جانب منسوب کرتے ہین جن کی وجہ سے تماشہ بینون مین یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسٹیج کی تنظیم و ترتیب بھی ایک مخصوص فن ہے جسکے آئین و ضوابط مرتب ہین، تاہم وہ ایسے قواعد ہین جو ذوق سلیم اور قوانین منطقیہ سے جوڑ نہین کھاتے، اور واقعہ یہ ہے کہ گو فن خطابت عام لوگون مین بہت انحطاط پذیر اور گرا ہوا ہے، لیکن جماعت کو مخاطب کرنا کوئی معمولی فن نہین ہے۔ اس کے لیے بھی مخصوص اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے اکثر انسان جب کسی ڈراما کو اُٹھا کر دیکھتا ہے، تو اسکی مقبولیت کو دیکھکر حیرت مین آجاتا ہے یہانتک کہ تھیٹر کے منیجر بھی جن کی خدمت مین یہ ڈرامے پیش کیے جاتے ہین، خود انکی مقبولیت کے بابت سوچ مین پڑ جاتے ہین۔ بات یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ خود ڈرامون کی بابت کوئی حکم نہین لگا سکتے تاوقتیکہ یہ ڈرامے تماشہ بینون کی ایک جماعت کے سامنے کھیلے نہ جائین[ل]۔

ل مذکورۂ بالا بیان سے ہمین اس بات کا سبب بھی معلوم ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات تقریباً تمام تھیٹر کی کمپنیان جس ڈرامے کے کھیلنے سے انکار کر جاتی ہین وہی ڈراما پھر کچھ عرصہ کے بعد جب کھیلا جاتا ہے تو مقبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ موسیو کوپی کے ڈرامے "تاج و تخت کی قربانی" کی مقبولیت عام سے ہر شخص واقف ہے، اور حالانکہ دس سال تک تمام تھیٹر کمپنیان اس کے کھیلنے سے انکار کرتی رہین اور باوجودیکہ اسکے مصنف کی ادبی قابلیت ہر شخص پر روشن تھی۔ یہی حال دوسرے ڈرامے "لاماریں دی شارل" کا بھی ہوا، ایک تمام کمپنیون نے اسکے کھیلنے سے (باقی در صفحہ آئندہ)

اگراس بحث پر گفتگو کرنے کا موقع ہوتا، تو مین قومی اخلاق و عادات کی شدت تاثیر کے بات بھی بہت تفصیل سے گفتگو کرتا۔ جماعت کے جذبات و احساسات مین قومی اخلاق و حسیات کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اسکا ایک نتیجہ یہ ہے کہ بعض اوقات اگر ایک ڈرامہ کو کسی شہر مین مقبولیت حاصل ہوجاتی ہے تو وہی ڈراما جب دوسرے شہر مین کھیلا جاتا ہے تو اسکی جانب کوئی توجہ بھی نہین کرتا۔ اسکا سبب یہی ہوتا ہے کہ چونکہ قومی عادات و حسیات کو جماعت کے جذبات و حسیات مین بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ اس بنا پر دوسرے شہر مین جب یہ ڈراما کھیلا گیا، تو شاید حسیات قومی کے اختلاف کی وجہ سے وہ اِس شہر کے تماشہ بینون کے جذبات کو مشتعل کرنے مین جو اسکی کامیابی کا راز تھا، ناکام رہا اور اِس لیے اُسے کسی نے پسند نہ کیا۔

اب آخر مین مجھے یہ بیان کرنے کی تو شاید حاجت نہ ہوگی کہ جماعت کی مبالغہ پسندی کا اثر صرف اُسکے مشاعر و احساسات تک محدود رہتا ہے، اور قوت عاقلہ تک متعدی نہین ہوتا اسلیے کہ مین اوپر بیان کرچکا ہون کہ افراد کی قوت عاقلہ جماعت مین شامل ہوکر بہت جلد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵) انکار کردیا تھا، لیکن پھر جب ایک ایجنٹ نے رکیتر خرچ کرکے اسکا ساز و سامان مکمل کیا، تو پھر وہ ایسا مقبول ہوا کہ تقریبًا دو سو بار فرانس مین اور ہزار سے زیادہ مرتبہ لنڈن مین کھیلا گیا، اگر ہم نے پہلے یہ بیان کردیا ہوتا کہ تھیٹر کمپنیون کے منیجرون کی نظر تماشہ بینون پر پڑتی رہتی ہے، تو اس بات کا سبب آسانی سے سمجھ مین نہ آسکتا کہ بعض اوقات تھیٹر کی کمپنیان کسی ڈرامے کے کھیلنے سے پہلے ہی سے کیون انکار کردیتی ہین، اور اتنی فاش غلطی ان سے کس طرح سرزد ہوتی ہے، حالانکہ وہ ادبیات کے بڑے ماہر ہوتے ہیں اور پھر ڈراموں کے ایکٹ کرنے مین ان کے بہت سے مقاصد بھی مضمر ہوتے ہین جس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اس قسم کے احکام لگانے مین عجلت نہ کرتے۔ اِس عنوان پر مین مکمل بحث نہیں کرسکتا، کیونکہ اِس موضوع پر وہ شخص صرف بحث کرسکتا ہے جو موسیو کوبی کی طرح نفسیات اور ایکٹنگ دونون فنون مین مہارت رکھتا ہو۔ (مؤلف)

انحطاط پذیر ہو جاتی ہی اور اسی باعث افراد اپنی قوت عاقلہ سے کسی طرح کا کام نہین لے سکتے، اور اب انکے افعال پر صرف انکے جذبات و احساسات کا اثر پڑتا ہے۔ (یہ بات ایک بہت بڑے فاضل جج موسیو ٹارڈ کے تجربہ مین بھی آئی ہی جبکہ وہ جماعت کے مجرمانہ افعال کی تفتیش و تحقیق کر رہے تھے) اور یہی وجہ ہوتی ہی کہ جماعت ہمیشہ مشاعر و احساسات ہی کے دائرہ مین رہکر ترقی یا تنزل اختیار کرتی ہی۔

(۴)

جماعت کی قدامت پسندی، تعصب،

ہم بیان کر چکے ہین کہ جماعت کے مشاعر و احساسات مین ہمیشہ سادہ لوحی اور انتہا پسندی کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہی، اسی بنا پر جماعت کو جو عقائد یا خیالات تلقین کیے جاتے ہین، انکو یا تو وہ بالکل تسلیم کر لیتی ہی، یا سرے سے انکا انکار کر دیتی ہی، انکار و اقرار کے متضاد جلوے یا تردد و شک کے آثار، جو اکثر انفرادی حالت مین نظر آتے ہین، جماعت مین انکا پایا جانا محال ہے۔ یہ حقیقت کسی شہادت کی محتاج نہین، ہر شخص جانتا ہی کہ دینی معتقدات اپنے مخالف پہلو کے ابطال مین کسقدر زوردار اور قلوب پر غلبہ حاصل کرنے مین کسقدر طاقتور ہوتے ہین۔

لیکن چونکہ کسی امر کی حقیت یا بطلانِ اعتقاد کی بابت جماعت کے سامنے باب شک مسدود ہوتا ہی اور اسکے ساتھ ہی جماعت اپنی طاقت و قوت کے متعلق شعور تام رکھتی ہی، اسلیے اظہار تعصب کے ساتھ ساتھ اسکا تسلط اور غلبہ بھی اسقدر قوت پکڑتا جاتا ہی کہ اسے کسی قسم کے مناظرہ یا بحث مباحثہ کی تاب نہین رہتی۔ افراد مناظرہ اور مجادلہ کی طاقت رکھتے ہین، لیکن جماعت نہ صرف یہ کہ ہمیشہ مناظرہ کے وقت سراندار ہو جاتی ہی، بلکہ غیظ و غضب کا اظہار کرنے لگتی ہی یہانتک کہ اگر کوئی خطیب کسی مجمع

مخاطب کرتے ہوے مباحثہ یا مناظرہ شروع کرنا چاہتا ہے تو سامعین کی جانب سے فوراً اُسپر طعن و تشنیع شروع ہو جاتی ہے اور سب و شتم اور غضب و غصہ کی آوازین بلند ہونا شروع ہوتی ہین، پھر اگر وہ اسپر اصرار کرتا ہے تو بلا کسی تاخیر کے مستوجب عتاب ہو جاتا ہے اور اگر اس مجمع کو پولیس کا خوف نہو، تو شاید وہ اسکے قتل کرنے مین بھی دریغ نہ کرے۔

متعصبانہ جوش اور تسلط حاصل کرنے کا شوق، گو یہ دونون اوصاف جماعت مین یکسان پائے جاتے ہین لیکن قومی اخلاق و عادات کا اثر جسطرح جماعت کے دیگر اوصاف مین ہمیشہ نمایان رہتا ہے، اسی طرح قومی اخلاق و عادات کے اختلاف کی بنا پر ہر قوم مین یہ دونون اوصاف بھی ہین مختلف درجہ کے نظر آتے ہین، اور قومون کے یہ اوصاف بھی دیگر اوصاف کی طرح موروثی مؤثرات کے تابع اور زیر اثر رہتے ہین۔ لاطینی جماعتون مین یہ دونون جذبے اپنے موروثی مؤثرات کے ماتحت اسقدر اعلیٰ مرتبۂ کمال پر پہونچ گئے ہین کہ افراد کی روح استقلالی، جو انیگلو سیکسن قوم کا ایک ممتاز خاصہ ہے، قوم کے شوقِ تسلط کے آگے بالکل پژمردہ ہو گئی ہے، یہانتک کہ اب لاطینی جماعتین، افراد کے استقلال کو برقرار رکھنے کے بجائے، صرف جماعت ہی کے مجموعی استقلال کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہین، اور چونکہ استقلال کی اس نوع کا ایک اہم اور ممتاز خاصہ یہ ہوتا ہے کہ قومون مین اپنی مخالف رائے کے فنا کرنے اور اپنی مخالف جماعت کو بجبر اپنے موافق بنانے کا جذبہ اور میلان پیدا ہو جاتا ہے، اسلیے حریت و استقلال کی یہی صنف ہے جسے عموماً ہر زمانہ مین مخصوص خیالات کے جنبہ دارون اور معتقدون نے دنیا مین رواج دینے کی کوشش کی ہے۔ لاطینی قومون مین جب محکمۂ انکویزیشن (محکمۂ تفتیشِ جرائم) قائم ہوا تھا، اُسوقت سے لیکر ابتک ہمیشہ یہ قومین لفظ حُریت کا یہی مفہوم سمجھتی رہی ہین، اور ہمیشہ ان قومون نے انفرادی استقلال کے بجاے جماعت کے مجموعی استقلال کی پرستش کی ہے۔

غرض شوقِ تسلط اور تعصّب یہ دو باتین ہین جنسے جماعت خوب واقف ہوتی ہی اور
بوقت ضرورت اِن سے کام بھی لیتی ہی۔ جماعت کے نزدیک قوت وطاقت ہی قابلِ احترام
چیزین ہین، اسلیے وہ کبھی احسان سے متاثر نہین ہوتی، کیونکہ اسکے نزدیک احسان کرنا دراصل
ضعف کی علامت ہی، اور اسی بنا پر وہ ان لوگون کی قیادت قبول نہین کرتی جو لینیت اور نرمی
کے خوگر ہون، بلکہ ہمیشہ وہ جفا کارون اور استبداد پسندون کے تابع فرمان رہتی ہی۔ جماعت نے
ہمیشہ جفا کارون اور ظالمون ہی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ان کے اسٹیچو قائم کیے ہین، اور جب
کسی جفا کار کو اپنے پانوٗن سے روندا ہی، تو صرف اسلیے کہ اسکا اقتدار گھٹ گیا تھا۔ غرضکہ نفوسِ
جماعت مین ہمیشہ جن لوگون کے متعلق برتری اور عظمت کا اعتقاد پیدا ہوتا ہی وہ وہی لوگ
ہوتے ہین جنکا دبدبہ قیصر کی طرح زبردست ہوتا ہی جنکی سطوت سے جماعت کے دلون مین
ہیبت طاری ہوتی ہے، اور جنکا رعب لوگون کو مغلوب کرلیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت ہمیشہ
اس تہیّہ مین رہتی ہے کہ اِدھر حکمران کی طاقت وقوت مین فرق آئے اور اُدھر وہ فوراً علم بغاوت
بلند کردے، اور اگر وہ جھکتی بھی ہے تو اُسکے سامنے جو مضبوطی سے اُسپر اپنا اقتدار قائم کرلیتا ہے
اور جہان اُسے کمزوری لاحق ہوئی، بس فوراً جماعت اپنے مخصوص مشاعر کے ماتحت بجاے
سرگرم اطاعت ہونیکے مصروف پیکار، اور بجاے سرِ تسلیم خم کرنے کے مشغول کارزار ہو جاتی ہے۔

غرض جماعت کا اصلی خاصّہ یہ ہے کہ وہ بجز مخصوص حالتون کے ہمیشہ اپنے رہنماوٗن کی
مطیع وفرمانبردار رہے، لیکن نفس اجتماعی کے خصائص اور اسکی حقیقت کے سمجھنے مین ان لوگون نے
سخت دھوکا کھایا ہے جو یہ خیال کرتے ہین کہ جماعت کی اصلی اسپرٹ انقلاب انگیزی اور
شورہ پشتی ہے۔ اُنکو جس بات سے شبہہ لاحق ہوا وہ یہ ہی کہ انھون نے دیکھا کہ جماعت
حد سے زیادہ قسی القلب اور سنگدل واقع ہوئی ہے، اسلیے انھون نے خیال کیا کہ انقلاب انگیزی

جماعت کی سرشت مین داخل ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت سے شورہ پشتی کے زہریلے
مادہ کا پھوٹ پڑنا، یا اعمال تخریب کا ظاہر ہونا، محض وقتی ہوتا ہے، ورنہ جماعت سے زیادہ
کوئی نسے عوامل وراثت اور آثار میراث پر قناعت کرنے والی نہین پائی جاتی اور اسی لیے جماعت
ہمیشہ اپنی قدیم حالت کے نباہنے اور برقرار رکھنے کی بے انتہا کوشش کرتی ہے۔ اگر اُسے اپنے
حال پر چھوڑ دیا جائے، تو وہ خود شورہ پشتی سے تنگ آجائے اور اطاعت و فرمانبرداری
کرنے لگے۔ دیکھو! نپولین کے زیر قیادت جس جماعت نے ہنگامۂ محشر خیز برپا کیا تھا، وہ
نپولین کے تھرسے زیادہ سخت ہاتھون کی گرفت مین کیونکر آگئی؟ حالانکہ اُس سے زیادہ
نشۂ جمہوریت مین بدمست اور آمادۂ پیکار کون جماعت ہوسکتی تھی؟

پس اگر ہمین اس بات کا علم نہو کہ جماعت کا اصلی میلان ہمیشہ قدامت پرستی کے
جانب ہوتا ہے، تو ہمین دنیا کی تاریخ خصوصًا خانہ جنگیون کی تاریخ کے سمجھنے مین سخت دقت
پیش آئے۔ یہ بلاشبہہ صحیح ہے، اور واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کہ جماعت کبھی کبھی
اپنے مخصوص رسوم وآئین اور ضوابط کے اسماء اور انکی ظاہری صورتون مین تغیر کردیتی ہے
یہانتک کہ سطحی نظر مین یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ قومی آئین وضوابط مین انقلاب ہوگیا،
لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان اصول وضوابط کا اصلی عنصر اور خمیر جو اقوام کی مختلف ضروریات
کے مطابق ان کو وراثتًہ حاصل ہوتا ہے، اسمین کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا اور پیہم انقلابات و
حوادث کا اثر ہمیشہ اُن رسوم وآئین کی ظاہری صورتون ہی تک محدود رہتا ہے۔ حاصل
یہ ہے کہ جذبۂ قدامت پرستی کو وحشی انسانون کی طرح اقوام کے طریق کار مین بھی بہت
بڑی اہمیت حاصل ہے اور جماعت کبھی رشتۂ قدامت پرستی کو ہاتھ سے نہین جانے دیتی،
بلکہ تقلید اور قدامت پرستی کے نشہ مین وہ اسقدر مدہوش ہوجاتی ہے کہ ہر جدید شے کے تھا

جو اسکے احوال معیشت اور طرز بود و باش مین تغیر کرنا چاہئے اُسے بغض و عناد ہوجاتا ہی۔ موجودہ زمانہ کی طرح اگر کہین جمہوریت کا تسلط اُسوقت بھی قوت پذیر ہوگیا ہوتا، جب میکانک دستکاریون، کہربائی اور ریلون کی اختراع عمل مین آرہی تھی، تو یہ مخترعات یا تو کب کی ختم ہوگئی ہوتین اور یا انکی قیمت کا، بازار جماعت مین، انسانی خون سے بہت زیادہ اندازہ لگایا جاتا۔ اسے موجودہ تمدن کی خوش قسمتی تصور کرو کہ جماعت کا اقتدار اسوقت ترقی پذیر ہوا ہی جب تمام بڑی بڑی علمی اور صنعتی اختراعات دنیا مین رواج پا چکی ہین، ورنہ انکی کامیابی مین بے انتہا دقتین حائل ہوتین اور کسی طرح دنیا مین اُن کا عام رواج نہ ہوسکتا۔

(۵)

جماعت کے اخلاق

اگر ہم لفظ "اخلاق" سے صرف یہ مراد لین کہ جن باتون کو عام لوگ اچھی نگاہ سے دیکھتے ہین انکو اختیار کرنا اور نفس کو اسکی خواہش اور ذلیل باتون سے روکنا، تو اس معنی کے لحاظ سے بیشک جماعت نہایت بدخلق ہوتی ہی لیکن ہم اگر اخلاق کے ضمن مین یہ بات بھی داخل کرلین کہ وقتی طور پر بعض عمدہ باتین اختیار کرلینا، مثلاً ایثار اور اخلاص وغیرہ، تو اسوقت ہم یہ کہہ سکین گے کہ جماعت خوش اخلاقی اور اعلی اوصاف سے بھی مزین ہوتی ہی۔

لیکن بعض ماہرین نفسیات نے جو جماعت پر صرف اُسکی مجرمانہ حیثیت سے نگاہ ڈالتے ہین، مطلقاً یہ حکم جو لگا دیا ہی کہ جماعت کے اخلاق ہمیشہ انحطاط پذیر ہوتے ہین اسکا باعث صرف یہ ہی کہ انھون نے جماعت کے اخلاق پر یکطرفہ نظر ڈالی ہی، یعنی اُنھون نے صرف یہ دیکھ لیا کہ وہ شر و فساد کی جانب زیادہ مائل ہوتی ہی اور اسی بنا پر انھون نے کہدیا کہ جماعت ہمیشہ بداخلاق ہوتی ہے۔

بلا شبہہ جماعت کے اخلاق کا زیادہ تر حصہ شر و فساد ہی پر مشتمل ہوتا ہی، لیکن بات یہ ہی کہ ادوار گذشتہ کی سخت مزاجی اور درشتی کا بچا کھچا اثر ہم مین سے ہر ایک کے قلب مین کچھ اس طرح پیوست ہو گیا ہی کہ گو افراد تو بعض مصائب کے خوف سے اس اثر کے اشارہ پر کام کرنے سے دہشت کھاتے اور سمٹتے ہین، لیکن جماعت کو تو مسئولیت اور باز پرس کا کچھ خوف نہین ہوتا، اسلیے وہ علی الاعلان مسئولیت کے قیود سے محفوظ و مصئون رہکر، اسی گذشتہ طریق کار پر نہ صرف عامل ہوتی ہی، بلکہ اپنی خواہش کے مطابق مشغول کار ہونے پر اور شیر دل ہو جاتی ہی دیکھو تو سہی، وہ اِن خلاف انسانیت اعمال کے ارتکاب کرنے پر کس قدر جری ہی کہ جب اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اسکے اپنے ابنائے جنس نہین ملتے، تو کس طرح وہ جانورونکو مختلف ایذائین دینے کی کوشش کرتی ہی حقیقت مین جماعت کا جذبہ ایذا رسانی اور صیادونکا شوق صید و شکار، دونون یکسان اور متناسب جذبات ہین۔ اُسے جب غصہ آتا ہی، تو بلا جذبۂ شفقت سے متاثر ہوئے وہ اپنے ابناء جنس کو چیرنے پھاڑنے لگتی ہی، اور یہ جسوقت مبتلائے جنون ہوتے ہین تو اپنے دوستون کے مجمع کے ساتھ کس سنگدلی سے بیکس ہرن کا شکار کرتے ہین، حالانکہ ایک فلسفی کی نگاہ مین دونون کی وقعت ایک جنگلی بھیڑیے سے کچھ کم نہین۔

غرض، باوجودیکہ جماعتین بعض اوقات قتل و غارت، آتش زنی، جرائم اور ہر قسم کے افعالِ شنیعہ کا ارتکاب کر گذرتی ہین، لیکن انمین مخلصانہ اعمال، ایثار منافع ذاتی اور دیگر بہترین اعمال کے انجام دینے کی بھی صلاحیت افراد سے زیادہ ہی زیادہ پائی جاتی ہے، بلکہ جماعت کو جب کبھی دین یا وطن کی خاطر قربانی کرنے کے لیے دعوت دی گئی ہی، تو وہ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اسپر آمادہ ہو گئی ہی۔ تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ افراد نے نہین بلکہ جماعت ہی نے ہمیشہ نزاہت، اخلاص عمل، اور عظائم اعمال کی مسلم الثبوت مثالین

بیش کی ہین کتنی جماعتین تھین جنھون نے اپنی جانون اور روحون کو محض اُن معتقدات
کے خاطر جو اُنھین تلقین کیے گئے تھے، موت کا شکار بنا دیا! بڑی بڑی جماعتون کو جانے دو
چھوٹی چھوٹی جماعتین بھی جو اعتصاب اور اسٹرائیک کے ذریعہ سے مظاہرہ کرتی ہین،
تو انکا یہ مظاہرہ اس غرض سے نہین ہوتا کہ انکی قلیل اجرت مین جو ان کے لینا کافی
ہوتی ہو اضافہ کر دیا جائے، بلکہ اُنکا یہ مظاہرہ اس بات کی علامت ہوتا ہو کہ اُنھین کسی نہ کسی
اس ایثار اور قربانی کی جانب دعوت دی گئی ہے جو ان کے مظاہرہ کی روح روان ہو
مصلحت ذاتی کا خیال گو افراد کے لیے تہییج و تحریک کا باعث ہوتا ہو، لیکن جماعتین کبھی
اس خیال کی بنا پر نہ مشغول پیکار ہوئی ہین اور نہ آسانی سے اُنھین اسپر آمادہ کیا
جا سکتا ہو، تاوقتیکہ اُنھین مقصود حقیقی سے آگاہ نہ کیا جائے

جماعت کی خوش اخلاقی اور سلامت روی کا یہ حال ہو کہ بعض اوقات کمینون اور اوباشون
کی شمولیت سے بھی کوئی نقصان نہین ہوتا، بلکہ ان کی شمولیت بعض اوقات جماعت کے محاسن
اخلاق کو اور چمکا دیا کرتی ہو۔ موسیو ٹائن نے ماہ ستمبر کی شورہ پشت جماعت کے متعلق
لکھا ہو کہ اُسنے جتنا مال غنیمت لوٹا تھا وہ سب جماعت کے سامنے لاکر رکھدیا، حالانکہ
وہ مال قیمتی اشیاء پر مشتمل تھا۔ اسی طرح جس جماعت نے قصر ٹویلری پر ۱۸۴۸ء کی بغاوت
کے دوران مین حملہ کیا ہو، اسکے متعلق بھی تاریخ مین مذکور ہو کہ اسنے بھی قصر کی کسی نفیس
شے کو ہاتھ نہین لگایا، حالانکہ قصر مین بہت کچھ تھا اور وہ جماعت غصہ مین بیتاب ہو رہی
تھی۔ جماعت کی خوش خلقی بعض اوقات اس قدر ترقی کر جاتی ہو کہ وہ جماعتین بھی جو
اوباشون سے مرکب ہوتی ہین اکثر خلاف تہذیب منظر کو دیکھکر یا ناشایستہ الفاظ کو
سُنکر اپنے آپے مین نہین رہتین۔

پس مذکورۂ بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ جس طرح جماعتون سے قبیح اعمال سرزد ہوتے ہین اُسی طرح جماعتین اپنے اعمال سے بعض اوقات محاسن اخلاق کے نمونے بھی پیش کرتی ہین، اور اس قسم کی مثالین دو ایک نہین، بلکہ اگر یہ کہنا صحیح ہی کہ ایک خیالی اور وہمی محورِ نظر کے خاطر قربانی کرنے کے لیے اخلاص مطلق اور ایثار کی سخت ضرورت ہوتی ہی، تو پھر یہ بھی صحیح ہوگا کہ عقلائے زمانہ سے زیادہ جماعتین ہمیشہ قربانی کی اس قسم کی مثالین پیش کرتی رہی ہین، گو ان اعمال کا ظہور جماعتون سے قصداً نہوتا ہو، لیکن قصد وارادہ کو ہمارے دعوے سے کوئی لگاؤ نہین۔ علاوہ برین اگر سچ پوچھو، تو واقعہ یہ ہی کہ جماعت سے غیر ارادی اعمال جو صادر ہوتے ہین انکی شکایت ہمین نہین کرنا چاہیے، اسلیے کہ اگر جماعتین کہین اپنی عقل سے کام لینے لگین اور اپنے منافع کا انھین احساس پیدا ہو جائے تو تمدن کا تختہ الٹ جائے اور عالم مین سراسیمگی اور پراگندگی پھیل جائے۔

فصل سوم

جماعت کے قوائے عقلی

قوتِ عقلی، قوتِ فکری، تخییل آرائی

(۱) **جماعت کی قوتِ فکری**۔ جماعت کے اساسی اور ضمنی افکار کا فرق۔ یہ بحث کہ ذہن جماعت میں متناقض فکروں کا اجتماع کیونکر ہوتا ہے۔ جماعت کسی خیال کو اسوقت تک جذب نہیں کر سکتی تاوقتیکہ ایسے خیال کے مطابق اسمین تغیر نہیں کرلیتی ہے۔ جماعت پر کسی خیال کے اثر کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ خیال عقلی پہلو سے صحیح بھی ہو۔

(۲) **قوتِ عقلی**۔ جماعت عقلی استدلال سے کبھی اثر پذیر نہیں ہوتی۔ جماعت کی قوتِ عقلی ہمیشہ انحطاط پذیر رہتی ہے۔ جماعت کا عقلی استدلال ہمیشہ قیاس تمثیلی پر مبنی ہوتا ہے۔

(۳) **تخییل آرائی**۔ جماعت کا شدتِ تخیل۔ جماعت اپنے ذہن میں ایسی صورتیں اور اشباح پیدا کرلیتی ہے جنکو اصلی واقعہ سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ جو چیز جسقدر عجوبہ ہوگی اسی قدر جماعت پر زیادہ اثر کریگی۔ اسی قسم کے کرامات اور یادر ہوا قصے ہر تمدن کی بنیاد ہوتے ہیں۔ جماعت کا تخیل ہمیشہ قوموں کے

رحال سیاست کا دست و بازو رہا ہے کسی حادثہ سے جماعت کو اثر پذیر کرنے کے لیے اس کو جماعت کے سامنے کس رنگ میں پیش کرنا چاہیے۔

(۱)
جماعت کی قوت فکری

ہمنے اگلی تصنیف مین نہایت تفصیل سے اس مسئلہ پر بحث کی تھی کہ قومون کی ترقی مین افکار اور خیالات کا کتنا اثر ہوتا ہے، اور اس باب مین انکی کیا اہمیت ہے، اور یہ بھی بیان کر دیا تھا کہ ہر تمدن کی بنا چند افکار اساسی پر ہوتی ہے جو تجدد اور تغیر کی صلاحیت نہین رکھتے، نیز اسکی بھی تشریح کر دی تھی کہ یہ افکار و خیالات نفوسِ جماعت پر کیونکر تسلط حاصل کرتے ہین، اور وہ کونسی طاقت ہوتی ہے جو نفوسِ جماعت پر اثر کرتے وقت اِن مین پیدا ہو جاتی ہے، پھر ہمنے اس کی بھی وضاحت کر دی تھی کہ بڑے بڑے سیاسی انقلابات اُسوقت واقع ہوتے ہین جب اِن اساسی افکار و خیالات مین کوئی تغیر یا انقلاب ہو جاتا ہے۔ سابق تصنیف مین ہم ان تمام امور کی بخوبی وضاحت کر چکے ہین، اسلیے ہم یہان پر دوبارہ ان مضامین کا اعادہ نہ کرینگے، بلکہ نہایت اختصار کے ساتھ صرف یہ بتا دینگے کہ اس قسم کے افکار اور خیالات جماعت کے ذہن مین جب پیدا ہوتے ہین تو کیا صورت اختیار کرتے ہین، اور ان افکار و خیالات کا جماعت پر کتنا اثر پڑتا ہے۔

جماعت جن افکار و خیالات سے عموماً اثر پذیر ہوتی ہے، انکی دو قسمین ہین:۔

۱۔ وہ وقتی افکار و خیالات جو بعض وقتی حوادث اور واقعات کے اثر سے جماعت کے ذہن مین پیدا ہوتے ہین، مثلاً کسی مذہب یا کسی ذات کے ساتھ غلو اعتقاد وغیرہ۔

۲۔ وہ اساسی اور غیر فرعی افکار و خیالات جو مخصوص ماحول اور وراثت وغیرہ کی بنا پر جماعت کے

ذہن مین پیدا ہوکر رسوخ حاصل کرتے ہین۔ ان اساسی اور غیر فرعی افکار کی مثال مین ہم زمانۂ قدیم کے معتقدات مذہبی اور زمانۂ حال کے جمہوری اور اجتماعی خیالات کو پیش کر سکتے ہین جو مخصوص ماحول اور مخصوص وراثت کے نتائج ہین۔

اساسی افکار و خیالات کی حالت اُس پانی کی سی ہوتی ہے جو دریا مین سکون کے ساتھ بہتا رہتا ہے اور فرعی افکار اُن چھوٹی چھوٹی موجون کے مثل ہوتے ہین جو دریا کے پانی کو تھپیڑے دے دیکر پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہین، اور جو باوجود اپنی قلت و ضعف کے آنکھ کے سامنے خود دریا سے زیادہ نمایان ہوتی ہین۔

اب اس زمانہ مین وہ تمام اساسی افکار و خیالات، جو ہمارے اجداد کے دستور العمل تھے، درجہ بدرجہ مضمحل ہو ہو کر اپنے رسوخ اور قوت کو برباد کر رہے ہین اور اُنکے زوال کے ساتھ اس نظامِ معاشرت اور نظامِ حکومت کی بنیادین بھی ہل گئی ہین جو اُن اساسی افکار و عقائد پر مبنی تھے، اور اُنکی جگہ پر ہر روز نئے نئے خیالات اور عقائد پیدا ہوتے جاتے ہین جنمین نشو و نما کی صلاحیت ہمکو بہت کم نظر آتی ہے تاہم ان ہی پر جماعت کے مستقبل کا مدار ہے۔

پھر وہ افکار و خیالات جو جماعت کو تلقین کیے جاتے ہین اسوقت تک کوئی نتیجہ خیز رسوخ نفوس جماعت مین نہین پیدا کر سکتے، تاوقتیکہ ان کو ایک دلفریب اور سادہ شکل مین نہ پیش کیا جائے، اور یہ صرف اسی صورت سے ہو سکتا ہے کہ جماعت کو جن خیالات کی تلقین کی جارہی ہے اُنکی حقیقت تصاویر و اشباح یا تشبیہ و استعارات کے ذریعہ سے اُسکو سمجھائی جائے، تاکہ وہ ذہن مین خوب پیوست ہو جائین۔ پھر جب ان خیالی تصاویر کے ذریعہ سے کوئی حقیقت جماعت کے ذہن نشین ہو جاتی ہے، تو باوجودیکہ ان ذہنی اشباح اور خیالی تمثیلات و تشبیہات مین کوئی باہمی تعلق ایسا نہین ہوتا کہ ایک خیالی تصویر کے ذریعہ سے دوسری خیالی تصویر کی جانب

ذہن کا انتقال ہوسکے، لیکن جماعت کی حالت یہ ہوتی ہی کہ اسکے ذہن کو ایک خیالی تصویر سے
دوسری خیالی تصویر کی جانب نہ صرف انتقال ہوتا ہی، بلکہ وہ ان مختلف اور متناقض تصاویر سے
اثر پذیر بھی ہوتی ہی، اور یہی بات ہی کہ اکثر دیکھا گیا ہی کہ جماعتین ان متضاد اور متناقض ذہنی تصاویر
سے اثر پذیر ہوکر متضاد اور متناقض افعال کا ارتکاب کرنے لگتی ہین۔
لیکن جماعت کے افعال و اعتقادات مین جو تناقض پایا جاتا ہی وہ صرف جماعت ہی کے ساتھ
مخصوص نہین ہی، بلکہ اس قسم کا تناقض اکثر افراد کے اعمال و اعتقاد مین بھی نظر آتا ہے۔ مین
وحشی انسانون کے متعلق نہین کہتا، انکے اعمال و اعتقادات مین اگر تناقض پایا جائے تو محل تعجب
نہین ہی، مجھے تو اس تناقض و تضاد کا مشاہدہ اکثر اُن ہندوستانی روشن خیال لوگون کے اعتقادات
مین بھی ہوا ہی جنھون نے ہمارے یورپین مدارس مین تعلیم پائی ہی۔ ان لوگون کے خیالات مین مین نے یہ عجیب
تناقض پایا کہ گو ہماری تربیت کے اثر سے ان کے موروثی اعتقادات پر اجنبی افکار نے غلبہ حاصل
کرلیا ہی، لیکن ان کے موروثی اعتقادات کا استیصال نہین ہوا ہی۔ یہی تناقض خیالات ہی جسکی
وجہ سے گو بعض اوقات ہم افراد کو متضاد اعمال کا ارتکاب کرتے ہوے تو پاتے ہین، لیکن میرا
خیال یہ ہی کہ افراد کے خیالات کے اندر اختلاف کی خلیج خواہ کتنی ہی وسیع ہو جائے، اس عملی
تناقض کا اثر کبھی ظاہر سے تجاوز نہین کرتا۔ بات یہ ہی کہ افراد سے جو افعال سرزد ہوتے ہین اُنکا
مصدر حقیقی اور منبع اصلی صرف اُنکے موروثی خیالات ہوتے ہین اور اسی بنا پر افراد کے اعمال مین
حقیقی تناقض صرف اُسوقت نمودار ہوتا ہی جب دو موروثی طاقتین باہم متصادم ہوتی ہین۔
مین اس مسئلہ پر طویل گفتگو کرنا نہین چاہتا اور اسکی وجہ یہ ہی کہ میرے خیال مین اس حقیقت کا
مشاہدہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہی کہ مختلف ممالک مین سیر و سیاحت کرکے قومون کے موروثی
اخلاق و عادات سے واقفیت تامہ حاصل کی جائے۔

پھر جماعت مین کسی خیال کے پھیلانے کے لیے صرف اتنا ہی ضروری نہین ہوتا کہ اسکی حقیقت کو ذہنی تصاویر اور تشبیہات کے ذریعہ سے جماعت کے ذہن نشین کرایا جائے' بلکہ جماعت مین کسی فکر و خیال کو اسوقت تک مقبولیت حاصل نہین ہوتی تاوقتیکہ ترمیم و تغیر کر کے اسکو ذہن جماعت کے قریب نہ کر دیا جائے۔ اس اصول کا مشاہدہ فلسفیانہ اور علمی خیالات مین آسانی سے ہو سکتا ہی۔ دیکھو کسی علمی خیال کو مقبولیت کا جامہ پہنانیکے لیے اسمین کتنا تغیر کرنا پڑتا ہی اور سرتاسر اسے جماعت کے مزاج عقلی کے مطابق بنانا پڑتا ہی' اور گو یہ ترمیم و تسیخ مختلف اقوام کی حالت کے اعتبار سے عمل مین لائی جاتی ہی تاہم اسکا قدر مشترک یہ ہوتا ہی کہ خیالات سادگی اور سطحیت کا جامہ پہن لین۔ یہی سبب ہی کہ جب ہم اجتماعی نظر سے خیالات و افکار کو دیکھتے ہین تو انمین بلحاظ بلندی و پستی ہمین کوئی فرق نظر نہین آتا' کیونکہ اب وہ جیسے ہی ذہن جماعت مین پیوست ہوئے' انکی عظمت تشریف لے گئی' اب اگر ان کی کوئی حیثیت رہگئی ہی تو صرف یہ کہ جماعت پر انکا کسقدر اثر پڑتا ہی۔

علاوہ برین اجتماعی نقطۂ نظر سے تو کسی فکر و خیال کی کوئی اہمیت نہین ہوتی۔ اجتماعی نقطۂ نظر سے جس بات کو اہمیت ہی وہ صرف یہ ہی کہ جماعت مین کسی فکر و خیال کے اشاعت پذیر ہونے سے اس جماعت کی حالت پر کیا اور کتنا اثر پڑتا ہی۔ ذرا دیکھو کہ قرون وسطی مین مذہبی معتقدات کو کسقدر اہمیت حاصل تھی' اور زمانۂ حال مین جمہوری اور اجتماعی خیالات کس درجہ برتر اور مافوق البحث خیال کیے جاتے ہین' حالانکہ فلسفہ ان تمام خیالات کی انتہائی تغلیط کرتا ہی' اور باوجود اسکے زمانۂ گذشتہ مین تو خیر ان خیالات کی جو اہمیت تھی وہ تھی اب بھی انکا اثر ترقی پر ہی اور آئندہ بھی ایک عرصہ تک حکومتون اور اقوام کی حیات و ممات مین انھین خیالات کی تہییج و تحریک کو بڑا دخل رہیگا۔

لیکن اب فرض کرو کہ ہمنے کسی فکر و خیال مین اقوام کے نفسانی حالات کے مطابق تغیر بھی کیا

اور جماعت مین اس فکر وخیال کی اشاعت بھی ہو گئی، لیکن اب بھی اس فکر وخیال کا اثر جماعت پر اُسوقت تک نہین ہو سکتا تاوقتیکہ وہ جماعت کے ذہن مین پیوست ہو کر مقتضیات فکری اور احساسات غیر شعوری کی صف مین داخل نہو جائے اور اسکے لیے تو ظاہر ہی کہ ایک طویل مدّت درکار ہوتی ہی۔

غرض جماعت مین کسی فکر وخیال کے اشاعت پذیر ہونے کے لیے پہلے اس فکر وخیال کو مختلف مدارج طے کرنا ہوتے ہین، اسکے بعد پھر کہین جا کر وہ جماعت مین اشاعت پذیر ہوتا ہی۔ پس، اب ناظرین کے ذہن مین یہ شبہہ نہ گذرے کہ جب کسی فکر وخیال کی صحت کا حال معلوم ہو گیا، تو کوئی وجہ نہین کہ جماعت مین یہ خیال اشاعت پذیر نہو، اور جماعت اسکا اثر نہ قبول کرے۔ کیونکہ جماعت تو ایک طرف خود افراد کی یہ حالت ہوتی ہی کہ وہ خیال جسکی اشاعت کی جارہی ہی اسکی صحت و واقعیت کا حال معلوم کرنے کے بعد اگر سامعین روشن خیال ہوے تو وہ گو اسکی صداقت کا اعتراف کر لیتے ہین، لیکن چونکہ افراد پر انکے موروثی خیالات کا بڑا اثر ہوتا ہی اسلیے تھوڑے عرصہ کے بعد انکا قدیم اعتقاد ان پر پھر غالب آجاتا ہی، اور اب اگر تم ان سے کچھ مدت کے بعد پھر ملو، تو وہ تمھارے سامنے اپنا وہی پہلا خیال پھر ظاہر کرینگے جسکے باطل کرنے کی تم ایک بار کوشش کر چکے ہو۔ وجہ یہ ہی کہ افراد ان افکار وخیالات کے پابند اور زیر فرمان ہوتے ہین جو امتداد زمانہ سے انکے ذہنون مین راسخ ہو گئے ہین اور انھین خیالات کا اثر ان کے اعمال و افعال مین نمایان رہتا ہی۔ پس جب افراد کی یہ حالت ہی تو جماعت کا کیا پوچھنا؟ وہ تو افراد سے زیادہ عوامل وراثت کی پرستار ہوتی ہے، اسکا اجنبی خیالات کو جذب وہضم کر لینا تو نہایت دشوار ہے۔

لیکن جب متعدد وسائل کی مدد سے کسی خیال کو نفوس جماعت مین رسوخ حاصل ہو جاتا ہی، تو پھر کوئی قوت اسکے سامنے نہین ٹھہر سکتی، اور اسوقت جو واقعات ظاہر ہوتے ہین انکی اطاعت اور فرمانبرداری ناگزیر ہوتی ہی۔ فلسفیانہ خیالات جو انقلاب فرانس کے باعث ہوئے تھے ایک مدت تک

مختلف منازل طے کرتے رہے، اور اسکے بعد جو انکو رسوخ حاصل ہوا، تو ان خیالات سے اثر پذیر ہو کر تمام قوم کی قوم معاشرتی مساوات حاصل کرنے اور حریت کی عظیم الشان بنیادین قائم کرنیکے لیے یکبارگی اُٹھ کھڑی ہوئی، تمام تاج و تخت اُلٹ دیے گئے، مغرب کا طبقہ زیر و زبر کر دیا گیا، اور بیس سال کی مدت تک ایک ایسی ہولناک جنگ کے شرارے ممالک یورپ کو خاک سیاہ کرتے رہے، جسکے خیال تک سے تیمور لنگ اور چنگیز خان کو لرزہ آتا ہوگا ———

ایک ایسا ہولناک منظر جو ہمارے دائرۂ تصور سے باہر ہے

لیکن جسطرح نفوس جماعت مین کسی فکر و خیال کو ایک مدت دراز مین مختلف منازل طے کرنیکے بعد رسوخ حاصل ہوتا ہی، اسی طرح ذہنون سے اس فکر کے ازالہ کے لیے بھی ایک مدت درکار ہوتی ہی جو خیال ایکبار ذہنون مین راسخ ہو جاتا ہی، اسکا ازالہ بھی اگر ہو سکتا ہی تو اسی صورت سے کہ جن ذرائع یا وسائل کی مدد سے اس خیال کو رسوخ حاصل ہوا تھا، اُسی قسم کے قوی ذرایع اور عوامل و اثرات کی مدد سے اس خیال کو اپنی جگہ سے ہلایا جائے۔ یہی وجہ ہی کہ جن خیالات تک قوم کے اعلیٰ طبقہ اور علما، اور فلاسفہ کی رسائی پہلے سے ہو جاتی ہی، قوم کا ادنیٰ طبقہ ان خیالات تک ایک مدت دراز کے بعد رسائی حاصل کرتا ہی، اور گو عموماً رجال سیاست اپنے زمانہ کے خیالات اساسی کی خطا و صواب سے واقف ہوتے ہین، لیکن چونکہ اُنکے پیش نظر یہ بات ہوتی ہی کہ یہ خیال قوم کے دماغون مین رسوخ حاصل کر چکا ہی، اور قوم کی قیادت، بلا اس خیال کی مراعات کیے ہوے، ناممکن ہی، اسلیے فرض قیادت انجام دینے کے لیے وہ ان اساسی خیالات کو چھوتے تک نہین، گو وہ خود انکی صحت کا اعتقاد نہ رکھتے ہون

۲

قوتِ عقلی

جماعت کی قوت عقلی کے متعلق گو مطلقاً یہ نہین کہا جا سکتا کہ جماعت مین قوت عقلی سرے سے مفقود ہوتی ہی یا جماعت عقلی استدلال سے بالکل اثر پذیر نہین ہوتی البتہ یہ ضرور ہی کہ جس قسم کے دلائل وہ کسی امر کی تائید مین قائم کرتی ہی یا جن دلائل سے وہ اثر پذیر ہوتی ہی وہ عموماً منطقی نگاہ سے گرے ہوئے ہوتے ہین۔

بلاشبہہ یہ انحطاط پذیر دلائل بھی جو جماعت کسی امر کی تائید مین قائم کرتی ہی صحیح دلائل و براہین کی طرح اشیا کی باہمی مماثلت پر مبنی ہوتے ہین لیکن اشیا کی یہ مماثلت جو جماعت کے ذہن مین آتی ہی وہ اسقدر سطحی ہوتی ہی کہ اسکی بنا پر جو قیاس قائم ہوتا ہی علمی نگاہ مین اُسکی کوئی قدر و منزلت نہین ہوتی۔ جماعت کے استدلالات کی شان بالکل ویسی ہی ہوتی ہی جسطرح ایک اسکیمو اپنے اس تجربہ کی بنا پر کہ برف شفاف ہی اور مُنھ مین جا کر گھلتی ہی یہ استدلال قائم کرتا ہی کہ چونکہ شیشہ بھی شفاف ہی اسلیے وہ بھی مُنھ مین جا کر گھلیگا یا جس طرح ایک دیہاتی یہ سمجھتا ہی کہ بہادر شخص کا کلیجہ چباتے سے ہم مین بھی بہادری پیدا ہو سکتی ہی یا جس طرح ایک مزدور کا قصہ ہی کہ اتفاق سے ایک پروفیسر نے اسکی مزدوری نہین دی تو اسنے صرف اسی واقعہ کی بنا پر یہ کلیہ قائم کر لیا کہ تمام پروفیسر حقوق غصب کر لیتے ہین۔

غرض جماعت کے قیاسات اور استدلالات کی شان ہمیشہ یہ ہوتی ہی کہ وہ ہر اُن دو چیزون کے مابین رابطۂ اتحاد یا علاقۂ علیت پیدا کر لیتی ہی جنمین واقعتاً کوئی علاقہ اور رابطہ نہین پایا جاتا اس بنا پر اگر جماعت کے استدلالات کو کسی صنف استدلال مین داخل کیا جا سکتا ہی تو وہ استدلال تمثیلی ہی اور چونکہ جماعت پر صرف اسی صنف استدلالات کا اثر پڑتا ہی اسلیے وہ لوگ بھی جو جماعت کی قیادت کرتے ہین اسی قسم کے دلائل و براہین اسکے سامنے پیش کرتے ہین بخلاف منطقی دلائل کے کہ اول تو یہ دلائل اس کے فہم و ادراک سے بالاتر ہوتے ہین پھر اگر

کسی طرح جماعت کو انکا ادراک ہو بھی جائے تو وہ ان استدلالات سے ذرہ برابر اثر پذیر نہین ہوتی پس اگر ان وجوہ کی بنا پر یہ کہا جائے کہ جماعت کی قوت عقلی اور قوتِ استدلالی کمزور ہوتی ہی تو بجا ہی لیکن اکثر یہ ہوتا ہی کہ جب ہم اُن خطبون کو اُٹھا کر دیکھتے ہین جو اپنی بے نظیر مُوثرانہ اور ساحرانہ طاقت کے لیے مشہور ہوتے ہین تو ہمکو انکی رکاکتین اور نقائص دیکھکر یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ اس مجموعۂ خرافات نے بھلا جماعت پر کیا اثر ڈالا ہوگا اسمین تو صدہا نقص ہین پھر کیا یہ ممکن ہی کہ ان نقائص کے باوجود جماعت اس سے اثر پذیر ہوئی ہو؟ لیکن بات یہ ہی کہ جماعت پر کسی خطبہ کا مؤثر ہونا' اور غیر معقول دلائل و براہین پر کسی خطبہ کا مشتمل ہونا' یہ دونون علحدہ علحدہ باتین ہین یہ کوئی ضروری نہین کہ جس خطبہ سے جماعت اثر پذیر ہوئی ہی وہ معقول دلائل و براہین پر بھی مشتمل ہو بلکہ اکثر تو اسکے خلاف یہ ہوتا ہی کہ جو خطبہ اپنے اندر جسقدر زیادہ غیر معقول دلائل کا ذخیرہ مخفی رکھتا ہی اسی قدر زیادہ اسکے مخفی اثر سے جماعت پر بیشعوری کی کیفیت طاری ہوتی ہی خطبون اور لکچرون کی غرض یہ نہین ہوتی کہ علما ان کے مطالعہ سے محظوظ ہون اور اپنے معلومات عامہ مین انکے ذریعے اضافہ کرین بلکہ انکی غرض صرف یہ ہوتی ہی کہ جس طرح بن پڑے مجمع پر اثر ڈالکر اسکو مدہوش کر دیا جائے اگر خطیب اسمین کامیاب ہوگیا تو خواہ اسکے دلائل کتنے ہی غیر معقول ہون اسکی غرض حاصل ہوگئی اور اگر اب تم یہ چاہو کہ اس خطبہ کے مطالعے سے وہی اثر اپنے مین پھر پیدا کرلو تو یہ ناممکن ہی اب صدہا بار بھی اسکے پڑھنے سے وہ اثر نہ پیدا ہوگا جو خطیب نے خطبہ دیتے وقت پیدا کر دیا تھا۔

پس جب تقریر بالا سے خوب یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ جماعت کی قوت استدلالی ضعیف ہوتی ہی تو اب اسکے بعد مجھے یہ بتانے کی حاجت نہین رہی کہ جماعت حق و باطل اور غلط و صحیح کی تمیز کرنے سے بھی قاصر ہوتی ہی اور جن افکار و خیالات کو وہ قبول کرتی ہی وہ کسی واقعیت پر مبنی نہین ہوتے بلکہ انکا دارومدار اپنی مؤثرانہ طاقت پر ہوتا ہی جو انکے اندر مخفی ہوتی ہی۔ اور چونکہ

جماعت کی قدرت سے یہ باہر ہی کہ اپنے کسی ذاتی خیال کی بنا پر وہ کوئی خاص نتیجہ اخذ کرے
با لفاظ دیگر جماعت کا اپنا کوئی خاص خیال نہین ہوتا، اس لیے عموماً وہ بعض خیالات کو
نہایت آسانی کے ساتھ قبول کر لیا کرتی ہے۔

(۳)

قوتِ تخیل

جماعت مین اُن وحشی انسانون کی طرح جو غور وفکر کی صلاحیت نہین رکھتے تخیل آرائی
اور وہم پرستی کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہی، اور اسکے ذہن مین کسی واقعہ یا کسی ذات کی جو
تصویر آتی ہی، وہ اس سے اتنا اثر پذیر ہوتی ہی کہ اگر اس تصویر کے بجاے خود وہ شے اسکی
نظر کے سامنے آجائے، تو شاید وہ اس سے اسقدر اثر پذیر نہو جیسا کہ ہم بار بار بیان کر چکے ہین،
جماعت کی حالت مسمریزم کے معمول سے بہت کچھ مشابہ ہوتی ہی، مسمریزم کے معمول کی طرح وہ
کچھ دیر کے لیے فاقد العقل ہو کر اپنے ذہن کی اُن پیدا کردہ تصاویر و اشباح سے اثر قبول کرتی ہی
جو ذرا سے غور و تامل مین غیر معقول اور مہمل ثابت ہو سکتی ہین۔ لیکن چونکہ جماعت غور و فکر کی
صلاحیت سے عاری ہوتی ہی، اسلیے، اسکو یہ پتا نہین لگتا کہ اِن تصاویر و اشکال مین کونسی غیر معقول ہی
بلکہ اسکے خلاف جو ذہنی تصویر معقولیت سے جتنی زیادہ دور ہوتی ہی اس سے اسی قدر وہ زیادہ اثر پذیر ہوتی ہی۔
یہی وجہ ہی کہ کسی واقعہ کے وہ حیثیات جنپر قصہ اور خرافات کا رنگ زیادہ چڑھا ہوتا ہی،
جماعت پر انھین کا زیادہ اثر ہوتا ہی۔ اگر ہم کسی تمدن کے عناصر کی دقیق تشریح کرین تو ہمین نظر آئے
کہ بے بنیاد قصون اور بے معنی خرافات کا اس تمدن کے مظاہر پر کتنا اثر تھا۔ یہ کچھ تمدن کے
ساتھ مخصوص نہین، بلکہ تاریخ کی بھی یہی حالت ہی، واقعات تاریخی مین بھی خیال کو واقعہ پر،

اور وہم کو حقیقت پر بڑا غلبہ ہوتا ہے۔

لیکن چونکہ جماعت کسی بات کا ادراک اِن ذہنی تصاویر کے بغیر نہین کر سکتی، اسلیے اسکو متأثر اور مشتعل کرنے کا اگر کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے تو یہی ذہنی تصاویر ہین وعدہ وعید، ترہیب و ترغیب، تحریص و تخویف، غرض اشتعال انگیزی کے تمام مظاہر کے مطابق جماعت اگر کاربند ہو سکتی ہے تو اسی صورت سے کہ ذہنی تصاویر کے ذریعہ سے اسکو سبز باغ دکھایا جائے۔

لیکن تخیل کو متأثر کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ تھیٹرون، ناٹکون، اور تماشون کے ذریعہ سے کسی خیال کو مجسم شکل مین جماعت کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ ایسا بہترین طریقہ ہے کہ افکارِ مجردہ، جو جماعت کے فہم و ادراک سے باہر ہوتے ہین، اس ذریعہ سے انکی تصویر جماعت کی آنکھون مین پھر جاتی ہے، اور جماعت کو اس فکر و خیال کی حقیقت کا نہ صرف پورا اندازہ ہوجاتا ہے، بلکہ یہ مجسم تصاویر نفوسِ جماعت مین ایک عمیق اثر چھوڑ جاتی ہین۔ رومن قوم نے جو دنیا کی تمام قومون سے زیادہ نباضِ فطرت تھی، اس اصول کو یہانتک مرعی رکھا تھا کہ تھیٹر اسٹیج اسکی بزم تمدن کا زیب و زینت بنگیا تھا، اور امن و سعادت کا جلوہ اسکو تھیٹر اسٹیج ہی پر نظر آنے لگا تھا رومیون کے بعد بھی یہ اصول ہمیشہ مہذب دنیا کے پیش نظر رہا، اور آج اِس اصول کو جو ترقی دیگئی اسکو ہم خود اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین۔ تخیل کو متأثر کرنے کا یہ ذریعہ اسقدر کارگر ہوتا ہے کہ سارے کا سارا مجمع اِن مناظر اور مجسم تصاویر سے ایکدم متأثر ہوجاتا ہے، اور گو ناٹک کے پلاٹ کے جانب سے ناظرین کتنی ہی بے لطفی کا اظہار کر رہے ہون، مگر اسوقت تخیل کی بلند پروازی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ناظرین اس خیالی دنیا کے واقعات و حوادث سے متأثر ہوکر بیخودی کے عالم مین رو پڑتے ہین، اور کبھی یہ اثر اتنا ترقی کرتا ہے کہ لوگ غیر معمولی جذبات سے بے قابو ہوجاتے ہین، اور انسے بعض غیر معمولی افعال کا صدور ہونے لگتا ہے۔ ایک تھیٹریکل کمپنی مرہ بجیڈی کا پلاٹ اکثر کھیلتی تھی، اسکی بابت اکثر یہ سننے مین آیا ہے کہ جس ایکٹر نے "بدمعاش خائن" کا پارٹ کیا تھا وہ جب تھیٹر ہال سے

باہر آیا تو پولیس اُسکو گھیرے ہوے تھی، اِس خوف سے کہ چونکہ اسنے ایک مجرم کا پارٹ کیا ہی مبادا مجمع جوش غضب مین اسپر ٹوٹ نہ پڑے تماشائیون اور تماشون مین جماعت کی یہ اشتعال پذیری اس بات کو بتاتی ہی کہ جماعت کے قواے عقلی کسقدر کمزور ہوتے ہین، اور جماعت کو مشتعل کر دینا کسقدر آسان ہی۔

غرض جماعت مین ایک بہت بڑا نقص یہ بھی ہی کہ وہ کسی واقعہ اور اُسکی ذہنی تصویر کے باہمی فرق کا ادراک نہین کرسکتی ہی، اور یہی اسکے ضعف عقلی اور اشتعال پذیری کی بنا ہے۔

پس چونکہ جماعتین اسوقت تک آمادۂ عمل نہین ہوتین تاوقتیکہ مختلف ذرایع سے ان کے تخیل کو بیدار نہ کیا جائے، اسی لیے فاتحین اپنے اثر و غلبہ کی توسیع، اور سلطنتین اپنی قوت وسطوت کے ترقی دینے مین، ہمیشہ جماعت کے تخیل سے کام لیتی رہی ہین اور قومون کے تخیل ہی نے ہمیشہ روے زمین کا کایا پلٹ کیا ہی۔ بڑے بڑے تاریخی واقعات جو وقوع مین آئے ہین، مثلاً بدھ مذہب کا ظہور، عیسائیت، اسلام اور پروٹسٹنٹ مذاہب کی ترویج، یا گذشتہ زمانہ کے سیاسی انقلابات، اور زمانۂ حال کے اشتراکی فرقے، یہ سب واقعات ان مختلف تاثیرات کی قریب و بعید مثالین ہین جو وقتاً فوقتاً انسانی تخیل پر اثر کرتی رہی ہین۔

یہی بات ہی کہ ہر زمانہ اور ہر قوم کے سیاست دان حتی کہ وہ لوگ بھی جو سب سے زیادہ استبداد پسند ہوتے ہین، اپنی اپنی قومون کے تخیلات و اعتقادات کا ہمیشہ احترام کرتے ہین، اور انکے خلاف عمل پیرا ہونے سے گریز کرتے ہین۔ انکے اندیشہ مین بھی کبھی یہ بات نہین آتی کہ وہ اِن اعتقادات کو پس پشت ڈال کر فرض قیادت انجام دین اور اگر وہ ایسا کرین تو انکی ساری عزت خاک مین ملجائے۔ نپولین نے ایکبار حکومت کی مجلس شوریٰ مین کہا تھا:۔

"تم جانتے ہو مین نے جنگ وِنڈِین مین کب فتح حاصل کی؟ اُسوقت جب مین نے کیتھولک مذہب اختیار کر لیا۔ پھر مجھے مصر مین اُسوقت کامیابی حاصل ہوئی جب مین نے جامع ازہر مین اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اسی طرح اٹلی مین اسوقت

کامیاب ہوا جس میں عصمت پوپ کے مسئلہ کا قائل ہوگیا۔ اور اگر میرے زیر سایہ کوئی یہودی

سامدان بھی آباد ہوتا، تو یقیناً میں عبادتگاہ سلیماں کی بھی حاروب کشی کرتا"

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سکندر اعظم اور قیصر کے بعد سے ابتک عظمائے رجال میں بجز نپولین کے کوئی ایسا شخص نہین پیدا ہوا جو اعتقاد جماعت پر اثر ڈالنا اور اس سے کام لینا جانتا ہو۔ نپولین کے فتوحات، اسکے خطبات، اسکے مکاتبات غرض اسکے ہر ہر عمل سے یہ مترشح ہوتا ہی کہ وہ قلوب انسانی پر فتح حاصل کرنے کا مقصد ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھتا تھا، یہانتک کہ جب وہ بستر مرگ پر پڑا ہوا کروٹین بدل رہا تھا، اسوقت بھی یہی مقصد اسکے پیش نظر تھا۔

جماعت کے اعتقاد و تخیل کو جن جن طریقون سے متاثر کیا جاسکتا ہی، ان کو تو ہم آگے چل کر بیان کرین گے، البتہ یہان پر صرف اتنا بتا دینا ضروری ہی کہ جماعت، مؤثرات کے آگے، کبھی دلائل و براہین کے پھیر مین آکر سر تسلیم خم نہین کرتی۔ دیکھو انٹونی جبتک محض اپنے ساحرانہ کلام اور خطیبانہ انداز کے ذریعہ سے مجمع پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتا رہا، کامیاب نہ ہوا لیکن اسنے جون ہی مقتول قیصر کی وصیت کو جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کیا، اور مجمع کے سامنے قیصر کی لاش کو رکھکر زخمون کے نشان دکھانا شروع کیے، بس فوراً ہی جماعت اِس حیرت انگیز منتر سے مسحور ہو گئی۔

غرض جماعت کے تخیل پر جس چیز کا اثر پڑتا ہی وہ اس ذہنی تصویر کا، جو ایک مبہم انداز سے حیرت انگیز معجزانہ رنگ مین ایک خوش آیند امید کے ساتھ، یا عقاب کا خوف دلا کر، جماعت کے سامنے پیش کی جاتی ہی، وہ سر تا سر راز ہی راز ہوتی ہی لیکن با وجود اسکے، جماعت کا رشتہ امید اس سے منقطع نہین ہوتا۔ یہی ذریعہ ہی جو مختلف زمانون کے پیغمبران مذاہب اور انسانی فطرت کے نبض شناسون نے اختیار کیا ہی۔

جماعت کے تخیل کی حالت یہ ہی کہ بعض اوقات صدہا مجرمانہ افعال کا جماعت کے تخیل پر اتنا اثر نہین ہوتا جتنا ایک جرم کا ہوتا ہی، یا اکثر متعدد چھوٹے چھوٹے واقعات سے وہ جتنا اثر پذیر ہوتی ہی،

اتنا کسی ایک سخت واقعہ سے بھی نہین ہوتی۔ وجہ یہ ہو کہ انبوہ کے دماغ پر کثرت وقلت یا ضعف وقوت کا اثر نہین ہوتا بلکہ اسکے دماغ پر کسی واقعہ کا اثر محض اس وجہ سے ہوتا ہو کہ اُس واقعہ کے اندر کوئی ندرت یا کوئی حیرت انگیز بات اسکو نظر آجاتی ہو جس سے وہ متاثر ہوجاتی ہو۔ مثال مین دیکھو ابھی کچھ سال ہوے پیرس مین جب وبا پھیلی ہو اور پانچ ہزار نفوس ایک ہفتہ کے اندر نذر اجل ہوگئے، تو یہ جماعت کی نگاہ مین کتنی چھوٹی سی بات تھی چونکہ لوگون کو اسکا حال تھوڑا تھوڑا کرکے ان شمار و اعداد کے ذریعہ سے معلوم ہوتا تھا جو ہفتہ وار شایع ہوتے تھے، اسلیے ان کو اسکی چندان پروا بھی نہین ہوتی تھی لیکن اگر اسکے بجاے کوئی ایسا حادثہ پیش آجاتا کہ ایک دن کے اندر اور ایک ہی شاہراہ پر بجاے پانچ ہزار آدمیون کے صرف پانچ سو جانون کا نقصان ہوجاتا، یا مثلاً برج ایفل ایک دم آرہتا، تو دیکھتے کتنا شور وغل مچتا اور کتنا بڑا انقلاب ہوجاتا۔

ایک مرتبہ بحر اٹلانٹک کے بیڑے کا ایک جہاز لاپتہ ہوگیا تھا جب ایک عرصہ تک اسکا پتہ نہ لگا تو عام طور پر یہ گمان غالب ہوگیا کہ یہ جہاز غرق ہوگیا اس خیال کا اتنا سخت اثر ہوا کہ تقریباً آٹھ روز تک پبلک پر انتشار کی کیفیت طاری رہی لیکن اسکے بعد ایکبار (۱۸۹۴ء مین) سرکاری اعداد مین جب یہ خبر شایع ہوئی کہ ۸۰۵ بادبانی کشتیان اور ۲۰۳ دخانی جہاز ایکبارگی غرق ہوگئے، اور جانون اور غلہ کا جو نقصان ہوا وہ شمار مین نہین آسکتا، تو اس خبر پر لوگون نے کچھ خیال بھی نہ کیا، حالانکہ یہ نقصان پہلے نقصان سے بہت زیادہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تخییل جماعت پر خود واقعات کا اثر نہین پڑتا، بلکہ جس بات کا اثر پڑتا ہو، وہ یہ ہو کہ فلان واقعہ کس طرح وقوع پذیر ہوا۔ نیز کسی واقعہ کو اگر رنگ آمیزی کے ساتھ اس طرح بیان کیا جائے کہ اسکی مجموعی کیفیت سنکر جماعت مرعوب ہوجائے، تو یہ پیرایہ ادا بھی جماعت پر بہت زیادہ اثر کرتا ہو۔

پس اگر جماعت کی قیادت کرنا چاہو، تو سب سے پہلے جماعت کو اشتعال پذیر کرنا سیکھو، اگر تمھین یہ نہین آتا تو تم جماعت کی قیادت بھی نہین کرسکتے۔

فصل چہارم

جماعت کے افعال پر مذہب کا اثر

مذہب سے کیا مراد ہے۔ جماعت جو مذہب قبول کرے اسکے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی معبود کی عبادت اور پرستش پر مبنی ہو۔ شعور مذہبی کے خصائص جماعت کے مذہبی عتقادات کی قوت اور غلبہ۔ سابق بحث کی چند مثالیں۔ جماعت جن معبودوں کی پرستش کرتی ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ نئی نئی صورتوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ الحاد و دہریت کا دینی شکل میں کسطرح ظہور ہوا ہے۔ تاریخی نقطۂ نظر سے مذہبی معتقدات کی کیا اہمیت ہے۔ یہ بحث کہ واقعۂ اصلاح مذہب واقعۂ سینٹ بارتھلیمو واقعۂ ہول (رین آف ٹیرر) اور تمام اسی قسم کے واقعات جماعتوں کے مذہبی مشاعر احساسات کے نتائج ہوتے ہیں اور کبھی انکا ظہور افراد سے بالارادہ نہیں ہوتا۔

ہم ابواب سابق میں بیان کر چکے ہیں کہ جماعت کی قوت عقلی نہایت ضعیف ہوتی ہے اسلیے جو خیالات اسکو تلقین کیے جاتے ہیں ان کو یا تو وہ بجنسہ قبول کر لیتی ہے یا انکا سرے سے انکار کر دیتی ہے، نیز یہ کہ جو عوامل اسکی تہییج و تحریک کے باعث ہوتے ہیں ان سے جماعت اثر پذیر ہوتے ہی آمادۂ عمل ہو جاتی ہے، اور اگر ہوشیاری کے ساتھ اسکو متاثر کیا جائے تو وہ اپنے پیش نظر مقصد کے خاطر قربانی کرنے پر بھی تل جاتی ہے۔ نیز ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اسکو اپنے معتقدات اور اپنے مشاعر و احساسات کے ساتھ الفت بلکہ ایک قسم کا تعصب ہوتا ہے، اور اسکی الفت و میلان کا ظہور عبادت کے رنگ میں، اور نفرت کا اظہار

بغض و تعصب کے پردے مین ہوتا ہی۔ غرض، ان گذشتہ بیانات سے جماعت کے معتقدات اور حیات پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔

لیکن جماعت کے ان تمام احساسات و جذبات کی دقیق تعلیل کرنے کی غرض سے اگر ہم اُن تمام بڑے بڑے سیاسی اور مذہبی انقلابات پر غائر نظر ڈالین جو اب تک دنیا مین وقوع پذیر ہو چکے ہین، نیز اُن انقلابات کی آڑ مین جو مختلف عوامل پوشیدہ ہوتے ہین اُنکی بھی جستجو کرین، تو ہمکو نظر آئیگا کہ ان حالات کے دوران مین جماعت ہمیشہ خیالات کا ایک مخصوص جامہ پہن لیتی ہی، اور اس دوران مین اُسپر مخصوص خیالات کا غلبہ ہوتا ہی جن سے وہ اثر پذیر ہوتی ہی اور وہی اسوقت اسکے اعمال کے محرک ہوتے ہین۔ لیکن یہ مجموعۂ خیالات جو اسوقت جماعت پر حاوی ہوتا ہی اسکی تعبیر اگر ہو سکتی ہی، تو لفظ "مذہب" یا "دین" یا "شعور دینی" سے۔

جماعت کا یہ شعور مذہبی جو اسوقت اسکے تمام اعمال و افعال کا باعث ہوتا ہی، ہمیشہ چند سیدھے سادھے اعتقادات پر مشتمل ہوتا ہی جو حسب ذیل ہین:۔

(۱) کسی ایسی ذات کی عبادت کا خیال جو تمام افراد سے برتر تصور کی گئی ہو۔

(۲) اُس پوشیدہ ذات سے خوف کرنا اور اسکی کورانہ اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

(۳) اس قوت کی تعلیمات و احکام کو بحث و مباحثہ سے مافوق سمجھنا۔

(۴) ان تعلیمات کی اشاعت و ترویج کی جد و جہد کرنا۔

(۵) جو لوگ ان تعلیمات کو نہ مانین اُن سے دشمنی اور عداوت کا اظہار۔

لیکن کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جماعت کو کسی ان دیکھے معبود کے ساتھ اعتقاد پیدا ہوتا ہی اور وہ اسکی پرستش کرتی ہی، کبھی وہ کسی حجر یا شجر کو پوجنے لگتی ہی، اور کبھی اسکا معبود کوئی محیر العقول سیاسی یا مذہبی خیال ہوتا ہی جو اسکے اعتقاد کو اپنی جانب جذب کر لیتا ہی۔ مگر ان تمام صورتون مین

مذہبی شعور کی حالت یکسان رہتی ہی۔ اور جماعت اِن سب سے یکسان متاثر ہوتی ہی بشرطیکہ جماعت کو اپنے اِن معبودون کے اندر کوئی مخفی معجزہ یا خرق عادت نظر پڑا ہو۔ جماعت کا خیال اسقدر پست ہوتا ہی کہ وہ ہر اس محیر العقول خیال یا اس رہنما کو مافوق العادت تسلیم کرتی ہی جو اسکی توجہ کو اپنی جانب جذب کرے، یا جسکی کامیابی اسکے نزدیک ایک راز ہو۔

حقیقت یہ ہی کہ انسان کی اصلی دینداری یہ نہین ہی کہ وہ کسی معبود کی پرستش کرتا ہی، بلکہ انسان مین اصلی دینداری کا ظہور اسوقت ہوتا ہی، جب وہ اپنے ارادہ، اپنی مرضی، اور اپنی ذات کو اس معبود کی مرضی، اور اُسکے ارادہ پر چھوڑ دیتا ہی اور اپنی مرضی کو اُسکی مرضی کے لیے بالکل فنا کر دیتا ہی۔ جب یہ اعتقادی کیفیت انسان مین پیدا ہو جاتی ہی، تو اسوقت تمام دوسرے خیالات کے گرد و غبار سے اس کا شیشۂ دل پاک و صاف ہو جاتا ہی، اور اسکے تمام اعمال و افعال کا محور اور مرجع وحید صرف وہی ذات ہوتی ہی جسکی رضاجوئی اور ذات پر اسنے اپنی مرضی اور شخصیت کو نثار کر دیا ہی۔

لیکن جب دینی عقیدہ اور مذہبی خیال کا غلبہ ہوتا ہی، تو چونکہ اس غلبہ کے ساتھ تعصب اور غلو دینی کا پایا جانا بھی ضروری ہی اسلیے ہر اُس جماعت مین جو کسی مذہبی عقیدہ کی محکوم ہوتی ہی یہ دونون اوصاف بھی نمایان طور پر پیدا ہو جاتے ہین۔ واقعۂ انقلاب فرانس مین جب چند روزہ جمہوری حکومت قائم ہوئی ہی، تو اُسوقت یعقوبی فرقہ کے عیسائیون پر اسی قسم کا سودا سوار تھا اور تعصب اور غلو دینی کا اثر اُن کے ہر ہر فعل و عمل سے نمایان ہوتا تھا، اور یہ تعصب کسیطرح اس مذہبی تعصب سے کم نہ تھا جو کیتھولک فرقہ کے عیسائیون سے محکمۂ انکویزیشن کے قائم کرانے کا باعث ہوا تھا۔

غرض جب جماعت پر کسی خیال کا غلبہ ہوتا ہی، تو وہ دیوانگی، کورانہ اطاعت و انقیاد، اور وحشیانہ تعصب کے ساتھ مصروف عمل ہو جاتی ہی لیکن چونکہ کورانہ تقلید، اور وحشیانہ تعصب کا رنگ جماعت کے اعمال و افعال پر اُسوقت تک نہین چڑھ سکتا تاوقتیکہ جماعت کے معتقدات مذہبی

جامہ نہ پہنلین اسلیے جماعت کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہی کہ اسکے افعال کا صدور ہمیشہ مذہبی پردے مین ہوتا ہی لیکن اس سودائے مذہبی کے پیدا ہونے کے لیے کچھ یہ ضروری نہین کہ جماعت کو کسی خاص خیال یا کسی معبود ہی کے ساتھ اعتقاد پیدا ہوا ہو بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جماعت جس حکمران کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہی وہ بھی اُسکی نگاہ مین معبود کا رتبہ حاصل کرلیتا ہی اور جماعت اسوقت بھی وحشیانہ تعصب کے ساتھ اس حکمران کی فرمانبرداری کرنے لگتی ہی۔ نپولین کو دیکھو کہ تقریبًا پندرہ برس تک جس خلوص کے ساتھ اسکی پرستش کی گئی ہی کیا اسکی نظیر کسی معبود یا کسی حکمران کے حالات مین ابتک دیکھنے یا سننے مین آئی؟ اور جو نفوذ قلوب انسانی پر اسکو حاصل ہوا کیا اُسکی کوئی مثال صفحات تاریخ مین مل سکتی ہی؟

قدیم زمانہ مین مختلف مذاہب اور حکومتون کے جتنے بانی گذرے ہین اُنھون نے اپنی اپنی قومون مین اسی طرح نفوذ پیدا کیا کہ جماعت کے ذہن مین تعصب کے جو دبے دبائے شرارے پہلے سے موجود تھے انکو بھڑکا دیا اور اسکے ذہن مین تعصب کی آگ کچھ اس طرح سے سلگا دی کہ آخرکار جماعتون کو بھی اپنی سعادت عبادت و اطاعت ہی سے وابستہ نظر آنے لگی۔ موسیو واشٹل دی کولنج نے رومی ممالک گال (فرانس) پر جو کتاب لکھی ہی اسمین کیا خوب کہا ہی کہ ممالک گال مین رومی سلطنت کو قوت و طاقت کے بل پر استحکام نہین حاصل ہوا بلکہ اسے صرف اسلیے استحکام حاصل ہوا کہ اسنے لوگون کے ذہنون مین اپنی بابت ایک دینی اعتقاد پیدا کر دیا وہ لکھتا ہی۔

”تاریخ مین ہمین کوئی مثال کسی ایسی سلطنت کی نظر نہین آتی جس سے اسکی رعایا نالان ہو اور باوجود اسکے اسکا ستارۂ اقبال عروج پر رہا ہو بلکہ اسکے خلاف تاریخ سے ہمین جو بات معلوم ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ ایسی حکومتین کبھی دیرپا نہین ہوتین اگر گال کے باشندے رومی حکومت کو ناپسند کرتے ہوتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ رومی

شہنشاہ کی ۳۰ ہلیٹنین ایک لاکھ باشندگان گال کو رکھ کر لبتین ؟"

حقیقت یہ ہے کہ رومی نشان کے آگے بکیس اقوام سپرانداز جو ہوگئین تو اسکی وجہ یہ تھی کہ شہنشاہِ روم
انکی نگاہ مین ایک معبود کے رتبہ پر پہونچ گیا تھا اور ہر چھوٹے سے چھوٹے گانؤن مین اسکے نام کی محرابین اور
طاق تعمیر کیے جاتے تھے، اور رومی حکومت مین ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایک جدید
مذہب کی اشاعت کی گئی تھی جسکی بنا قیاصرۂ روم کی پرستش پر تھی، یہانتک کہ مسیحیت کے ظہور سے
کچھ مدت پیشتر سرزمین گال مین شہر لیون کے قریب قیصر اگسٹس کے نام کا ایک ہیکل تعمیر کیا گیا تھا
جسکے مجاورون کی سطوت اور ہیبت باشندگان گال کے دلون مین بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھو اور سوچو
کہ کیا یہ ہیبت کسی خوف کے باعث پیدا ہوئی تھی اگر اسکا باعث خوف تھا تو ساری قوم مین یہ ہیبت
کس طرح پیدا ہوگئی؟ پھر یہ خوف متواتر تین صدیون تک کس طرح برقرار رہا؟ اصل یہ ہے کہ اسکا باعث
خوف نہ تھا بلکہ یہ کچھ اور ہی بات تھی جسکے سبب سے سارا ملک گال، بلکہ شہر روم، ملک اسپین، یونان، اور
ایشیا یہ تمام ممالک قیاصرۂ روم کے نامون کا کلمہ پڑھتے تھے۔

زمانۂ قدیم کو جانے دو، اپنے زمانہ کو دیکھو، اس زمانہ مین گو نفوس پر غلبہ حاصل کرنے والون کے
نام کے ہیکل اور عبادتخانے نہین تعمیر کیے جاتے ہین لیکن تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ جو اس زمانہ مین نفوذ
حاصل کر لیتے ہین کس کثرت سے قومین انکے مجسمے جابجا گذرگاہون پر نصب کرتی ہین کس کثرت سے انکے
فوٹو لیے جاتے ہین، اور کس ذوق شوق سے انکی تصویرین جابجا ہاتھون ہاتھ بکتی ہین اور پھر پرستش کے
جو طریقے آجکل رائج ہین وہ میرے خیال مین عبادت کے ان طریقون سے بدرجہا زیادہ مؤثر ہین
جو اگلے زمانہ مین رائج تھے۔ حیات اجتماعی کا یہی اعتقادی پہلو ہے جسکو پیش نظر کر لینے سے تاریخی
واقعات کے سمجھنے مین جو دقتین واقع ہوتی ہین، وہ رفع ہوجاتی ہین۔ ان لوگون کے مقابلہ مین جو جماعت
کے اعتقادی پہلو کو سرسری نگاہ سے دیکھتے ہین، تاریخ کی یہ زبردست شہادت ہے کہ جماعتون کو ہمیشہ

سب سے پہلے ایک معبود کی تلاش ہوتی ہی جسکے لیے وہ ہر وقت سرگردان رہتی ہی، لیکن جب اس شاہد
خیالی کا وصال نصیب ہو جاتا ہی، تو اس سے دیوانگی کے عالم مین عجیب و غریب محیر العقول حرکات
صادر ہونے لگتے ہین - یہ ہی تاریخ کا وہ زبردست تحکمانہ دعوی جسکے ثبوت کی شہادت تاریخ
کے ایک ایک صفحہ سے ملتی ہے -

لیکن اس مسلم الثبوت تاریخی حقیقت کو فراموش کر کے بعض لوگ اس دعوے کی عمومیت سے انکار
کرتے ہین، اور کہتے ہین کہ جماعت کے افعال پر مذہب کا جو اثر تھا، وہ صرف زمانۂ قدیم کے ساتھ مخصوص
تھا - معبود اور عبادت یہ سب چیزین زمانۂ قدیم کے خرافات ہین جنکو اس زمانہ کی ترقی یافتہ عقلین باور
نہین کر سکتین، اسلیے مذہب کا اثر جماعت پر اب نہین پڑ سکتا، اور نہ اب جماعت کسی معبود کی پرستش
کر سکتی ہی، اب مذہب کا دور ختم ہو گیا اور مذاہب کے معبود جو زمانۂ سابق مین لوگون کی نگاہون سے
اوجھل رہنے کے باعث، جماعت کو اپنے دام مین پھنسا لیا کرتے تھے، اب بے نقاب کر دیے گئے ہین،
اسلیے جماعت اب زمانۂ سابق کی طرح ان معبودون کے پھیر مین نہین آئیگی - یہ ان لوگون کا خیال ہی
جو سمجھتے ہین کہ اس ترقی یافتہ دور مین علم کو مذہب پر اور عقل کو جذبات پر فتح حاصل ہو گئی ہی، اور
علم کی روشنی کے سامنے توہمات کی تاریکی غائب ہو گئی ہی - یہ خیال قائم کرتے وقت شاید ان لوگون کو
نفس انسانی کا یہ عالمگیر قانون یاد نہین رہا کہ جب عقل اور شعور کا باہم تصادم واقع ہوتا ہی، تو عقل کو شعور پر
کبھی فتح حاصل نہین ہوتی - تم اپنی عقلون کو علم کے تیزاب سے خواہ کتنا ہی صیقل کرو، مگر جب عقل اور جذبات کا
مقابلہ ہوگا، تو جذبات کی تاریکی کے آگے عقل کی تیز روشنی ہمیشہ مدھم رہیگی، عقل پر جذبات کا رنگ
جو چڑھ جاتا ہی اسکا صیقل کسی تیزاب سے ممکن نہین، پس علم کی ترقی مذہب کے اس اثر کو کبھی نہین
مٹا سکتی جو مذہب کو جماعت پر زمانۂ دراز سے حاصل ہی - یہی وجہ ہی کہ جماعت کو جو رجحان اپنے معبودون
کی جانب زمانۂ قدیم مین تھا، اسمین اب بھی کوئی فرق نمودار نہین ہوا، اور جماعت اب بھی سابق کی طرح

اپنے معبودون کے نام پر قربان ہونے کے لیے تیار ہی، البتہ معبودون کی جو کثرت زمانہ سابق مین تھی
اُسمین ضرور فرق آگیا ہی، لیکن مذہبی اثر و غلبہ کا مدار معبودون کی کثرت و قلت پر نہین، بلکہ جماعت کے
اُن مذہبی جذبات اور اُسکے اس رجحان قلبی پر ہی جسکا اظہار وہ اپنے معبودون کے ساتھ کرتی ہی،
اور اس قلبی رجحان اور مذہبی جذبہ مین کسی قسم کا ضعف نمودار نہین ہوا ہی۔ دیکھو جب جنرل بولنگر کا فتنہ
اُٹھا ہی، تو اُسوقت جماعت کا مذہبی جذبہ کس سہولت سے مشتعل ہو گیا تھا، اور ایک ایک دیہات اور قصبہ مین
اس جنرل کے مجسمے اور بُت نصب کیے گئے تھے، یہانتک کہ عام طور سے لوگون کے ذہنون مین اس کی
جانب سے یہ اعتقاد راسخ ہو گیا تھا کہ اسکو رد مظالم اور مصائب و آلام سے نجات دینے پر قدرت تامہ حاصل ہی،
پھر اس اعتقاد مین یہانتک ترقی ہوئی تھی کہ لکھوکھا آدمی اسکے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہو گیا تھا،
اور اگر کہین اسکے اخلاق و عادات اسکی بڑھتی ہوئی شہرت کے ممد و معاون ہوتے تو وہ تاریخ مین ایک
عالی شان مرتبہ حاصل کر لیتا، اور اسکا نام لوح تاریخ پر سُنہرے حروف مین کندہ کیا جاتا۔

بس، اب ہمکو اس بات کا بار بار دُہرانا کچھ بیکار سا معلوم ہوتا ہی کہ جماعت کو ایک دین اور مذہب
کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہی، اور جب تک کوئی مذہبی عقیدہ اسکے دماغ پر غلبہ حاصل نہین کر لیتا،
اُسوقت تک اسکے قوائے عمل شل، اور اسکے اعضا بےحس و بےحرکت رہتے ہین۔ پھر یہ بھی کوئی ضروری
نہین کہ اس مذہبی عقیدہ مین بھی، ان عقائد کی طرح جو الہامی مذاہب نے دنیا کو تلقین کیے ہین، روح و خدا،
جزا و سزا وغیرہ کی حقیقت تسلیم کی گئی ہو، اور یہ مذہب بھی دیگر مذاہب کی طرح اسی قسم کے عقیدون پر
مشتمل ہو، بلکہ اگر الحاد و دہریت کو بھی مذہبی رنگ مین لاکر جماعت کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اس
مذہب کو بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ قبول کریگی جس طرح وہ دیگر الہامی مذاہب کو بلا چون و چرا
تسلیم کر لیتی ہی۔ ایک جدید مذہب جو فلسفۂ ایجابی کے نام سے فرانس مین اب شایع ہوا ہی اس کے
معتقدین جس کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے جاتے ہین وہ ہمارے دعوے کا ایک زبردست ثبوت ہی۔

اسکے علاوہ نہلسٹ فرقہ کے ایک شخص کی سرگذشت جو ہمسے ایک روشنخیال مفکر موسیو ڈسٹویسکی نے
بیان کی وہ بھی ہمارے دعوی کی مزید شہادت ہی:۔ اُس شخص کو ایک روز یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگون کا
گرجون مین تصویرون اور بتون کی پرستش کرنا قدیم زمانہ کے توہمات سے ہی۔ یہ خیال پیدا ہوتے ہی
اُسنے بزرگانِ دین کی تصویرون کو جو ایک گرجے مین لٹک رہی تھین پھینک دیا۔ شمعون کو جو گرجے کے
اندر جابجا روشن تھین گُل کر دیا، اوران تصاویر کی جگہ پر دہریہ فلاسفہ مین سے بوخنز اور مولیشاٹ
کے تصانیف لاکر رکھدین:۔ اسکے بعد اسکی حالت مین پھر تغیر ہوا۔ تقوے کا جنون اُسپر پھر سوار ہوا،
اور اب اُسنے انھین کتابون کے گرد موم کی شمعین روشن کر دین۔ اس واقعہ سے صاف اندازہ ہوتا ہی کہ انسان
کے اِن عقائد مین جو اُسے ارثاً حاصل ہوتے ہین کبھی تغیر نہین ہوتا، البتہ کبھی کبھی اِن عقائد کی صورت بدل جاتی ہی
پس مذہب کو جماعت کے مشاعر و احساسات اور اعمال و افعال پر جو تسلط اور غلبہ حاصل ہی اسکی
بنا پر میرا یہ خیال ہی کہ کوئی شخص اہم تاریخی واقعات کی حقیقت کو اسوقت تک تمام و کمال نہین سمجھ سکتا
تاوقتیکہ وہ اُن دینی معتقدات سے واقفیت نہ پیدا کر لے جو ان واقعات کی آڑ مین مجمع کی قیادت
کرتے ہین۔ پھر بعض تاریخی واقعات تو ایسے گذرے ہین جنکی توجیہ جماعت کے اعتقادی پہلو کے
علاوہ کسی اور پہلو سے ہو ہی نہین سکتی۔ یہی وجہ ہی کہ موسیو ٹائن نے، جو ایک زبردست مؤرخ گذرا ہی،
گو واقعۂ انقلاب فرانس کی تاریخ لکھتے ہوے اس واقعہ کے تمام جزئیات پر مؤرخانہ اور محققانہ نظر ڈالی
ہی، لیکن چونکہ اسنے جماعتون کی اس نفسانی حقیقت کو کہ جماعتین ہمیشہ مذہبی جذبہ کی محکوم ہوتی ہین،
نظرانداز کر دیا، اسلیے بعض واقعات کے اسباب دریافت کرنے مین وہ ناکام رہا یہانتک کہ آخر کار
اسنے یہ قطعی فیصلہ سُنا دیا کہ چونکہ انقلاب فرانس کے بڑے بڑے نامور لیڈر خودغرض اور جفاکار تھے
اور ان شورشون کے پردے مین اپنے ذاتی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے، اسلیے جماعت کو انھون نے
حصول مقاصد کا آلہ بنا رکھا تھا، حالانکہ حقیقت یہ ہی کہ موسیو ٹائن کی یہ سخت غلطی ہے، اور

انقلاب فرانس کی تاریخ خونریزیون اور وحشیانہ اعمال سے جولبریز نظر آتی ہے اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ ان خونریزیون کے ذریعہ سے اس زمانہ کے لیڈر ذاتی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے، بلکہ ان واقعات کی اصلی حقیقت اُسوقت تک سمجھ مین نہین آسکتی تاوقتیکہ پہلے یہ پیش نظر نہ کرلیا جائے کہ یہ انقلاب ایک جدید دینی عقیدہ اور مذہبی جذبہ کا نتیجہ تھا جو اس زمانہ کی عقلون پر غالب آگیا تھا۔ واقعۂ اصلاح مذہب، کارزار سینٹ بارٹلمی، فرانس کی حروب دینیہ، محکمۂ انکوئیزیشن، اور واقعۂ ہول، غرض اس قسم کے تمام واقعات اسوقت تک ظہور پذیر نہین ہوتے تاوقتیکہ جماعتون کا مذہبی جذبہ جماعتون کی رہنمائی نہین کرتا۔ یہ مذہب ہی کی کرشمہ سازیان ہین کہ وہ لوگ جو پہلے نہایت امن وسکون کے ساتھ بسر کر رہے تھے، ایکبارگی درندہ خصلت بن جاتے ہین، امن و تہذیب کا خیال بالائے طاق کردیا جاتا ہے، اور آتش وآہن کا استعمال شروع ہوجاتا ہے۔ کیا کوئی ظالم سے ظالم بادشاہ بھی لوگون کے دلون مین ایسا زبردست اعتقاد پیدا کرسکتا ہے کہ وہ خوشی خوشی دہکتی ہوئی آگ مین کود پڑین؟

پس جن مؤرخین نے اس قسم کے واقعات کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ فتنے چند خود غرض لیڈرون یا بادشاہون کے ظلم وجور کی بدولت برپا ہوئے، انھین معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہون اور لیڈرون کی قدرت سے یہ باہر ہے کہ وہ انسانون کو اپنی مرضی سے لقمۂ اجل بننے پر مجبور کرسکین پس واقعۂ ہول کے باعث روبسپیر یا ڈانٹن یا سینٹ جوسٹ نہ تھے بلکہ ان افراد کے پردے مین جماعت کی روح کام کر رہی تھی جسپر ایک خاص مذہبی عقیدہ غالب آگیا تھا۔

بابِ دوم

جماعت کے افکار اور معتقدات

فصل اوّل

معتقدات جماعت کے عوامل بعیدہ

اُن مختلف عوامل کا بیان جو معتقداتِ جماعت کو پیدا کرتے ہیں۔
معتقدات جماعت سابق محنت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مختلف مؤثرات
کی تجدید جو ان معتقدات کو پیدا کرتے ہیں۔

(۱) **قومیت** کا اثر:- معتقدات جماعت پر قومیت کا کیا اثر ہوتا ہے۔
یہ بحث کہ قومیت اجداد کی میراث ہوتی ہے جو قوموں کو ترکہ میں ملتی ہے۔

(۲) **قومی روایات** کا اثر:- یہ بحث کہ قومی روایات قومی روح کا
خلاصہ ہوتے ہیں۔ اجتماعی حیثیت سے قومی روایات کی کیا اہمیت ہے۔ قومی
روایات تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد قوم کے لیے مضرت رساں ثابت ہوتے ہیں۔

قومیں اپنے قومی روایات کی بے انتہا حفاظت کرتی ہیں۔

(۳) **زمانہ** کا اثر:۔ معتقدات جماعت کی ترقی و تنزل میں زمانہ کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ یہ بحث کہ کسی شورش کے بعد، جس سے قومی نظام درہم و برہم ہو گیا ہو، زمانہ کی وساطت سے پھر قومی نظام کی کس طرح اصلاح ہوتی ہے۔

(۴) **نظام حکومت اور نظام معاشرت** کا اثر۔ نظام حکومت اور نظام معاشرت کے اثر کے بارے میں موجودہ زمانہ کے علماء سے غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ درحقیقت جماعت پر انکا اثر بہت ضعیف ہوتا ہے۔ نظام حکومت اور نظام معاشرت خود قومی روح کے نتائج ہوتے ہیں۔ قوموں کے لیے یہ کوئی آسان کام نہیں ہے کہ جو نظام حکومت اور نظام معاشرت وہ چاہیں اختیار کر لیں۔ قوموں کے نظام حکومت اور نظام معاشرت کی پیدائش کس طرح ہوتی ہے۔ بعض نظام حکومت اور نظام معاشرت، گو عقلی پہلو سے مہمل ہوتے ہیں، لیکن بعض قوموں کے لیے نہایت ضروری ہوتے ہیں۔

(۵) **تعلیم و تربیت** کا اثر۔ تعلیم و تربیت کے باب میں موجودہ زمانہ میں غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ تعلیم و تربیت کے اثر کی تائید میں چند اعدادی تفصیلات لاطینی تربیت اخلاق کی مضعف ہے۔ یہ بحث کہ تعلیم سے کیا اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ مختلف اقوام کی مختلف مثالیں۔

ابواب سابق میں ہم نفس اجتماعی کے قوائے ذہنی کی تفصیل بیان کر چکے، ہمیں یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اسکے مشاعر و جذبات کیا کیا ہیں، اسکے فکر کرنے کا کیا طرز ہے اور وہ استدلال کس طرح کرتی ہے۔

غرض بیانات سابقہ مین نفس اجتماعی کے مظاہر کی تشریح تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہی۔ اب اس باب مین ہم یہ بتانا چاہتے ہین کہ جماعت کے اعتقادات اور افکار کس طرح پیدا ہو کر نفوس جماعت مین رسوخ حاصل کرتے ہین؛ وہ کون سے عوامل ہین جو افکار جماعت کی پیدایش کے باعث ہوتے ہین؛ اور قومون پر ان عوامل کا کیا اثر پڑتا ہی؟

وہ مؤثرات وعوامل جو معتقدات جماعت کی پیدایش کے باعث ہوتے ہین انکی دو قسمین ہین،

(۱) مؤثرات وعوامل بعیدہ۔

(۲) مؤثرات وعوامل قریبہ۔

عوامل بعیدہ کی حالت یہ ہی کہ وہ جماعت مین صرف یہ استعداد پیدا کر دیتے ہین کہ وہ بعض اعتقادات، افکار، اور خیالات کو قبول کرلے اور بعض کو رد کر دے۔ اسکو دوسری لفظون مین یون سمجھو کہ عوامل بعیدہ کا فعل و اثر ایک مخصوص آب و ہوا اور مخصوص تربیت کا پیدا کرنا ہوتا ہی، جسمین نئے قسم کے افکار حیرت انگیز اثر و قوت کے ساتھ پھلتے پھولتے ہین، اِنکا ظہور اگرچہ دفعۃً اور اچانک ہوا کرتا ہی، اور اس لحاظ سے انکی حالت بجلی کی سی ہوتی ہی جو دفعۃً چمکتی ہی اور فوراً نظر سے غائب ہو جاتی ہی؛ لیکن ان معتقدات و افکار کے رسوخ حاصل کرنے کے لیے مدت دراز کی محنت اور ان عوامل بعیدہ کی تاثیر و عمل کی نہایت شدید احتیاج ہوتی ہی بعض اوقات قومی انقلاب کا منظر اچانک ہماری نگاہ کے سامنے آجاتا ہی، اور یہ منظر ہمکو حیرت و تعجب مین ڈالدیتا ہی، لیکن بات یہ ہی کہ اس انقلاب کا ظہور گو ہماری آنکھون کے سامنے اچانک ہوا ہی، مگر اسکی تیاری مدت دراز سے عمل مین آرہی تھی، اور مختلف عوامل اپنا فعل و اثر کر رہے تھے جو ہمکو دکھائی نہین دیتے تھے۔

لیکن عوامل بعیدہ کی کارگذاری جب ختم ہو جاتی ہی تو اسوقت عوامل قریبہ کی تاثیر کا وقت آتا ہی، اور یہ عوامل اُس کام کو جو عوامل بعیدہ ادھورا چھوڑ گئے ہین انجام تک پہونچاتے ہین، اور اس

استعداد کو جو عوامل بعیدہ ذہن جماعت مین پیدا کر گئے ہین فعلیت کا جامہ پہناتے ہین، یعنی وہ معتقدات وخیالات، جو مدت سے ذہن جماعت مین مؤثرات بعیدہ کے زیر اثر استحکام ورسوخ حاصل کر رہے تھے، اب مؤثرات قریبہ کے نویدا اثر، ذہنی جامہ اُتار کر میدان عمل مین اپنے تئین بے نقاب کر دیتے ہین، اور انقلاب کی عالم سوز چنگاریان جو مدتون سے دبی چلی آرہی تھین، اب انمین ان مؤثرات قریبہ کی بدولت ایکدم اشتعال پیدا ہو جاتا ہی، اور آخر کار جماعت آہنی ہتھیارون سے مسلح ہوکر میدان کارزار مین ایکبارگی کود پڑتی ہی، شورشین برپا ہوتی ہین، قیامت کے فتنے نمودار ہوتے ہین، اور آدمیون کا ایک جم غفیر اپنے قائد کے گرد جمع ہوکر حکومتون کو پلٹ دیتا ہی۔

جتنے اہم تاریخی واقعات ابتک گذر چکے ہین انمین ان دو قسم کے مؤثرات کے فعل و اثر کو ہمیشہ دخل رہا ہی، اور دنیا مین کوئی واقعہ اور کوئی انقلاب اُسوقت تک ظہور مین نہین آسکتا تاوقتیکہ ان دونون قسم کے مؤثرات جماعت پر اپنا فعل و اثر مکمل نہ کر لین۔ مثال مین واقعۂ انقلاب فرانس کو لو جو انسان کی تاریخ مین انقلاب کا ایک مکمل نمونہ ہی، اسکے مؤثرات بعیدہ مین یہ چند چیزین تھین، فلاسفہ کے تصانیف، امراء کا ظلم وجور، اور علوم وفنون کی ترقی۔ لیکن جب اِن مؤثرات کا عمل تمام ہو چکا، اور جماعت کی روح جو مردہ تھی زندہ ہوگئی، اُسوقت مؤثرات قریبہ کا ظہور ہونے لگا۔ خطباء لوگون کو اپنے دھوان دھار خطبون سے مسحور کرنے لگے، بادشاہ نے معمولی اصلاحات کے اجرا مین رکاوٹین پیدا کرنا شروع کر دین، یہ ہونا تھا کہ فتنہاے خوابیدہ جاگ اُٹھے، اور ہنگامۂ محشر خیز برپا ہو گیا۔

مؤثرات بعیدہ مین سے بعض وہ عوامل ہین جنکا اثر عالمگیر ہوتا ہی، یعنی جو ہر جماعت کے معتقدات وافکار مین یکسان اثر کرتے ہین، اور وہ حسب ذیل ہین (۱) قومیت (۲) قومی روایات (۳) قومی نظام حکومت اور نظام معاشرت (۴) زمانہ (۵) تربیت و تعلیم۔

اب ہم ان مین سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ بحث شروع کرتے ہین۔

(۱)

قومیت کا اثر

قومیت کا جو اثر جماعت پر پڑتا ہی، اُسکو دیگر مؤثرات کے اثر سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہی، کیونکہ یہ دیگر مؤثرات کے اثر سے زیادہ مستحکم ہوتا ہی اور دیگر مؤثرات کا اثر جماعت پر ہمیشہ قومیت کے اثر کے تابع ہوکر ظاہر ہوتا ہی۔ قومیت کے اس مستحکم اثر کی بابت ہم اپنی دوسری کتاب "قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی[1]" مین نہایت تفصیل سے بحث کر چکے ہین۔ ہم اس کتاب مین یہ بھی بتا چکے ہین کہ تاریخی قومون کی پیدائش کس طرح ہوتی ہی، قومون پر انکی قومیت کا کیا اثر ہوتا ہی، اور جب اسکا اثر درجۂ کمال کو پہونچ جاتا ہی تو وراثت کے ذریعہ سے وہ کیونکر رسوخ و استحکام حاصل کرتا ہی، نیز یہ کہ قومون کے مزاج عقلی کی تکوین کس طرح ہوتی ہی؛ پھر ہم یہ بھی بتا چکے ہین کہ قومیت کا اثر اسقدر قوی ہوتا ہی کہ اس اثر کی موجودگی مین کسی قوم کے مظاہر تمدن (یعنی علوم و فنون، مذہب اور نظام حکومت و نظام معاشرت) اسوقت تک دوسری قوم مین منتقل نہین کیے جا سکتے جبتک انمین خود تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ اس بحث کو ہمنے چار فصلون مین پھیلایا تھا، کیونکہ ہمکو خیال تھا کہ یہ ایک ایسا جدید نظریہ ہی جس پر تاریخی واقعات کی حقیقت کا سمجھنا موقوف ہی اسکے علاوہ اس کتاب مین یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ گو عناصر تمدن کو ایک قوم سے دوسری قوم کی جانب اسوقت تک منتقل نہ کیا جا سکتا ہو تاوقتیکہ انمین تغیر نہ کیا جائے، تاہم، ماحول اور دیگر عوامل خارجی کبھی کبھی اس تغیر کو پیدا کر دیتے ہین، لیکن، باوجود اسکے بھی، قومیت کا اثر اتنا قوی ہوتا ہی کہ یہ تغیر وقتی ثابت ہوتا ہی۔ علاوہ برین اس کتاب مین بھی قومیت کے اس عالمگیر اثر کے جانب ناظرین کو جا بجا اشارات ملینگے، اور ہم جا بجا اس بات کو واضح کرینگے کہ نفس اجتماعی کے ممیزات پر قومیت کا اثر کسقدر قوی ہوتا ہی، اور یہی سبب ہی کہ ایک شہر کے

---

[1] انقلاب الامم جسکو دار المصنفین اعظم گڈھ نے شایع کیا ہی۔ (مترجم)

باشندے دوسرے شہر کے باشندون سے اعتقادات، خیالات اور طرزِ عمل مین کسقدر مختلف ہوتے ہین۔

(۲)

قومی روایات کا اثر

قومی روایات کسی قوم کے اُن افکار، خیالات، اور ضروریات سے عبارت ہین جو زمانہ گذشتہ سے سلسلہ وار نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے چلے آتے ہین، اور جن سے قومی روح یا بالفاظ دیگر قومون کے مزاجِ عقلی کی تشکیل ہوتی ہے، اور چونکہ وراثت کے پے درپے اثر سے وہ ایک گونہ رسوخ حاصل کر لیتے ہین، اسلیے قومون کے افکار، معتقدات، اور ان کے طریق کار کے متعین کرنے مین ان روایات کو بڑا دخل ہوتا ہے اور قومون کی ترقی و تنزل مین انکو بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو مختلف قومون کی تاریخ کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوئی ہے، اور میرا خیال ہے کہ جس طرح علم ترکیب اجسام کی تاریخ مین، اس تحقیق سے کہ کائنات کے تمام تغیرات مین ماضی کی تاثیر کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے، ایک جدید دور کا آغاز ہوا تھا، اسی طرح جب یہ تاریخی حقیقت بھی عام طور پر تسلیم کرلیجائیگی، تو اسوقت علم تاریخ مین بھی ایک نمایان انقلاب ہو جائیگا۔ لیکن ابتک اس جدید تاریخی حقیقت کی اہمیت کا احساس لوگون کو اس درجہ تک نہین ہوا ہے، جس درجہ تک واقعتاً اسکو اہمیت حاصل ہے، اور اس زمانہ مین گذشتہ زمانہ کے سیاست دانون کی طرح بعض سیاست دانون کا یہ خیال ہے کہ قومین اپنے ماضی کی پوشاک اُتار کر نورِ عقل کی رہنمائی مین جدید پوشاک زیبِ تن کرسکتی ہین، حالانکہ انکو یہ خیال نہین رہا کہ قوم کی حالت بھی دیگر زندہ اجسام کے مانند ہے جسے ماضی ہی نے پیدا کیا ہے، پس دیگر اجسام کی طرح قومون کو بھی یہ قدرت حاصل نہین کہ اپنے آثارِ میراث مین خود کسی طرح کا تغیر کرسکین۔

علاوہ برین قومین اور جماعتین تو برطرف، خود افراد کی حالت تو دیکھو! انکی رہایش انکا طرزِ بود و باش، انکا پیشہ، انکا کاروبار، غرض انکی زندگی کا ہر ہر لمحہ کس طرح محض دوسرون کی تقلید کرنے مین بسر ہوتا ہی؟ پھر جماعت جو افراد کے مجموعہ کا نام ہی، وہ کس طرح اپنی مرضی کے مطابق اپنے آثار میراث مین کوئی تغیر کر سکتی ہی؟ بلاشبہہ بعض اوقات قومین اپنے موروثی نظام حکومت اور نظام معاشرت مین کچھ تھوڑی سی ترمیم و تنسیخ کرتی ہین لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین، اس تغیر و تبدل اور اس ترمیم و تنسیخ کا اثر ظاہر سے کبھی تجاوز نہین کرتا، صرف نامون مین تغیر ہو جاتا ہی باقی اصلیت وہی رہتی ہی۔

ہان، تو کیا یہ کوئی افسوسناک بات ہی؟ کیا جماعت کی تقلید پرستی تہذیب کی ترقی مین رکاوٹ پیدا کرتی ہی؟ اور کیا جماعت کی تقلید پرستی قومون کی ترقی کی سدراہ ہوتی ہی؟ نہین، ایسا نہین۔ بلکہ، اسکے خلاف، مجکو تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر ان مختلف قومی روایات کا وجود نہوتا، جو قومون کے اعمال و افعال کے حقیقی رہبر ہوتے ہین، تو شاید کوئی قوم معراجِ ترقی پر نہ پہونچ سکتی، بلکہ تہذیب و تمدن بھی اس درجہ سے گر جاتا جو اتنی محنت سے اُسنے اب حاصل کیا ہی۔ خیال کرنے کی بات ہی، کہ انسان کا جب سے وجود ہوا ہی اُسوقت سے برابر یہی اسکا ایک مقصد رہا کہ کوئی نئی بات ایجاد کی جائے یہانتک کہ جب کبھی پرانی قومی روایات کا اثر زائل ہو گیا تو اُسنے فوراً انکو مٹا دیا اور نئے سرے سے دوسری نئی نئی باتین ایجاد کر لین۔ غرض، انسانی تہذیب و تمدن کی حقیقت پر اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ تہذیب و تمدن کا مدعا ہمیشہ یہی رہا ہی کہ پُرانی چیزین مٹا دی جائین اور انکی جگہ نئی نئی چیزین ایجاد کی جائین، پس اگر اُن پُرانی چیزون اور قدیم روایات اور قومی سرمایہ کا وجود نہ ہوتا تو قومین کس چیز مین اصلاح کرتین، یہ اختراع و ایجاد کس طرح عمل مین آتی؟ اور تہذیب کی نمود و نمایش کا جو انسان کی جدت پسندی کے ساتھ قائم ہی، مصرف کہان سے ہاتھ آتا؟ حاصل یہ کہ اگر کسی قومی سرمایہ اور قدیم روایات کا وجود نہوتا تو تمدن کس مصرف کا تھا؟ تمدن کا تو مدعا ہی یہ ہی کہ قدیم روایات مین

جو کمزوری پیدا ہو گئی ہی اسکی اصلاح کرنا، اور اگر ان روایات کا کوئی جزو بے مصرف اور ناکارہ ہو گیا ہو تو اُسکی جگہ پر کسی جدید جزو کا اضافہ کرنا، اور ظاہر ہی کہ اسکے لیے کسی قدیم محفوظ سرمایہ کی کسقدر حاجت ہی۔ پس، اگر تہذیب و تمدن کے نقطۂ نظر سے دیکھو، تو انسان کی تمدنی ترقی مین قومی روایات کی بہت بڑی اہمیت ثابت ہوتی ہی۔ لیکن جب اِن قومی روایات کے کسی جزو کے بیکار ہو جانے کی وجہ سے تجدید و اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہی، تو اسوقت جس بات مین دشواری کا سامنا ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ تغیر و بقا یا تجدید و تاسیس مین توازن کس صورت سے قائم کیا جائے۔ بات یہ ہی کہ قومون کی فطرت کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہی کہ جب بعض اخلاق و عادات استدادِ زمانہ سے قوم مین راسخ ہو جاتے ہین، تو چونکہ قومین تقلید پرست واقع ہوئی ہین، اسلیے، قومون کے ان اخلاق و عادات کا اپنی جگہ سے ہلانا کچھ آسان کام نہین ہوتا۔ اب، اس وقت اگر پے در پے فتنہ انگیزیون اور انقلابات سے کام نکالا جاتا ہی، تو دو ہی باتین حاصل ہوتی ہین۔ یا تو یہ کہ قومی عناصر کے ان اجزا مین باہم انفصال جو پیدا ہوا تھا وہ سرے سے مفقود ہو جاتا ہی، اور اِن شورشون کی جو غرض تھی وہ بالکل فوت ہو جاتی ہی؛ یا یہ انفصال اس قدر کشادہ ہو جاتا ہی کہ قومی عناصر، جو باہم پیوستہ تھے، اور جنکی پیوستگی پر قومی نظام کا دارومدار تھا، وہ بکھر جاتے ہین۔ غرض، ہر صورت مین، اِن شورشون کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ قومی نظام درہم برہم ہو جاتا ہی اور تمام قوم مین سراسیمگی اور پراگندگی پھیل جاتی ہی، یہانتک کہ اس پریشان حالی کے باعث یہ خوف پیدا ہو جاتا ہی کہ کہین زوال و انحطاط کی بادِ تند قومی عمارت کو ڈھا نہ دے۔

پس، قومون کے لیے بیش قیمت نصیحت صرف یہ ہی کہ وہ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے اِن قومی روایات پر کاربند رہین جو آبا و اجداد سے اُنکو ورثہ مین ملے ہین؛ اور اگر کبھی اُنکو اپنے اُن قدیم روایات مین کوئی تغیر کرنے کی ضرورت محسوس ہو، تو نہایت ہوشیاری کے ساتھ تھوڑا تھوڑا

کر کے رفتہ رفتہ تغیر کریں، ورنہ خوف ہی کہ کہین انتشار و بدامنی کی چنگاریان مشتعل ہوکر قوم کے خرمن ہستی
کو جلا کر خاک سیاہ نہ کر دین۔ لیکن چونکہ زمانہ کا ہاتھ اسقدر طاقتور اور زبردست ہی کہ قومون کو کسی نہ
کسی وقت اپنے قومی روایات مین اصلاح و تجدید کی ضرورت ضرور پیش آتی ہی! اسلیے قومون
کی زندگی مین یہی ایک نازک موقع ہوتا ہی جسمین بہت کم قومون نے حزم و استقلال کا ثبوت دیا ہی۔
گذشتہ زمانہ مین رومیون کی قوم، اور موجودہ زمانہ مین انگریزی قوم صرف یہی دو حوصلہ مند
قومین ہین جنکا پاے ثبات، نازک سے نازک موقعون پر بھی، بہت کم متزلزل ہوا ہی، باقی دنیا کی
دوسری قومین ایسے نازک وقت مین اکثر فنا ہوگئی ہین۔

یہی وجہ ہی کہ قومی روایات اور قومی سرمایہ کی حفاظت کا قومون اور جماعتون کو سب سے زیادہ
خیال رہتا ہی، یہانتک کہ قومین ان لوگون سے لڑنے جھگڑنے پر تل جاتی ہین جو انکے قومی روایات
مین کوئی تغیر یا ترمیم کرنا چاہتے ہین! اور پھر جماعتون مین بھی وہ جماعتین اسکا زیادہ خیال رکھتی ہین
جنکا دائرۂ اثر محدود ہوتا ہے، اور اصل یہ ہی کہ ان قومون کی حفاظت بغیر اسکے ہو ہی نہین سکتی؛
لہذا اگر یہ قومین اپنے قدیم روایات کو محفوظ نہ رکھین تو سب سے پہلے حوادث زمانہ کا شکار یہی ہون۔
تقلید پرستی کا یہی وصف ہی جو قومون کو اپنے قومی روایات مین اصلاح و تجدید کی اجازت نہین
دیتا، اور اگر قومین کبھی اپنے حالات مین اصلاح کرتی بھی ہین، تو جیسا کہ مین بیان کرچکا ہون، اس
اصلاح کا اثر ظاہری حدود سے کبھی تجاوز نہین کرتا۔ گذشتہ صدی مین مذہب کے جانب جو عام نفرت
پھیلی ہوئی تھی، اس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید اب مذہب کی سطوت کا خاتمہ ہوچکا اور آئندہ کے لیے
اس قید سے نجات ملگئی، لیکن تھوڑی ہی مدت گذری تھی کہ لوگون مین مذہبی جوش نہایت عسرت
سے پھر پیدا ہوگیا، اور گرجون اور پادریون کی حکومت پھر قائم ہوگئی! اب سلطنت نے جو یہ دیکھا
تو چار و ناچار اسکو بھی ارکان مذہبی کی ترویج مین سہولت پیدا کرنا پڑی۔ ان واقعات کو

ذرا فورکرائی کی زبانی سنو، جو گذشتہ انقلاب فرانس مین خود شریک تھا اور جس کے قول کو موسیو ٹائن نے بھی نقل کیا ہی۔ فورکرائی کہتا ہی:۔

اب کچھ دنون سے یہ عجیب بات دیکھنے مین آتی ہی کہ یکشنبہ کے روز گرجون مین نمازیون کی کثرت ہوتی ہی، اور لوگ گرجون مین آنے جانے لگے ہین۔ ان واقعات سے اس بات کا پتہ چلتا ہی کہ فرنچ قوم اپنے قدیم عادات کی جانب پھر عود کر رہی ہی؛ اور قوم مین یہ میلان جو پیدا ہوا ہی اسکو روکنا اب محال ہے، اس لیے کہ سواد اعظم اب اسوقت مذہب کا محتاج ہے۔ زمانۂ حال کے فلاسفہ کی یہ غلطی ہے جو وہ سمجھتے ہین کہ اگر تعلیم عام کردی جائے گی تو یہ مذہبی اوہام و خرافات فنا ہو جائین گے۔ اس غلط فہمی کا سب سے بڑا سبب یہ ہی کہ وہ یہ فراموش کر گئے ہین کہ دنیا کے بہت سے بیکس لوگون کے لیے مذہب تسلی اور سکون کے سامان فراہم کرتا ہی، اور اس بنا پر ہمیں قوم کے لیے گرجون اور اُسکے پادریون کو باقی رکھنا چاہیے۔

پس قومی روایات کا ہمیشہ یہی حال ہوتا ہی کہ اگر بعض وجوہ کی بنا پر کسی وقت اُنکا اثر زائل ہو گیا تو تھوڑے عرصہ کے بعد انکا غلبہ پھر عود کر آتا ہی۔ اور قومی روایات کی قوت اسقدر زبردست ہوتی ہی کہ کوئی بڑے سے بڑا انقلاب بھی انکو پوری شکست نہین دے سکتا۔ یہ قسم قسم کی تصویرین جو گرجون مین لٹکتی ہین انکا اثر گرجون تک محدود نہین، اور یہ ظالم و جفاکار لوگ جو عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین قلوب انسانی پر انکا غلبہ نہین ہوتا کیونکہ انکے شاہانہ جلال و جبروت کے تخت تو چشم زدن مین اُلٹ دیے جاسکتے ہین لیکن ارباب ادیان کا جو غلبہ قلوب انسانی پر ہوتا ہی اُسے زمانہ ہی رفتہ رفتہ مٹا سکتا ہی۔

(۳)
زمانہ کا اثر

قومون کی ترقی و تنزل اور عروج و انحطاط مین جن عوامل و موثرات کے اثر کو دخل ہوتا ہی

ان مین زمانہ کے اثر کو بھی شمار کرنا چاہیے۔ زمانہ ہی کے ہاتھون چیزین بنتی بگڑتی ہین، اور یہ زمانہ ہی کرشمہ سازیان ہین کہ بالو کے تودے ایک مدت کے بعد پہاڑون کی شکل اختیار کرتے ہین۔ غرض دنیا مین جو واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے، اور جو تغیرات پیدا ہوتے ہین ان مین زمانہ کی صنعت گری کو بڑا دخل ہوتا ہی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہی کہ اگر چیونٹی کو کہین ایک مدت کا عرصہ مل جائے تو وہ ایک پہاڑ کو پارہ پارہ کر سکتی ہی۔

زمانہ کا اثر اس قدر قوی ہوتا ہی کہ وہ اُن مؤثرات کے اثر پر بھی حاوی ہو جاتا ہی جنکے بغیر معتقدات جماعت کا پیدا ہونا ناممکن ہی، مثلاً، قومیت اور قومی روایات وغیرہ۔ زمانہ ہی معتقدات جماعت کو پیدا کرتا ہی، بڑھاتا ہی، نشو و نما دیتا ہی اور پھر ان کو مٹا دیتا ہی، معتقدات جماعت اسی کے سہارے پر نشو و نما حاصل کرتے ہین، اور اسی کی بدولت انکو ضعف لاحق ہوتا ہی۔

یہ قدرت زمانہ ہی کو حاصل ہی کہ وہ معتقدات جماعت کو پیدا کرتا ہی اور انکی تربیت کے سامان فراہم کرتا ہی یہی سبب ہی کہ بعض معتقدات و افکار ایک زمانہ مین خوب پھلتے پھولتے ہین لیکن زمانہ کا رُخ بدلتے ہی انکی بہار پر بھی خزان آجاتی ہی اور اس طرح فنا ہوتے ہین کہ انکا پتہ نشان تک نہین ملتا۔

زمانہ ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہی کہ وہ معتقدات جماعت کو سطح بہ سطح رکھتا ہی اور زمانۂ مستقبل کے معتقدات و افکار کے لیے راستہ صاف کرتا ہی۔ جماعت کے معتقدات و افکار کبھی محض بخت و اتفاق سے نہین پیدا ہوتے بلکہ انکی ایک ایک شاخ مدت دراز مین پیدا ہوتی اور بڑھتی ہی، اور پھر محض زمانہ ہی کی کرشمہ سازی کی بدولت یہ شاخین ایکدم پھوٹ نکلتی ہین۔ معتقداتِ جماعت ماضی کے پیدا کردہ ہوتے ہین اور مستقبل کی آرزوئین بھی زمانہ ہی کے ساتھ وابستہ ہوتی ہین۔

غرض اس پوری تقریر کا ماحصل یہ ہی کہ ہمارے اوپر حقیقی سیادت و ملکیت صرف زمانہ کو حاصل ہی، اور ہمارا فرض یہ ہی کہ زمانہ کو اپنے حال پر چھوڑ دین وہ خود ہر چیز مین تغیر کریگا۔

پس گو موجودہ زمانہ مین، اُن جماعتون کے تسلط و غلبہ کی بدولت جو ہمکو روزانہ دھمکاتی ہین، ہماری اجتماعی حالت سخت خطرہ مین پڑ گئی ہی، مگر ہمین مستقبل کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے، زمانہ خود ہمارے اور ان جماعتون کے درمیان توازن پیدا کرے گا

موسیو لیوسی نے کیا خوب کہا ہی:-

"دنیا مین کبھی کوئی نظام حکومت ایک روز مین رواج نہین پاتا بلکہ اسکے رواج پانے کے لیے ایک مدت درکار ہوتی ہی۔ فیوڈل سسٹم کو گذشتہ زمانہ مین رواج پانے کے لیے کتنے منازل طے کرنا پڑے ؟ اور شخصی نظام حکومت کے رواج دینے مین کتنی شورشون کا مقابلہ کرنا پڑا ؟ پس کوئی نظام حکومت اسوقت تک رواج نہین پاسکتا تاوقتیکہ وہ ایک عرصہ تک مختلف منازل طے کرتا رہے"

(نہم)

نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کا اثر

ایک زمانہ تھا جب لوگون کے ذہنون مین یہ خیال قائم تھا ——— اور اب بھی قائم ہی ——— کہ جو نقائص اور خرابیان ہیئت اجتماعی مین پیدا ہوتی ہین، نظام حکومت اور نظامِ معاشرت سے انکی اصلاح ہو سکتی ہی، نیز قومون کی ترقی و تنزل مین انکے نظام حکومت اور نظام معاشرت کو بڑا دخل ہوتا ہی، اور نظام حکومت اور نظام معاشرت قومون کی حالت پر بہت بڑا اثر کرتے ہین۔ یہ ایک عام خیال تھا جو انقلاب فرانس کے زمانہ مین عام طور پر رائج تھا، اور اب بھی وہ لوگ اس خیال کی تائید کرتے ہین جنھون نے اجتماعی اور معاشرتی مسائل مین بہت کم غور و خوض کیا ہی۔

یہ خیال جو لوگون کے دماغون مین بس گیا ہی، گو تجربہ ہی سے اسکی غلطی کا انکشاف ہوگا، مگر باوجود اسکے فلاسفہ اور مؤرخین نے بھی نہایت آسانی سے ثابت کر دیا ہی کہ قومون کے عادات واخلاق اور قومون کی ترقی و تنزل مین انکے نظامِ حکومت و نظامِ معاشرت کو دخل نہین ہوتا، بلکہ برعکس اسکے، خود نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت قومون کے اخلاق و عادات سے پیدا ہوتے ہین؛ قومون کے اخلاق و عادات مین نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے تغیر سے کوئی تغیر نہین ہوتا، بلکہ خود قومون کے عادات واخلاق انکے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے تغیرات کے باعث ہوتے ہین۔ قومین جس طرح اپنے موے سر کے رنگ کا اپنی مرضی سے انتخاب نہین کر سکتین، اسی طرح قومون کو یہ قدرت بھی حاصل نہین کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے لیے کسی نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کو منتخب کر سکین۔ نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت تو قومون سے اُس مزاجِ عقلی کا ثمرہ ہوتے ہین جسپر قومون کے عناصرِ تمدن کی بنا ہوتی ہی پس قومون کی قسمت کا فیصلہ انکے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے ہاتھون مین نہین ہوتا، بلکہ برعکس اسکے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کو خود قومین ترتیب دیتی ہین اور خود مٹا دیتی ہین۔ قومین اپنی خواہش اور مرضی کی محکوم نہین ہوتین، بلکہ اپنے اخلاق و عادات اور اپنی فطرت کی محکوم ہوتی ہین؛ اور جس طرح کسی نظامِ حکومت یا نظامِ معاشرت کے رواج دینے کے لیے مدتِ دراز کی احتیاج ہوتی ہی، اُسی طرح کسی نظامِ حکومت مین تغیر یا اصلاح کرنے کے لیے بھی ایک زمانہ درکار ہوتا ہی۔ غرض، نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کی خود اپنے اندر کوئی قدر و قیمت نہین وہ اپنی ذات سے نہ موزون اور مناسب ہوتے ہین اور نہ ناموزون اور نامناسب، بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو نظامِ حکومت کسی وقت کسی ایک قوم کے لیے موزون ثابت ہوتا ہے وہی نظامِ حکومت دوسری قوم کے لیے بالکل ناموزون ہوتا ہے۔ اور چونکہ نظامِ حکومت اور

نظام معاشرت کو خود قومین اپنے لیے ترتیب نہین دیتین، اسلیئے وہ خود انمین کوئی تغیر بھی نہین کرسکتی
ہین۔ اقوام کے مقدور مین اگر کچھ ہی تو بس یہ ہی کہ وہ نظام حکومت اور نظام معاشرت مین اگر
چاہین، تو سطحی تغیر کردین، لیکن اس سے اصلیت مین کوئی فرق نہین آسکتا، اس تغیر کا اثر صرف
یہ ہوگا کہ اُس نظام حکومت کے لیے زبان نے جو لفظ مقرر کردیا تھا وہ متروک ہوجائیگا اور اب
اسکے بجاے کوئی دوسرا نام رائج ہوجائیگا، مگر اصلیت اب بھی وہی رہیگی جو پہلے تھی۔ دنیا بھر مین
انگریزی قوم سے زیادہ کوئی قوم پرستار جمہوریت نہین ہی، لیکن دیکھو، انگلستان مین جو نظام حکومت
رائج ہی وہ شخصی نظام حکومت ہی؛ پھر دنیا مین سب سے زیادہ استبداد پسند امرکیہ کی اسپینی نسل
کی قومین ہین، لیکن باوجود اسکے جمہوری نظام حکومت کے ماتحت ہین۔

حاصل یہ کہ قومین اپنے نظام حکومت اور نظام معاشرت کی محکوم نہین ہوتین، بلکہ اپنے موروثی
نظام اخلاق کی محکوم ہوتی ہین۔ پس، یہ خیال، کہ اگر قومون کے نظام معاشرت یا نظام حکومت
مین تغیر کردیا جائے تو قومون کی حالت مین انقلاب عظیم ہوجائیگا، حقیقت سے بہت دور ہی، اور جو
لوگ اس کوشش مین اپنی جان کھپاتے ہین وہ یاد رکھین کہ انکو اپنے مقصد مین کبھی کامیابی نہین
ہوسکتی۔ نظام حکومت مین تغیر کرنے کے لیے دھوان دھار خطبے دینے اور شورش برپا کرنے کی
ضرورت نہین ہی، جب تغیر کی ضرورت ہوگی تو زمانہ خود ہی ائین تغیر کرلیگا۔ قومون کی ضرورتین
جب پیدا ہوتی ہین تو از خود ان ضرورتون کے مطابق انکے نظام حکومت مین تغیر ہو ہی جاتا ہی۔
ضرورت کے مطابق نظام حکومت اور نظام معاشرت مین تغیر کرنے کا یہی حکیمانہ اصول ہی جو
لاطینی قومون کے خلاف انگریزون نے ہمیشہ مرعی رکھا ہی۔ انگریزون کے ملک مین کوئی جدید
قانون اسوقت تک نافذ نہین ہوتا تاوقتیکہ اُسکے نافذ کرنے کی ضرورت پیش نہین آتی۔
مکالے نے (جو انگریزون مین بہت بڑا مصنف گذرا ہی) اپنی ایک تحریر مین انگریزون کے

اس حکیمانہ اصول کی تشریح کی ہی۔ پہلے اُسنے اُن اثرات ونتائج کا تذکرہ کیا ہی جو انگریزی قوانین سے پیدا ہوتے ہین، پھر انگریزی قوانین کا اُن قوانین سے مقابلہ کیا ہی جو امریکہ اور یورپ کے ممالک مین لاطینی قومون نے مختلف اوقات مین وضع کیے ہین، پھر اس بات کی وضاحت کی ہی کہ لاطینی قومون کے برعکس انگریزی قوم کبھی بلاضرورت اپنے قوانین مین اضافہ یا تغیر نہین کرتی، پھر آخر مین لکھتا ہی:-

"انگلستان مین جتنے قوانین عہد حان سے لے کر عہد وکٹوریہ تک مختلف پارلیمنٹون مین پاس ہوے، انکی خصوصیت یہ نہ تھی کہ ان مین حسن ترتیب کا خیال رکھا جاتا تھا، بلکہ ان قوانین مین جس بات کا زیادہ اہتمام کیا گیا وہ یہ ہی کہ کوئی جدید قانون اسوقت تک کبھی نافذ نہین ہوا تا وقتیکہ اسکے نافذ کرنے کی کوئی ضرورت نہین پیش آئی، اور ضرورت پیش آنیکے بعد بھی جب نافذ کیا گیا تو اسوقت بھی ضرورت سے زیادہ کسی قانون کو کبھی وسعت نہین دی گئی"

لیکن چونکہ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ قومون کے نظام حکومت ونظام معاشرت انکے مزاج عقلی کا ثمرہ ہوتے ہین، یہ ضروری ہی کہ ہم ایک ایک نظام حکومت کو الگ الگ لیکر اس مسئلہ کی وضاحت کرین، اور یہ موجب طوالت ہوگا، خصوصًا اس حالت مین کہ ہم اپنی دوسری کتاب "انقلاب الامم" مین اس مسئلہ پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کر چکے ہین؛ اسلیے ہم یہان صرف ایک مثال سے اس مسئلہ کی وضاحت کرکے اس بحث کو تمام کیے دیتے ہین۔

یہ ایک فلسفیانہ بحث ہی کہ مرکزیت اور لامرکزیت مین سے کون طریقۂ حکومت بہتر اور مفید ہی؟ فرض کرو کہ ایک قوم ہی جو مختلف فرقون اور قومون سے ملکر بنی ہی، اور مدتون یکجا رہتے سہتے وہ مرکزی حکومت کے زیر فرمان ہوگئی ہی۔ اب فرض کرو کہ اس مرکزیت کے خلاف قوم مین نہایت سخت جوش پھیلا، اور سخت شورش برپا ہوئی جسنے اس مرکزیت کو اور زیادہ مستحکم کر دیا تو اب اسوقت

ہمارے لیے بجز اسکے کیا چارہ ہوگا کہ اس مرکزی حکومت کو تسلیم کر لین، کیونکہ اب تو گویا مرکزی حکومت ہماری طبیعت ثانیہ ہو گئی، اور بالآخر اب ان لوگون کی غلطی صاف کھلجائیگی جو اس نظام مرکزیت کے دشمن تھے اور اسکو مٹا دینا چاہتے تھے، اور اگر آئندہ وہ کبھی اپنے مقصد مین کامیاب بھی ہو گئے تو اسکا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ ایک سخت خانہ جنگی برپا ہو گی جو پھر اس مرکزیت کو اور مستحکم کر دیگی۔

غرض تقریر بالا کا ماحصل یہ ہے کہ نظام حکومت و نظام معاشرت کو قومون کے عروج و انحطاط اور ترقی و تنزل مین کسی طرح کا دخل نہین ہوتا، اور نظام حکومت مین فوری تغیر کرنے کا نتیجہ بجز اسکے کچھ نہین ہوتا کہ قوم مین فوضویت اور انتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بسا اوقات انحطاط کا موجب ہوتی ہے۔ ہمارے دعوے کی ایک بڑی مثال یہ ہے کہ ولایات متحدہ امریکہ اور امریکہ کی اسپینی جمہورتین گو جمہوری نظام حکومت کی پابند ہین، لیکن جو خوشحالی اور فارغ البالی ولایات متحدہ امریکہ مین پائی جاتی ہے وہ اسپینی جمہورتیون مین بالکل ناپید ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قومون کی ترقی و تنزل، اور عروج و انحطاط، مین قومون کے نظام حکومت و نظام معاشرت کو کوئی دخل نہین ہوتا، بلکہ قومین اپنے نظام اخلاق کی پابند ہوتی ہین، اور جو نظام حکومت قوم کے موروثی نظام اخلاق کے مطابق نہین ہوتا وہ اس قوم کے لیے صرف ملمع کا کام دے سکتا ہے۔ پس اگرچہ اکثر ممالک مین ہمیشہ بہت سے لوگ اس خواہش اور کوشش مین رہتے ہین کہ اپنے ملک کے نظام حکومت و نظام معاشرت کو دوسری قومون کی تقلید مین بدل دین، لیکن اس کوشش کا نتیجہ بجز خانہ جنگیون کے اور کچھ نہین ہوتا، اور اسی قسم کی خانہ جنگیون کو دیکھکر بعض لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ قومون کے نظام حکومت مین آسانی سے تغیر کیا جا سکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ قومین اپنے نظام حکومت کی تابع نہین ہوتین، بلکہ انپر غلبہ صرف اُن اوہام و الفاظ کا ہوتا ہے جو انکے آبا و اجداد سے اُنکو ورثہ مین ملتے ہین خاص کر ان خیالی الفاظ کا جو گو مبہم ہوتے ہین مگر قومون کے قلوب پر اصل مین انہی کی حکومت ہوتی ہے۔

(۴)

تربیت وتعلیم کا اثر

ہر زمانہ مین چند مخصوص خیالات ہوتے ہین جنکا عقلون پر غلبہ ہوتا ہی، ہمنے بیانات بالا مین واضح کیا ہی کہ اس قسم کے خیالات دماغ پر کسقدر قوی اثر کرتے ہین۔ زمانہ حال مین جس خیال کا دور دورہ ہی وہ یہ ہی کہ لوگون مین تعلیم کے ذریعہ سے ایک بین اور محسوس فرق پیدا کیا جا سکتا ہی اور تعلیم کے ذریعے لوگون مین مساوات پیدا کی جاسکتی ہی، یہ خیالات بار بار دُہرائے گئے یہانتک کہ ڈیماکریٹیک پارٹی کے نزدیک یہ خیالات بالکل ثابت اور محقق ہوگئے، اور اب ان کے رد کی کوشش کرنا اُسی قدر مشکل ہوگیا جسقدر اگلے زمانہ مین چرچ کی قوت کا توڑنا مشکل تھا۔

لیکن علمبرداران مساوات نے تعلیم وتربیت کے بارے مین جو خیالات قائم کیے ہین، علم النفس نے دیگر مسائل کی طرح انکی بھی تردید کردی ہی اور اسپنسر نے نہایت خوبی سے ثابت کردیا ہی کہ تعلیم نہ انسان کو مہذب بنا سکتی ہی، اور نہ اسکی اُن خواہشون کو روک سکتی ہی جو آبا واجداد سے اسکو ورثہ مین ملی ہین نیز یہ کہ اگر طرز تعلیم خراب ہوا تو تعلیم بجاے مفید ہونیکے اور مضر پڑتی ہی۔ ماہرین شمار واعداد نے بھی ان کلیات کی تائید کی ہی اور بتایا ہی کہ آج کل جرائم جو بکثرت سرزد ہوتے ہین اسکا زیادہ تر باعث اشاعت تعلیم ہی اور ہیئت اجتماعی کے جو بدترین دشمن ہین یعنی فوضوبین (انارکسٹ) وہ عموماً ایسے لوگون کو اپنے گروہ مین داخل کرنے کی کوشش کرتے ہین جو کالجون سے بڑی بڑی ڈگریان حاصل کرکے نکلے ہون موسیو اڈولف گوبلاٹ نے جو ایک فاضل جج ہین، اعداد وشمار سے بتایا ہی کہ آجکل چار ہزار مجرمون مین سے تین ہزار مجرم گروہ طلبا کے اور ایک ہزار ان پڑھ طبقہ کے ہوتے ہین اور پچاس برس کے عرصہ مین مجرمون کی تعداد ۲۲۷ سے ۵۵۲ تک پہونچگئی ہی، موسیو ذکورا اور انکے دیگر ہمعصرون نے یہ بتایا ہی کہ ارتکاب جرائم اُن نوجونون سے زیادہ ہوتا ہی جو مدارس مین جبریہ اور مفت تعلیم پاتے ہین۔

بلاشبہہ طرزِ تعلیم اگر بہتر ہو تو تعلیم سے عمدہ نتائج حاصل ہوتے ہین اور اسوقت تعلیم تہذیب کو ترقی دیتی ہی، اخلاق فاضلہ کی ترقی مین مد ہوتی ہی اور فنی قابلیتون کو بڑھاتی ہی لیکن بدقسمتی یہ ہی کہ لاطینی قومون مین تعلیم کی بنا نامناسب اور غلط اصول پر قائم کی گئی ہی خصوصًا پچیس سال کے عرصہ سے تو تعلیم مین اسقدر ابتری پیدا ہوگئی ہی کہ گو موسیو بریال، موسیو واسٹل ڈی کولنگ، اور موسیو ٹائن ایسے یگانۂ روزگار علماء نے اصلاح کی کوشش کی لیکن اب تک یہ قومین اپنی اُسی قدیم حالت کو نباہ رہی ہین، مین نے بھی اپنی ایک تصنیف مین اس بات کو ثابت کیا ہی کہ ہمارے طرزِ تعلیم کا ایک خراب نتیجہ یہ ہی کہ اسکے ذریعہ سے ہیئت اجتماعی کے دشمن پیدا کیے جارہے ہین اور مذہب اشتراکیت کی جڑ مضبوط کی جارہی ہے۔

یہ نتائج بد جو لاطینی تربیت سے پیدا ہوتے ہین، اسکی اصلی وجہ یہ ہی کہ ہماری تربیت کی بنا ایسے اصول پر قائم کی گئی ہی جسکی غلطی علم النفس سے ظاہر ہوچکی ہی، ایک بڑی اصل جس پر ہماری تربیت کی بنیاد رکھی گئی ہی یہ ہی کہ قوت حافظہ عقل کو ترقی دیتی ہی اسی سے ہماری تعلیم مین اس بات کا زیادہ خیال کیا جاتا ہی کہ حتی الامکان قوت حافظہ کو ترقی دینا چاہیے اور اس اصول پر اس مضبوطی سے عمل کیا جاتا ہی کہ پرائمری اسکولون کالجون بلکہ ٹریننگ کالجون مین بھی قوت حافظہ ہی پر زیادہ زور دیا جاتا ہی جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ طالب علم از خود کسی عمل پر اقدام نہین کرسکتے کیونکہ تعلیم کا مدعا توان کی نگاہ مین اب صرف یہ رہگیا ہی کہ وہ واقعات کو حفظ کرلین اور دوسرون کی آراء کے آگے سر جھکادین، موسیو جولیس سیمان نے جو کسی زمانہ مین وزیر تعلیم رہ چکے ہین ایک بار کیا خوب کہا تھا کہ:-

"صمیم قلب کے ساتھ اسباق کے حفظ کر لینے یا صرف و نحو کی کسی کتاب کے رٹ لینے سے زیادہ مدتر کوئی تربیت نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس صورت مین طالب علم کا تمامتر مقصد

یہ رہ جاتا ہے کہ وہ اوستاد کو تمام غلطیون سے محفوظ مان لے"۔

اگر اس تربیت کا ضرر اتنا ہی ہوتا کہ وہ کچھ مفید نہین ہے تو خیر ہم اُن بچون کے ساتھ ہمدردی کر کے بیٹھ رہتے جنھین مدارس مین کلوٹر کا نسب حفظ کرایا جاتا ہے لیکن غضب تو یہ ہے کہ طالب علم جس حالت مین زندگی بسر کر رہا ہو، اس تربیت سے اُسکے دل مین یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش مجکو اس بلا سے نجات مل جاتی یہانتک کہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آج کارخانہ دار کا دل اپنے کاروبار سے اوچاٹ ہوا اور کل ایک کاشتکار بھی اپنے پیشہ سے اُلجھنے لگا، اور یون ہی طبقہ متوسط کے افراد اپنے اپنے کامون کو چھوڑ چھوڑ کر حکومت کی جبہہ سائی کرنے لگتے ہین اور چونکہ اسکول سے ایسے طلبا پڑھکر نہین نکلتے جو زندگی کے دشوار گذار مراحل کو طے کر سکین، اسلیے قوم مین ایسے افراد کی کثرت ہو جاتی ہے جو ہیئت اجتماعی پر بار ہونے کے علاوہ خود بھی روز اپنے دانت کٹکٹاتے اور شورہ پشتی پر ہر دم آمادہ رہتے ہین اس سے آگے بڑھو تو طبقۂ متوسط کی حالت اور افسوسناک نظر آتی ہے باوجودیکہ اسے حکومت کی طاقت و قوت پر بڑا گھمنڈ ہوتا ہے، لیکن حکومت سے جو غلطیان سرزد ہوتی ہین انپر جرح و قدح بھی اسی طبقہ کے افراد کرتے ہین اور باوجود اسکے وہ از خود کسی کام کو انجام دینے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہین۔

لیکن حکومت ان سند یافتہ لوگون کو جو تیار کرتی ہے انمین سے اپنے کام کے لوگون کو چھانٹ لیتی ہے اور باقی افراد کو چھوڑ دیتی ہے، اب یہ سند یافتہ جماعت اپنے روزگار کی تلاش مین گورنمنٹ کے تمام عہدون پر معمولی کلرک کے عہدے سے لیکر ماسٹری اور پروفیسری تک ایکدم ٹوٹ پڑتی ہے، اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ایک تاجر نوآبادیون مین اپنا کاروبار چلانے کے لیے ایک منیجر ڈھونڈھتا پھرتا ہے اور نہین ملتا، حالانکہ ہزارون آدمی گورنمنٹ کے ادنیٰ سے ادنیٰ عہدے کے حاصل کرنے کی فکر مین لگے رہتے ہین پھر جب ان بیکار لوگون کی تعداد بیشمار ہو جاتی ہے

تو مداہنۃً اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہی کہ گورنمنٹ کے خلاف غضب و غصّہ کا جوش پیدا ہو جاتا ہی اور یہ بیکار لوگ فوراً کسی خاص آدمی کی قیادت مین ارتکاب جرائم اور شورہ پشتی پر آمادہ ہو جاتے اور امن عامہ مین خلل انداز ہوتے ہین[1]

لیکن سچی بات یہ ہی کہ ہنگامہ اور فتنہ کا وقت گذر چکا اور اب صرف تجارب ہی جو اقوام کے بہت بڑے مربی ہین ہمارے اعمال کی اصلاح ہو سکتی ہی اور اسی ذریعہ سے ہمین یہ خیال پیدا ہو سکتا ہی کہ اِن روی کتابون کا پڑھنا پڑھانا اور یہ سخت ترین امتحانات بالکل بیکار ہین بلکہ ہمین اب اُس عملی تعلیم مین مشغول ہونا چاہیے جو نئی نسل کو کاروباری دنیا اور استعماری تجاویز سے روشناس کرے اور نسل کو ایسے کامون مین پھنسا دے جنسے وہ بھاگتی ہی۔

درحقیقت یہی فنی تعلیم جسکی آج روشن عقلین بیتابی کے ساتھ خواستگار ہین ہمارے محترم اسلاف کا طرزِ تعلیم تھا اور اسی طرز کو ہمیشہ ان قومون نے بھی اختیار کیا ہی جو اپنی مضبوط قوتِ ارادی اور اقدام ذاتی کے بل پر دنیا پر قابض ہوئین۔

اگر اِن بیکار علوم اور بیکار کتابون کے پڑھ جانے سے ہمارے قوائے عقلی مین کچھ ترقی ہوتی تو بیشک ہم اس تربیت کے مصائب جھیلنے کے لیے تیار ہو جاتے لیکن کیا یہ کتابین اور یہ علوم ہماری زندگی مین ہمارے کچھ کام آتے ہین؟ فہم و ادراک، تجارب، اقدام و ارادہ یہ زندگی کے کارگر اسلحہ ہین،

---

[1] یہ مصیبت صرف لاطینی قومون کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ یہی حالت چین اور ہندوستان مین بھی ہی جب سے انگریزون نے ہندوستان مین دیسیون کی تربیت کی غرض سے نہیں بلکہ صرف انکی تعلیم کے لیے اسکول جاری کیے ہین اُسوقت سے وہان ایک گروہ بابوون کا پیدا ہو گیا ہی جسے اگر ملازمت نہین ملتی تو حکومت کا سخت ترین دشمن بن جاتا ہے اس بحث پر مین نے اپنی کتاب "تمدن ہند" مین تفصیل سے بحث کی ہی اس حالت کا اُن لوگون نے بھی اندازہ کیا ہوگا جو اقلیم ہند کی وسیع سرزمین کی سیاحت کر چکے ہین۔ (مؤلف)

لیکن سخت افسوس اور رنج سے کہنا پڑتا ہی کہ کیا کتابون سے ہمین ان کے متعلق کوئی سبق حاصل ہوتا ہی؟ اور کیا یہ کتابین ہم مین یہ اوصاف پیدا کرسکتی ہین؟ یہ کتابین گویا قوامیس اور مرقعہ ہین کہ انسان انکے مطالعہ سے فائدہ حاصل کرسکتا ہی، لیکن کیا ان بڑے بڑے مضامین کا دماغ مین محفوظ کرلینا کچھ مفید ہی؟ بخلاف اسکے فنی تعلیم سے جو بیش بہا فوائد حاصل ہوتے ہین وہ تربیت مجربیہ سے حاصل نہین ہوسکتے۔

ایک بہت بڑے روشن خیال مفکر موسیو ٹائن نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہی، جسکے بعض حصون کو مین ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کرتا ہون انھون نے دلائل و براہین سے ثابت کردیا ہی کہ ہماری گذشتہ زمانہ کی تربیت اس تربیت کے بالکل مماثل تھی جو زمانۂ حال مین انگریزون اور باشندگان امریکہ مین رائج ہی، پھر اُنھون نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ لاطینی اور انگریزی طرز تعلیم کا مقابلہ کیا ہی اور دونون کے نتائج دکھائے ہین۔

موسیو ٹائن لکھتے ہین:-

"افکار و خیالات تو حادثاً پیدا ہوتے رہتے ہین، لیکن جن ماتون سے ان خیالات کا نشو و نما ہوتا ہی وہ مختلف قسم کے مؤثرات ہوتے ہین، جن سے ایک نوجوان کو کبھی تو کارخانون اور کانون مین سابقہ پڑتا ہی، کبھی بیرسٹر کے پرائیوٹ آفس اور شفاخانون مین، کبھی وہ مختلف ادوات و آلات کے مشاہدے سے متاثر ہوتا ہی اور کبھی اجرت پیشہ لوگون کے مجمع سے بلکہ اکثر اپنی ذاتی کارگذاریون سے، یہ چند معمولی مؤثرات ہین جنھین آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہین، اور جب نوجوان کے ذہن مین ان مؤثرات کا اجتماع ہوتا ہی تو خواہ نخواہ اُسے حسن اختراع کی جانب مائل کردیتے ہین، لیکن افسوس ایک فرنچ نوجوان اس ترکیب نفسی سے

بالکل محروم ہی، اسکے ذہن مین کبھی اُن مؤثرات کا گذر تک نہین ہوتا جس سے استفادہ کرنے کی اُسے سخت حاجت ہی کیونکہ ایک طویل مدت تک تو وہ اسکول کی چاردیواری کے اندر اُن شخصی تجارب سے بیخبر بند پڑا رہا جنکے ذریعہ سے اشیا کی کوئی صحیح صورت اُسکے ذہن مین آتی اور جو زندگی کے کاروبار کی راہ مین اُسکو مدد دیسکتے۔ اب مدرسہ سے تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد جو وہ نکلا تو وہ ایسی عمر کا میتن بہا وقت ضایع کر چکا تھا امتحان کی تیاری مین جسقدر وقت اُسنے صرف کیا تھا وہ گویا افسوسناک اضاعت اور محسوس مستقل کے مابین حد فاصل رہا لیکن جب نتیجہ شایع ہوا تو اُسنے دیکھا کہ کامیاب طلبہ کی تعداد تو صرف نصف یا ایک ثلث ہی اسکے لیے یہ کسقدر گران مصیبت کا سامنا تھا کہ وہ دن بھر ایک کرسی پر اپنے سامنے چھوٹی سی میز لیکر بیٹھا خاموشی کے ساتھ درس کو سن رہا ہو یہ سچی بات یہ ہی کہ اس طرح کی جانفشانی دو ماہ سے زیادہ اُس سے نہین ہوسکتی تھی اور اب امتحان کا وقت جو آیا تو وہ اپنے میں محنت کرنے کی بھی قدرت نہیں پاتا، کیونکہ بیشمار علوم اسکے خزانۂ ذہن مین محفوظ کر دیے گئے ہین، قوت تعقل معقود ہو چکی، قوائے ذہنیہ جواب دیچکے، اب نوجوان یہ سب مراحل طے کرنے کے بعد مستقل زندگی بسر کرنا چاہتا ہی اور کاروبار کی کسی خاص لائن مین قدم رکھتا ہی لیکن اُسے کسقدر افسوس ہوگا جب اُسے یہ معلوم ہوگا کہ میری تو اوقات ضایع ہوئی اور مین نے تعلیم پر جتنا خرچ کیا تھا اُتنی آمدنی نہین ہوتی۔ یہ رونا حالت فرانس کی ہی لیکن انگلستان اور امریکہ مین حالت اسکے برعکس ہی"

اسکے بعد اس جلیل القدر مؤرخ نے ہمارے اور انگریزی طرز تعلیم کے مابین جو فرق ہین اُنکو دکھایا ہی اور یہ بات ثابت کی ہی کہ جتنے مخصوص اسکول ہمارے ملک مین ہین اتنے انگریزون کے

ملک مین نہین ہین، نیز یہ کہ اُنکے ملک مین کتابون کے ذریعہ سے تعلیم نہین دیجاتی ہے، بلکہ انجینیر (مثلاً) کارخانہ مین پیدا کیا جاتا ہے، اور ہر شخص کو اسکا موقع ملتا ہی کہ اسکی قوتِ عقلی جہانتک متحمل ہو اپنے پیشہ کو حاصل کرتا رہے اور اگر اس کے قوائے ذہنیہ اعانت کرین تو وہ کاریگر یا اُنکا افسر ہو جائے، یہ نہایت اعلی درجہ کا جمہوری طرز ہی اور اس طرز تعلیم سے قوم کو حقیقی فائدہ حاصل ہوتا ہی۔ برخلاف اسکے ہمارا طرز تعلیم ایسا ہی کہ اسمین نوجوان کی آیندہ قسمت ایک نتیجۂ امتحان پر موقوف ہوتی ہی جو عموماً اُسے اپنی عمر کے اُنیسوین یا بیسوین سال دینا پڑتا ہے

موسیو ٹائن لکھتے ہین:—

"انگلستان مین کسی طالب علم کو تسفاحاہ یا کسی بیرسٹر کے آفس مین داخل ہو کر تھوڑی مدت مشق اور تعلیم مین گذارنی پڑتی ہی۔ پہلے اُسے کچھ مختصر سے درس دیے جاتے ہین جن سے اُسکی معلومات عامہ مین اضافہ ہوتا ہی، علاوہ اسکے وقتاً فوقتاً کچھ اور بھی درس دیے جاتے ہین، جنپر اُسے فرصت کے وقت مین سوچنے کا موقع ملتا ہی، اس طرح وہ تھوڑی سی مدت مین اپنے تجارب کو ایک منتظم صورت مین مرتب کرلیتا ہی، دیکھو ایک یہ نظام تعلیم ہی کہ طالب علم کے قوائے عقلی کے ساتھ ساتھ اسکی قوت عملی بھی جلا پاتی ہی، آیندہ کی ترقی کا بھی راستہ صاف ہوتا جاتا ہی، اور بہت جلد طالب علم مین اختراع و ایجاد کی قوت پیدا ہو جاتی ہی، یہانتک کہ پچیس برس کے سن مین اسکی قوت عقلی اسقدر نمو پا جاتی ہی کہ وہ ازخود اقدام کرنے لگتا ہی، اور ہر بات کا مقابلہ کرتا ہی، گویا کہ وہ ایک مشین کا پہیا ہی جو خود ہی محرک اور خود ہی متحرک ہو۔

لیکن فرانس کی حالت اس سے بالکل جداگانہ ہی وہان تعلیم کا ایک دوسرا ہی طرز ہی جو قریب قریب چینیون کے طرز تعلیم سے مشابہ ہی اور جس سے بجز قوائے عقلی

و ذہنی کی تضییع کے اور کوئی فائدہ حاصل نہین ہوتا،،

پھر مذکورۂ بالا بیان سے اس فلاسفر نے حسب ذیل نتیجہ اخذ کیا ہو وہ لکھتا ہو:۔

''قوت حافظہ پر تعلیم کے ادوار ثلثہ طفولیت بچپن شباب مین زور دیا جاتا رہا اور پیمانۂ طاقت لبریز ہو گیا لیکن دیکھو طالب علم ابتک کرسی پر بیٹھا ہوا امتحان کے انتظار مین اُسکی آنکھین کتاب پر گڑی ہوئی ہین اور وہ نہایت بے صبری کے ساتھ اُس دن کا منتظر ہی جب اُسے ڈگری ملیگی جب وہ سند پائیگا اس کے سوا اُسے کسی چیز کا شوق نہین۔ کیا غضب ہی کہ اس بدتر نظام تعلیم کی ترویج کے لیے کیسے کیسے وسائل ایجاد کیے گئے ہین' اور کس کس طرح طالب علم اس نظام کا پابند بنایا جاتا ہی۔ عملی دنیا سے طالب علم کو نکال کر اسکولون اور مدارس کے حجرون کے اندر بند کر دیا گیا ہی جہان اسے ایک مصنوعی حماقی تربیت دیجاتی ہی' ذہن و فکر پر ایکدم بار ڈالدیا جاتا ہی نہ مستقبل کے جانب نظر ہوتی ہی اور نہ سن کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے، کسی کاروبار کا خیال تو کجا دنیا کی رزمگاہ سے جہان آیندہ طالبعلم کو عمل اسلحہ لیکر نکلنا ہی بالکل بحث نہین ہوتی' اور یہ بات تو بالکل پس پشت ڈال دیجاتی ہی کہ طالعلم آیندہ خود اپنے پاؤن پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے ہمارے مدارس مین رکھکر کوئی نوجوان ضروریات زندگی نہیں حاصل کر سکتا اُسمین قوت تمیز پیدا ہوتی ہی نہ قوت ارادہ اور نہ اعصاب ہی مضبوط ہوتے ہین بلکہ بجاے اسکے کہ آیندہ کے لیے آمادہ ہو وہ اور کمزور و ناتوان ہو جاتا ہی اور اسکی ذات اور اسکے قریبی مستقبل کے مابین کوئی مناسبت نہین پیدا ہونے پاتی۔ اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جہان اس نے پہلے پہل کسی کام مین ہاتھ ڈالا بس وہ مختلف مصائب مین گھر گیا اور اب اسمین لنگڑے

لولے کے مثل کھڑے ہونے کی قدرت نہین باقی رہی۔ یہ کس قدر خوفناک تجربہ
ہے جسمین اخلاق مضطرب ہوتے اور توازن عقلی مختل ہوجاتا ہے بس آگے حسرت
ویاس ہے اور ناکامی کی حائل دیوار۔

افسوس ناکامی حسرت موت[۱]

---

[۱] دیکھو موسیو ٹائن کی کتاب "نظام حال" جلد دوم صفحہ ۱۸۹۔ یہ آخری صفحات ہین جو موسیو ٹائن نے تحریر کیے ہین اور گویا اس مشہور فلاسفر کے تمام تجربات زندگی کا خلاصہ ہین۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مدارس کے اساتذہ جنھون نے فرانس کے ماہر قدم بہین نکالا ہے ان حقائق وواقعات تک نہین پہونچتے، حالانکہ تربیت ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم قوم کے قلوب مین تحریک پیدا کر سکتے ہین۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہم مین ایسے لوگون کا قحط ہے جو یہ سمجھتے ہون کہ تربیت کا طریقہ مجربہ قوم مین کس قدر جلد انحطاط پیدا کردیگا اور ہماری نسل ترقی کے بجائے تنزل اور انحطاط کی جانب مائل ہوگی ناظرین کے لیے مفید ہوگا اگر وہ ٹائن کے تحریرات کو ان مشاہدات اور تجربات کے ساتھ مقابلہ کرکے پڑھین جو امریکہ مین تربیت کے متعلق عمل مین لائے گئے ہین اور جنھین موسیو پال بورگٹ نے اپنی کتاب "بحر راحر" مین نقل کیا ہے۔

ان تمام تحریرات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تربیت اس درجہ ناقص ہے کہ یا تو مدارس مین نوجوانون (انارکسٹ) پیدا کیے جاتے ہین یا ایسے لوگ جن مین اقدام کی قوت مفقود ہوتی ہے اور جنکا کوئی خاص ارادہ نہین ہوتا بقول موسیو پال بورگٹ کے کہ یہ دونون صورتین ایک متمدن انسان کے لیے بدقسمتی کا نتیجہ ہین اسکے بعد موسیو پال بورگٹ نے بدقت نظر ہمارے برباد کنندہ فرانسیسی مدارس اور ان مدارس کا جو طالبعلم کو رزمگاہ حیات کے لیے تیار کرتے ہین مقابلہ کرکے ثابت کیا ہے کہ صحیح ڈیمقراطیت اور جمہوریت وہی ہے جو ان زندہ قومون مین پائی جاتی ہے۔

فصلِ دُوم

معتقدات جماعت کے عوامل قریبہ

(۱) ذہنی اشباح، الفاظ، اور جملون کا اثر معتقداتِ جماعت پر

الفاظ اور جملے ذہن جماعت پر جادو کا اثر کرتے ہین. الفاظ کی اس موثرانہ قوت کا تعلق ان کے لغوی یا اصطلاحی معنون سے نہین ہوتا، بلکہ الفاظ مین یہ قوت اُن ذہنی اشباح سے آتی ہی جو خیال مین پیدا ہوتے ہین۔ ان ذہنی اشباح مین حسب اقتضائے زمانہ اختلاف ہوتا رہتا ہی بعض مستعمل الفاظ کے معانی مین جو تغیر ہوتا ہی اسکی مختلف مثالین۔ یہ بحث کہ جب مسمیات کے قدیم اسماء جماعت مین ناگواری کا احساس پیدا کرنے لگین تو اسوقت سیاسی فوائد کے لحاظ سے جدید اسماء کا وضع کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اختلافِ امزجہ کی بنا پر مختلف قومون مین الفاظ کے معنی کس طرح متغیر ہو جاتے ہین، یہ بحث کہ یورپ اور امریکہ میں "ڈیمقراطی" کے معنی کیون مختلف ہین۔

(۲) اوہام کا اثر معتقدات جماعت پر۔ اوہام کی اہمیت کا

بیان۔ یہ بحث کہ اوہام پر تمدن کی بنا ہوتی ہی۔ یہ بحث کہ اجتماعی نقطۂ نظر سے اوہام کی کیا ضرورت اور اہمیت ہی۔ جماعت ہمیشہ وہم کو واقعہ پر کیون ترجیح دیتی ہی۔

(۳) تجارب کا اثر معتقدات جماعت پر۔ تجارب قومون کے

ذہن مین واقعات کی اہمیت اور اوہام کی مضرت کا احساس پیدا کرتے ہین۔

تجارب سے قومیں اُسوقت اثر پذیر ہوتی ہین جب اُنکی بار بار تکرار ہو۔

(۴) عقل کا اثر معتقدات جماعت پر۔ عقلی استدلال کا اثر

جماعت پر بالکل نہین ہوتا۔ جماعت بجز اپنے احساسات غیر شاعرہ کے اور کسی چیز سے اثر پذیر نہین ہوتی۔ یہ بحث کہ تاریخی واقعات مین منطق کی کیا حیثیت اور کیا درجہ ہے۔ واقعات تاریخی کے باعث مافوق العقل مخفی اسباب ہوتے ہین۔

اس باب کی فصل اول مین ہمنے اُن عوامل بعیدہ کے اثرات کو بیان کیا تھا، جو جماعت مین یہ صلاحیت پیدا کر دیتے ہین کہ جماعت چند خیالات کو تسلیم کر لے اور اُن کے ماتحت عمل کے لیے مستعد ہو جائے، اب اس فصل مین ہم اُن عوامل قریبہ کے اثرات کو بیان کرینگے، جو جماعت مین بعد کو اثر کرتے ہین اور جنکا اثر یہ ہوتا ہی کہ جماعت سے بعض افعال کا صدور ہونے لگتا ہی۔ اسکے بعد آیندہ فصل مین ہم یہ بیان کرینگے کہ وہ عوامل قریبہ جو جماعت سے صدور افعال کے باعث ہوتے ہین، ان کے اثر کو مفید اور کارگر بنانے کے کیا کیا طریقے ہین؟ اور کس قسم کے لوگ ان کا استعمال کر سکتے ہین۔

اس کتاب کے ابواب سابقہ مین جماعت کے حسیات افکار، اور خیالات کے متعلق جو ایک طول طویل بحث گذر چکی ہی اُس سے بطور نتیجہ کے اُن عوامل قریبہ کا اخذ کرنا اور انکی حقیقت کا دریافت کرنا آسان ہو گیا ہی جو جماعت کو آمادۂ عمل کر دیتے ہین۔ نیز گذشتہ بیانات سے ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہین کہ کون سے عوامل جماعت پر زیادہ اثر کرتے ہین؟ ان عوامل و مؤثرات کی قوت تاثیر کتنی ہوتی ہی؟ اور اس اثر کا تعدیہ تمام افراد مین کسطرح ہوتا ہی؟ خصوصاً اُن اثرات کا تعدیہ جو مختلف ذہنی اشکال کی صورت مین آکر اُسکے ذہن مین مرتسم ہوتے ہین۔

پھر چونکہ ذہن جماعت مین ان اثرات کی پیدایش مختلف وسائل اور ذرایع کی مدد سے ہوتی ہی اور اس بنا پر اُن عوامل و مؤثرات کا بھی جو جماعت پر اثر کرتے ہین مختلف اقسام کا ہونا ضروری ہی اسلیے ہم ذیل مین ایک ایک مؤثر سے علیحدہ علیحدہ بحث کرینگے اور گو اس صورت مین ہمکو بعض بیانات ماسبق کی تکرار کرنا پڑیگی، تاہم ہمارے نزدیک یہ بحث کچھ غیر سودمند نہین ہی کیونکہ جماعت کی حالت قدما کے طلسمون سے مشابہ ہوتی ہی کہ یا تو طلسم کو حل کرو اور یا اپنے تئین اُنکے سپرد کردو کہ وہ تمھین فنا کردین۔

---

(۱)

ذہنی اشباح' الفاظ' اور جملون' کا اثر

اوپر جہان ہمنے جماعت کے خاصہ تخیل آرائی کی وضاحت کی تھی وہان ہم یہ بیان کرچکے ہین کہ جماعت ذہنی صور و اشکال سے زیادہ متاثر ہوتی ہی' اور گو ہر وقت ان ذہنی صور و اشکال کا ذہن جماعت مین موجود ہونا ممکن نہین لیکن اگر الفاظ اور جملون کو حزم و احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جائے تو ذہن جماعت مین صور و اشکال کا پیدا کردینا بھی آسان ہوتا ہی' خاصکر جب الفاظ اور جملون کا استعمال کرنے والا ازمنہ سابقہ مین احتیاط اور حزم کے ساتھ اُنکا استعمال کرتا تو اُسکے معتقدون کے دلون مین اسکے الفاظ جادو کا اثر کرتے اور نفوس جماعت مین غیظ و غضب کی بجلی سی دوڑ جاتی' لیکن جب نفوس جوش اور غیظ و غضب سے پر ہوجاتے تو اسوقت وہ پھر ان مین سکون کی حالت پیدا کردیتا۔ غرض اپنے حزم و احتیاط اور ہوشیاری کی بدولت اسکو اسقدر طاقت حاصل ہوجاتی کہ وہ جب چاہتا لوگون کو رُلا دیتا اور جب چاہتا اُن کو ہنسا دیتا۔

لیکن وہ الفاظ جو اپنے اندر مقناطیسی قوت رکھتے ہین' اُنکے متعلق یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اُنکی اس قوت تاثیر مین اُن کے معنون کو کبھی دخل نہین ہوتا' بلکہ ان الفاظ کی ساحرانہ تاثیر درحقیقت

مخفی ہوتی ہے اُن ذہنی اشکال اور صور کے اندر جو ان الفاظ سے ذہن جماعت مین پیدا ہوتے
ہین۔ یہانتک کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ الفاظ جو ذہن جماعت پر زیادہ اثر کرتے ہین، انکے معنی
اسی قدر زیادہ مبہم ہوتے ہین، اور باوجود اسکے ان الفاظ کا اثر اسقدر قوی ہوتا ہے کہ گو ان الفاظ
کی حقیقت اور معنی اصطلاحی سے عوام ناآشنا ہوتے ہین، لیکن یہ الفاظ نفوس مین کچھ اسطرح
کا گھر کر جاتے ہین کہ ان کے متعلق لوگون کو یہ اعتقاد ہو جاتا ہے کہ تمام اجتماعی مشکلات کا
حل ان ہی الفاظ کے ساتھ وابستہ ہے۔

پھر بعض الفاظ اور جملون کا اثر اسقدر قوی ہوتا ہے کہ افراد کی عقلون پر بھی یہ اثر غالب
آجاتا ہے اس اثر کے آگے دلائل و براہین بھی سپر انداز ہو جاتے ہین، ان الفاظ اور جملون کی حالت
یہ ہوتی ہے کہ ادھر متکلم کے منھ سے یہ الفاظ اور جملے نکلنے بھی نہین پائے اور اُدھر سامعین پر
ہیبت سی چھا گئی اور احترام و عظمت نے انکو سرنگون کر دیا، اور یہ جادو بھی ایسا قوی ہوتا ہے کہ ان
الفاظ کے متعلق بعض لوگون کا یہ اعتقاد ہو جاتا ہے کہ ان الفاظ مین کوئی آلہی طاقت مضمر ہے،
لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ یہ الفاظ اور جملے لوگون کے ذہنون مین ایسی ذہنی صورتین اور اشکال پیدا
کر دیتے ہین جنکی کیفیت نامعلوم ہوتی ہے۔ بزرگی اور عظمت انکو ڈھانپے ہوتی ہے اور ابہام انمین ایک
مخفی قوت پیدا کر دیتا ہے گویا وہ معبود ہوتے ہین جو آنکھون سے نظر نہین پڑتے اور انکا ہونا اس طرح
غائب رہتے ہین کہ انکی ہیبت و جلال سے زہاد کے بدن مین جھر جھری پیدا ہوتی ہے۔

لیکن چونکہ یہ ذہنی صورتین اور شکلین جو الفاظ سے ذہن مین پیدا ہوتی ہین انکا وجود ان
الفاظ کے معنون سے الگ اور بے تعلق ہوتا ہے، اسلیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ جسکا استعمال مختلف
قومون مین جاری ہے اس سے جو خیالی شکل مختلف قومون کے ذہنون مین پیدا ہوتی ہے اسمین مرور ایام سے
اختلاف ہو جاتا ہے، اور اس لفظ کا استعمال کرتے ہی اسکی یہ مختلف خیالی شکلین ذہن کے اندر حاضر ہو جاتی ہین

لیکن سطور بالا مین یہ کلیہ جو بیان کیا گیا کہ نفوس جماعت پر صرف وہی الفاظ اثر کرتے ہین جنکے اندر ذہنی صورتون کے پیدا کرنے یا بالفاظ دیگر نفرت و رغبت کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کی قوت مخفی ہوتی ہی، اور جنکے اشارہ پر قومین آمادۂ عمل ہو جاتی ہین یہ کلیہ دراصل تمام الفاظ کے لیے عام نہین ہی بلکہ بعض الفاظ ایسے بھی ہوتے ہین جنمین گو ان ذہنی صورتون کے پیدا کرنے کی قوت پہلے مخفی تھی، لیکن اب کثرت استعمال کے باعث انسے یہ قوت سلب ہو گئی اور اب وہ خالی آواز ہو کر رہ گئے جنکا فائدہ اب سوا اسکے کچھ نہین رہا کہ انکو استعمال کرتے وقت ہمین غور کرنے یا سوچنے کی زحمت نہین برداشت کرنا پڑتی، بلکہ اب ہم اِن کی ہدایتون پر بلا تکلف عمل کرتے ہین، یہی بات ہی کہ بچپنے مین جو الفاظ بچون کو رٹا دیے جاتے ہین ان سے وہ گو اثر پذیر تو نہین ہوتے لیکن وہ اِن الفاظ کی ہدایتون پر ہمیشہ کاربند ہوتے ہین۔

اسی طرح اگر کسی زبان کی ماہرانہ واقفیت پیدا کی جائے تو پتہ چلیگا کہ اُس زبان کے مختلف ادوار مین گو الفاظ کا بالائی تغیر تو بہت آہستہ آہستہ وقوع مین آیا ہی لیکن الفاظ کے معانی اور وہ ذہنی صورتین جو الفاظ سے پیدا ہوتی ہین ایک دور سے دوسرے دور مین آکر انکی بالکل قلب ماہیت ہو گئی ہی، یہانتک کہ اب دوسرے دور مین اگر کسی لفظ کے جو جدید معنی پیدا ہوے ہین وہ اس لفظ کے معنی متروک سے کوئی نسبت نہین رکھتے۔ یہی سبب ہی کہ میرا یہ خیال ہی کہ ایک زبان کا دوسری زبان مین پورا پورا ترجمہ کرنا بالکل محال ہی، خاص کر کسی ایسی زبان کا ترجمہ جو اب مردہ ہو گئی ہو۔ اب اسوقت اگر ہم یہ چاہین کہ یونانی یا لاطینی یا سنسکرت زبانون کے کسی لفظ کا ترجمہ اپنی فرانسیسی زبان مین کر لین تو گویا اسکا یہ مطلب ہوگا کہ ہم اِن ذہنی اشکال اور صور کو جو ہماری اپنی روزانہ زندگی سے ماخوذ تھین مٹا کر اُنکی جگہ اِن ذہنی اشکال و صور کو دے رہے ہین جنھین ہماری روزانہ زندگی سے کوئی نسبت نہین۔ انقلاب فرانس کے اہل حل و عقد نے

اس بات کی کوشش تھی کہ اپنی زبان مین یونانی اور رومی زبان کے چند الفاظ مستعار لیکر اپنی روزانہ زندگی کے نظام مین یونانیون اور رومیون کی تقلید کرین، لیکن انکا یہ فعل اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ وہ یونانی اور رومی زبانون کے ان قدیم اجنبی الفاظ کو اجنبی اور غیر مستعمل معنون مین استعمال کرنے لگے۔ گو الفاظ کی صورت یکسان سہی لیکن بھلا کہین ہمارے اور یونانیون کے نظام زندگی مین کوئی مشابہت ہوسکتی ہے؟ ایک لفظ جمہوریت ہی کو لو جمہوریت کا جو مفہوم ہمارے ذہن مین ہے اسکو اُس مفہوم سے جو یونانیون کے ذہن مین تھا کونسا لگاؤ ہے؟ یونانیون مین اس لفظ کا جو مفہوم تھا وہ یہ تھا کہ چند استبداد پسند امراء جمع ہوجاتے اور اپنے زرخرید غلامون پر حکومت جتاتے، گویا اُس جمہوریت کی حالت دیہاتی پنچایت کی ایسی ہوتی جسکا انحصار صرف رسم غلامی پر تھا کہ اگر یہ رسم موقوف ہوجاتی تو اُس جمہوریت کا بھی خاتمہ ہوجاتا۔ دیکھو آجکل کی ترقی یافتہ جمہوریت اور قدیم یونانی جمہوریت مین زمین آسمان کا فرق ہے۔

یا اسی طرح ایک دوسرا لفظ حُریت ہے اس لفظ کے موجودہ معنی دیکھو اور اسکا مقابلہ اس معنی سے کرو جس معنی مین یہ لفظ قدیم زمانہ کی ناآشنائے حریت قومون مین استعمال کیا جاتا تھا قدیم زمانہ مین حریت کا دائرہ اسقدر محدود تھا کہ کسی کو اُن عقائد مین جو عام طور پر اُس زمانہ مین تسلیم کرلیے گئے تھے چون وچرا کرنے کی بالکل جرأت نہین ہوتی، اب اسکے مقابلہ مین موجودہ زمانہ مین حُریت کو اسقدر وسعت دیدی گئی ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہین رہا ہے جو کبھی زیر بحث نہ لایا گیا ہو۔ یا اسی طرح ایک لفظ مادر وطن ہے اس لفظ کے معنی بھی اب پہلے سے بہت مختلف ہوگئے ہین، یونان مین جب ایتھنز اور اسپارٹا کی جدا جدا حکومتین قائم تھین اور ان شہرون کے باشندے آپس مین لڑا جھگڑا کرتے تھے تو اُسوقت اُنکے درمیان کوئی ایسا عام رشتہ نہ تھا جو ان سب کو متحد کرتا، مختلف شہرون کے باشندے اپنے دیس کو

اپنا وطن سمجھتے تھے، ایتھنز والون کا دیس اور وطن ایتھنز تھا اور باشندگان سپارٹا کا وطن
اسپارٹا۔ غرض اِن مختلف شہرون کے باشندے باوجودیکہ جغرافیانہ حدود کے لحاظ سے ایک
دوسرے کے ہمسایہ تھے، لیکن انکے درمیان کوئی ایسا وسیع رابطۂ وطن نہ تھا جسمین وہ سب
اپنے کو حصہ دار اور شریک سمجھتے۔ پھر اگر یونانیون سے قطع نظر کرکے خود ہمارے ملک کے قدیم
باشندون کے حالات پر نظر دوڑاؤ تو یہان بھی تھین یہی سمان نظر آئیگا قدیم زمانہ مین ملک گال
کا ایک ایک ضلع علیحدہ علیحدہ ایک وطن تھا جسمین مختلف المذاہب، مختلف العقیدہ اور
مختلف اللسان قومین بستی تھین جو باہم ایک دوسرے سے سخت متنفر تھین، ان مین نہ کوئی
رابطۂ قومی تھا، نہ کوئی جامعۂ دینی، اور نہ کوئی جامعۂ سیاسی لیکن جب سیزر کے زمانہ مین رومیون نے
ممالکِ گال کو فتح کیا اُسوقت جامعۂ سیاسی اور جامعۂ وطنی کے برکات اِن ممالک کو حاصل ہوے
غرض مختلف زبانون مین اس قسم کے بہت سے الفاظ موجود ہین جنکے معنون مین زمانہ کے
تغیرات کے ساتھ ساتھ بہت بڑا انقلاب ہوگیا ہی، اور اب انکے قدیم معنون کا دریافت کرنا بھی
خالی از دقت نہین ہی، بلکہ بہت سے وہ الفاظ جو ابتک اپنے قدیم معنی مین استعمال کیے جاتے ہین
انمین بھی اگر مرورِ ایام سے اختلاف و تغیر ہوگیا ہو تو کوئی تعجب نہین، مثلاً "بادشاہ" اور
"شاہی خاندان" یہ الفاظ اگرچہ اپنے قدیم معنی مین استعمال کیے جاتے ہین، لیکن جس طرح اور
دیگر الفاظ کے معنون مین انقلاب ہوا ہی، اسی طرح ممکن ہی کہ ان الفاظ کے معنون مین بھی کوئی
تغیر ہوگیا ہو اور یہ الفاظ پہلے اور کسی معنی مین استعمال کیے جاتے ہون جو اب متروک ہوگئے ہون
پس ہمارے گذشتہ بیان سے جو اہم تفریع مستنبط ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ چونکہ الفاظ کے استعمالات
اور معانی محض وقتی ہوتے ہین، اور مرورِ ایام اور اختلافِ اقوام سے انکے معنون مین تغیر ہوجاتا
ہی، اسلیے اگر ہم جماعت کو اثر پذیر کرنا چاہین تو اسوقت ہمارا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے کہ ہم الفاظ کو

ان معنون مین استعمال نہ کرین جو قدیم زمانہ مین مستعمل تھے، اور نہ الفاظ کا استعمال اُن معنون مین کرین جنکو جماعت سے زیادہ عقلمند لوگ استعمال کرتے ہین، بلکہ صرف اُن معنون مین الفاظ کا استعمال کرین جو اس قوم مین بروقت خطابت مروج و معروف ہون۔

اسی بنا پر جب کسی ملک مین سیاسی ہیجان دور ہوکر سکون کی کیفیت پیدا ہوگئی ہو اور جماعت بعض الفاظ سے اظہار نفرت کرنے لگی ہو، تو اُسوقت اُس قوم کے سیاست دانون پر واجب ہوجاتا ہی کہ جلدی سے الفاظ کی ظاہری صورتون کو تبدیل کردین اور اُن کے معانی یا بالفاظ دیگر ذہنی اشکال سے تعرض نہ کرین کیونکہ ان معانی اور ذہنی صورتون کا تعلّق زیادہ تر قومون کے موروثی مزاج کے ساتھ ہوتا ہی جسمین تغیر کرنا کچھ کھیل نہین ہی۔ ٹاکویل نے جو ایک بہت بڑا نقاد گذرا ہی آج سے پیشتر کہا تھا کہ اسکے زمانہ مین فرانس مین قنصلون اور حکومت کا بڑا فرض یہ تھا کہ قدیم نظامات حکومت و نظام معاشرت کے لیے ہر وقت جدید الفاظ فراہم کرتے رہین، یعنی قوم کے ذہن مین کسی لفظ سے جو ذہنی شکلین پیدا ہوتی ہین وہ جب قوم کو ناپسند ہونے لگتین، تو فرانس کے سیاست دان اُس لفظ کے بجاے کسی جدید لفظ کا استعمال شروع کردیتے۔ اسی غرض سے اُنھون نے شخصی ٹیکسون کا نام "ٹیکس جائداد منقولہ" رکھا تھا اور چندون کو وہ "غیر معین ٹیکس" کہا کرتے تھے۔

پس قومون کے اہل سیاست کا سب سے بڑا فرض یہ ہوتا ہی کہ جب جماعت کے کانون کو کوئی لفظ ناگوار گذرنے لگے تو اُس لفظ کی جگہ پر کسی دوسرے لفظ کو لاکر رکھدین جو جماعت کے نزدیک ناپسند نہو۔ بات یہ ہی کہ نفوس جماعت پر الفاظ کا اتنا قوی اثر پڑتا ہی کہ بعض اوقات کسی ناپسندیدہ شے کو کسی معروف لفظ سے ظاہر کردینا جماعت کی ناپسندیدگی کو دور کردیتا ہی۔ اسی بنا پر موسیو ٹاکویل کا قول ہی کہ انقلاب فرانس کے اہل حل و عقد نے الفاظ "حریت"

مساوات کو جو اُس زمانہ مین نہایت مقبول تھے بار بار استعمال کر کے ایسی مستبدانہ حکومت قائم کر لی جو ڈاہومیا کے زیادہ مناسب حال تھی، اور احتساب کا ایک ایسا محکمہ ایجاد کیا جو مذہبی محکمہ انکویزیشن سے مشابہت رکھتا تھا اور ایک ایسا فتنہ برپا کیا جیسا کبھی بلاد میکسیکو مین برپا ہوا تھا پس اب اس بنا پر حکام سلطنت کی حالت وکلا اور بیرسٹرون سے ملتی جلتی ہی جنکا وظیفہ عمل الفاظ کا انتخاب اور اُنکو مناسب مواقع پر استعمال کرنا ہوتا ہی لیکن اس وظیفہ عمل کے انجام دینے مین دقت جو واقع ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ گو ایک قوم کے تمام طبقے ایک ہی قسم کے الفاظ کا استعمال ہمیشہ کرتے ہین، لیکن باوجود اسکے ہر طبقہ کے افراد ان الفاظ سے جدا جدا معنی مراد لیتے ہین، اسلیے الفاظ کے انتخاب اور اظہار ناپسندیدگی کا کوئی خاص معیار نہین مقرر کیا جا سکتا۔

غرض امثلۂ بالا سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ زمانہ کے اثر سے الفاظ کے معنون مین کس قدر عظیم الشان تغیر ہو جاتا ہی، لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہی کہ ایک ہی زمانہ مین مختلف الجنس اقوام مین جو الفاظ روزمرہ مستعمل ہوتے ہین قومی اختلاف کی بنا پر مختلف قومین ان الفاظ کے مختلف معنی مراد لیتی ہین جنکو ایک دوسرے سے کوئی نسبت نہین ہوتی ہی البتہ چونکہ الفاظ کے اس معنوی فرق کو وہ شخص بخوبی ادراک نہین کر سکتا جسنے دنیا کی مختلف قومون مین کبھی بود و باش اختیار نہین کی ہی اسلیے مین یہان اس مسئلہ کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا، ہان صرف یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہون کہ یہ معنوی فرق اُن الفاظ مین زیادہ نظر آتا ہی جو نہایت کثرت سے لوگون مین شائع ہوتے ہین، مثلاً موجودہ زمانہ مین الفاظ "ڈیمقراطی" "اشتراکیت" "جمہوریت" وغیرہ گو نہایت کثیر الاستعمال ہین، لیکن محض قومی اختلاف کی بنا پر مختلف قومون مین ان الفاظ کا استعمال مختلف معنون مین ہوتا ہی۔ ایک لفظ جمہوریت کو لو جو یورپ کی مختلف قومون مین مستعمل ہی۔ کیا اس لفظ کی تصویر ذہنی ایک اٹالین اور ایک انگریز دونون کے ذہنون مین یکسان پیدا ہوتی ہی؟ اور کیا اس لفظ کا جو مفہوم

ایک اٹالین اور ایک انگریز یہ سمجھتا ہے ان دونون مین کوئی فرق نہین ہوتا؟ لاطینی قومون کے نزدیک تو جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ افراد کا ارادۂ ذاتی اور استقلال حکومت کے ارادہ اور استقلال کے اندر فنا ہو جائے، افراد سوسائٹی کے تمام فرائض ترک کرکے محض حکومت کے دست نگر ہو جائین کہ حکومت سوسائٹی کے منافع کی حفاظت کے لیے جو تدابیر چاہے اختیار کرے۔ بخلاف اسکے ایک سیکسن انگریز خصوصاً ایک امریکن لفظ جمہوریت سے جو مفہوم سمجھتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ بجاے حکومت کے افراد سوسائٹی کے فرائض و واجبات انجام دین اور افراد کا استقلال ذاتی حکومت کے استقلال پر غالب رہے حکومت افراد کی مرضی کے تابع ہو نہ یہ کہ افراد حکومت کی مرضی کے تابع ہون۔ حاصل یہ کہ ایک لفظ جمہوریت جو مختلف قومون مین کثیر الاستعمال ہے کہین تو یہ لفظ افراد کے استقلال ذاتی کو مٹا کر حکومت کا پایہ بلند کردیتا ہے اور کہین حکومت کے ارادہ کو افراد کے ارادہ مین جذب کرکے افراد کے استقلال ذاتی کو اور قوی کردیتا ہے۔

(۲)
اوہام کا اثر

دنیا پر جب سے آفتاب تمدن نور افگن ہوا ہے اُسوقت سے ابتک جماعت ہمیشہ اوہام ہی کے آگے سرنگون رہی ہے، اور موجدین اوہام ہی کے لیے اُسنے مختلف زمانون مین طرح طرح کے بُت، ہیاکل، اور معابد تعمیر کیے ہین۔ دنیا کا ہر وہ تمدن جو کبھی روے زمین پر آب و تاب سے جلوہ گر ہوا اُسکے آگے آگے ہمیشہ اوہام کی خیالی شعلین رہنمائی کرتی جاتی تھین۔ اوہام و تخیلات ہی کی بنیاد پر کالڈیا اور قدیم مصر کے تمدنون کی عمارت تعمیر کی گئی۔ ان ہی کی بنیاد پر قرون وسطی مین مساجد اور گرجے تعمیر کیے گئے۔ اور ان ہی اوہام کی بدولت سو برس پیشتر براعظم یورپ زیر و زبر کردیا گیا۔ صرف یہی نہین بلکہ اوہام کا طوق محکومیت ہر فنی، سیاسی، اور اجتماعی

تحقیق اور انکشاف کی گردن مین بھی نظر آتا ہی، اور گو بعض اوقات انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہی کہ اُن اوہام کی بنیادون کو متزلزل کردے جو اسپر غلبہ کیے ہوے ہین، لیکن جسوقت وُہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہناتا ہی تو اسکو انقلاب اور شورش کے مصائب بھی جھیلنا پڑتے ہین، اور گو وہ کبھی اپنے مقصد مین کامیاب بھی ہو جاتا ہی، لیکن ان اوہام کی بنیاد کو متزلزل کرتے ہی وہ پھر دوسری مصیبت مین گھر جاتا ہی، یعنی اسپر اب دوسرے اوہام مستولی ہو جاتے ہین، غرض اوہام کے قیود سے انسان کو کبھی رہائی نہین مل سکتی۔ حقیقت یہ ہی کہ اگر انسان اوہام کا پابند نہوتا تو شاید اپنے قدیم توحش سے وہ کبھی نجات نہ پاسکتا اور ہمیشہ وہ وحشت اور بربریت کی بیشمار وادیون مین بھٹکتا پھرتا۔ اوہام خیالات باطلہ ہی سہی، لیکن ان ہی کا صدقہ ہی کہ قومین علوم و فنون مین ہر جدید سے جدید تحقیق کے دریافت کرنے کی کوشش کرتی ہین اور تہذیب و تمدن مین ہر نفیس سے نفیس شے اختراع کرتی ہین۔

دانیال لوزیار کہتا ہے کہ:-

"عجائب خانون اور لائبریریون مین جو کچھ انسان کا فراہم کردہ سرمایہ جمع ہی اُسکو جلادو، اور تمام بڑے بڑے آثار جو فنون اور ادیان کے نمونہاے صنعت ہین اُنکو ایک ایک کرکے توڑ ڈالو، تو انسان کے تخیل کی بنائی ہوئی کونسی چیز باقی رہیگی؟ لیکن قومون کے نامور رہنما اور جادو بیان شعرا نفوس کے اندر آتش امید پھر نئے سرے سے مشتعل کر دینگے انسان امید کے بغیر زندہ نہین رہ سکتا، لیکن علم بھی امید کے اس مصالح کو فراہم نہین کر سکتا۔ علم نے پچاس برس تک اس امانت کو اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہا، لیکن علم انسان کو آئندہ کے متعلق خیالی امیدین دلانے مین ناکام رہا، کیونکہ اسکو فریب دینا اور جھوٹ بولنا نہین آتا تھا"

دیکھو گذشتہ صدی مین فلاسفہ نے اپنے زمانہ کے تمام دینی، سیاسی اور اجتماعی اوہام و تخیلات کو جو صدیون سے ہمارے اجداد کے دستور العمل رہتے چلے آرہے تھے مٹادینا چاہا، لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوگئے تو انھون نے امید و رجا کے دروازون کو بند کر دیا اور خیال کے مٹجانے کے بعد اب مردہ فطری قوتون کی حکومت تمام دنیا پر قائم ہوگئی جو نہ ضعیفون پر شفقت کرتی ہین اور نہ بیکسون پر ترس کھاتی ہین، اور گو ان قدیم اوہام کو مٹانے کے بعد فلسفہ بہت تیزی سے ترقی کرنے لگا، لیکن اپنی ترقی کے باوجود وہ جماعت کے لیے ایسے خیالات فراہم نہ کرسکا جو اسکی کلفتون کو دور کرتے اور ناامیدی اور بیکسی کے عالم مین خوشنما امیدون کا سبز باغ دکھلاتے۔ جماعت کی مثال تو رینگنے والے کیڑے کی ایسی ہے کہ جہان اُسکو روشنی دکھائی دی وہین وہ دوڑ گیا اسکے لیے تو امید کی مشعل ہونا چاہیے جو اسکی رہبری کرے۔ پس اب جماعت نے جب یہ دیکھا کہ فلسفہ اسکے خیالی آرام و سکون کے اسباب فراہم نہین کرتا تو وہ فلسفہ سے ناامید ہوکر تاجران بلاغت کی دوکانون پر جو اپنے خطیبانہ انداز مین اس نادر اور کمیاب گوہر بیش بہا کو فروخت کرتے پھرتے تھے عاجزی کے ساتھ بھیک مانگنے دوڑی گئی، اور چونکہ قومین حقیقت کو چھوڑ کر ملمع کے پیچھے ہمیشہ سرگردان رہتی ہین اسلیے ان جادو بیان خطیبون کا منتر جماعت پر چل گیا اور اب وہ انکی زرخرید کنیز بن گئی۔ زمانہ حال مین اشتراکیت کا اثر جو ترقی کر رہا ہے اگر اسکے اسباب دریافت کرو تو پہلی نگاہ اس تخیل پر پڑیگی جو مذہب اشتراکیت کا روح رواں ہے اور جسکی حقیقت کو اگرچہ علم نے کھول کر رکھدیا ہے، لیکن باوجود اسکے اس مذہب کا جادو لوگون کو مسحور ضرور کرلیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ مذہب اس وجہ سے اور زیادہ ترقی کر رہا ہے کہ اس مذہب کے داعی حقائق اشیائے سے ناواقف ہین، اور اپنی ناواقفیت کی بدولت لوگون کو یہ امید

دلاتے ہین کہ اپنی زندگی مین وہ ابدی سعادت سے بہرہ اندوز ہوسکتے ہین، حالانکہ یہ فریب ہے اورانسان کو کبھی اس حیات فانی مین ابدی سعادت نصیب ہی نہین ہوسکتی، لیکن اس وہم نے لوگون کے ذہنون مین کچھ اسقدر رسوخ پیدا کرلیا ہی کہ اب اُسنے ان قدیم وہام کی جگہ حاصل کرلی ہی جو زمانہ قدیم مین ہمارے اجداد کے دستورالعمل تھے۔

حاصل یہ ہی کہ جماعتین اپنے دورحیات مین کبھی تشنۂ حقیقت نہین ہوتین، بلکہ انپر ہمیشہ اُن اوہام کا غلبہ ہوتا ہی جو ان کے مضطرب قلبون کے لیے سامان امید فراہم کرتے ہین

---

(۳)

تجارب کا اثر

صفحات بالامین ہم وضاحت کرچکے ہین کہ قومین اپنے آبائی اورموروثی اوہام وخیالات کی کس درجہ پابند ہوتی ہین اور یہ اوہام وخیالات اسقدر مستحکم ہوتے ہین کہ انکو اپنی جگہ سے ہلانے مین اکثر ناکامیابی ہوتی ہی، لیکن اوہام کا یہ اثر وغلبہ صرف اُسی وقت تک رہتا ہی جبتک واقعات وتجارب کی بدولت انکی بنیادین متزلزل نہو جائین۔ اوہام کی یہ مضبوط چٹانین جو عمل توارث کی بدولت صدیون مین استحکام حاصل کرتی ہین، واقعات وتجارب کا سیلان ہی صدیون مین انکو کاٹ سکتا ہی اور انسان کے ذہنون کے اندر آباواجداد کا متروکہ سرمایہ قدیم اوہام کی صورت مین جو بند محفوظ رہتا ہی اسکو چشم زدن مین اگر کوئی چیز جلا کر خاک سیاہ کرسکتی ہی تو وہ واقعات وتجارب کی آتش عالم سوز ہی۔ غرض وہ عظیم الضرر اوہام جو ذہن انسانی مین مستحکم ہوگئے ہین رفتار واقعات کی بدولت انکا استحکام خاک مین ملجاتا ہی، انکی مضرتین کھلجاتی ہین، اور صدیون کا بنا بنایا کھیل دم کے دم مین بگڑ جاتا ہی۔

لیکن یہ تجارب جو اوہام کے استحکام کو نقصان پہونچاتے ہین انکے اثر و فعل کرنے کے لیے بھی دو باتون کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) تجارب جس قدر زیادہ عمومیت لیے ہوے ہونگے اسی قدر زیادہ وہ اوہام کے اثر کو مٹا سکینگے

(۲) تجارب بار بار وقوع پذیر ہون تاکہ خوب اچھی طرح وہ اوہام کے اثر کو مٹا سکین۔

ان دو نشرطون مین سے دوسری شرط نہایت اہم ہے اور اوہام کے مٹنے کے لیے واقعات کے مکرر وقوع پذیر ہونے کی اس قدر ضرورت ہوتی ہے کہ بسا اوقات ایک صدی کے واقعات دوسری صدی کے لوگون کے لیے بالکل سرمایہ عبرت نہین ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ تاریخی واقعات سے کسی بات پر استدلال کرنا بالکل بیکار ہوتا ہے۔ گذشتہ زمانہ کے تاریخی واقعات کی اگر کوئی قدر و قیمت ہماری نگاہ مین ہوسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ ان سے صرف یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ تجارب کے مؤثر اور کارگر ہونے اور نفوس جماعت مین جو اوہام راسخ ہوگئے ہین انکے مٹانے کے لیے تجارب کے بار بار وقوع پذیر ہونے کی کسقدر ضرورت ہوتی ہے۔

موجودہ صدی اور اسکے پیشتر کی صدی مین ایسے ایسے ہولناک واقعات کا ظہور ہوا ہے جنکی کوئی دوسری نظیر صفحات تاریخ مین نہین مل سکتی اور شاید کسی زمانہ مین ایسے ہولناک واقعات کا ظہور نہوا ہوگا اسلیے مورخین ضرور ان ہولناک واقعات کا بار بار تذکرہ کرینگے اور یہ دو صدیان ہمیشہ انسان کی تاریخ مین اس بات کے لیے یادگار رہینگی کہ انسان کے سیاسی اور اجتماعی حالات مین جن واقعات نے انقلاب کردیا ان کا ظہور ان ہی دو صدیون مین ہوا ہے۔

ان عجیب تر واقعات مین سے، جو گذشتہ صدی مین گذر چکے ہین، ایک واقعہ انقلاب فرانس کا ہے۔ اس واقعہ مین محض اس بات کا تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے کہ کوئی قوم

صرف عقلی اصول کی پابندی کرکے نئے سرے سے زندہ کی جاسکتی ہی یا نہین؛ ہمکو مسلسل
بیس سال تک تمام ممالک یورپ مین انقلاب اور شورش کی آتش سوزان کو مشتعل کیے
رہنا پڑا جسمین سیکڑون بیگناہون کا خون ہوگیا، پھر اسکے بعد پچاس برس کی مدت مین
دو کمزور تجربون کے ذریعہ سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی کہ شاہانِ وقت جن قومون کو بلندی
پر لیجانا چاہتے ہین انپر وہ سخت مشقتون کا بار ڈالدیتے ہین اور باوجودیکہ یہ دونون تجربے
اپنے مقاصد مین کامیاب رہے لیکن معلوم ہوتا ہی کہ شاید طمانیت اور سکون پیدا کرنے
کے لیے ناکافی ثابت ہوے۔ ان مین سے پہلا تجربہ تو وہ تھا جسمین سیکڑون جانون کے
نقصان کے ساتھ اجنبی حملہ کے مصائب بھی ہمکو برداشت کرنا پڑے اور دوسرے تجربہ
مین ہمارے ملک کا ایک حصہ بھی ہم سے جدا ہوگیا اور ایک باقاعدہ اور دوامی لشکر
جرار کے رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی اور تیسرے تجربہ کا عنقریب ظہور ہونے والا ہی۔ حاصل
یہ کہ جس آخری جنگ نے ہماری فراہم کردہ دولت کو برباد کرڈالا اسکی اہمیت اسوجہ سے اور زیادہ
بڑھ گئی ہی کہ فرانسیسیون کا یہ اعتقاد جو جرمن افواج کی بابت مدتون سے قائم تھا کہ اسکی
حیثیت حرس ملی (نیشنل گارڈ) سے زیادہ نہین اسکی اچھی طرح قلعی کھولدی گئی۔[1]

---

[1] اس مسئلہ کے متعلق ہمارے ملک کی راے عام جن واقعات پر مبنی تھی انکی حقیقت سے لوگ عام طور پر ناواقف تھے۔
بات یہ تھی کہ ان دنون ہمارا حشِ ملی (نیشنل گارڈ) معمولی حرفت پیشہ اصحاب سے مرکب تھا جو فوجی نظام اور ڈسپلن سے
ناآشنائے محض تھے۔ اس بنا پر لوگون کے ذہن مین یہ خیال راسخ تھا کہ جرمنی کا جیش ملی بھی اسی قسم کا ہوگا اور چونکہ
اس قسم کی فوج کے خیال سے اُنکو خوف بھی کچھ نہ تھا اسلیے جماعت کو اپنے اس غلط خیال پر اصرار تھا۔ موسیو تیرس نے
۳۱۔ دسمبر ۱۸۹۷ع کو پارلیمنٹ مین جو اسپیچ دی اسکا ایک حصہ موسیو ادلیفیہ نے اپنی ایک جدید الطبع
کتاب مین نقل کیا ہی۔ موسیو تیرس گو اپنے زمانہ کا بہت بڑا سیاست دان تھا تاہم راے عام کا اسقدر پابند
تھا کہ کہتا ہی کہ "جرمنی کے پاس باقاعدہ فوج کے علاوہ جسکی تعداد ہماری افواج کی تعداد کے مساوی ہی صرف ایک
قومی گارڈ ہی جیسا کبھی ہمارے پاس بھی تھا اور جسکو کوئی اہمیت حاصل نہین۔" موسیو تیرس کے اس خیال کی
وہی وقعت ہوسکتی ہی جو اسکے اس خیال کی ہوئی جو اُسنے ریلوے کی بابت ظاہر کیا تھا۔ (مؤلف)

اسی طرح جو قومین وطنی تجارت کی اس غرض سے حامی ہین کہ اجنبی تجارت کا دروازہ مسدود کردیا جائے انکے سامنے ہم اگر دلائل و براہین پیش کرنا چاہین تو ان تمام ناخوشگوار واقعات کو دُہرانا پڑیگا جو بیس سال کی مدت مین ہماری تجارت کے خلاف وقوع مین آئے ہین۔

(۴)

عقلی استدلال کا اثر

اگر ہمین یہان یہ بتانا نہوتا کہ نفوس جماعت عقلی استدلال سے بالکل اثر پذیر نہین ہوتے تو شاید جماعت کے مؤثرات قریبہ کے ضمن مین اس بحث کا لانا ہی بیکار ہوتا،

ہم اس سے قبل بھی متعدد مقامات پر بیان کرچکے ہین کہ براہین و ادلہ سے جماعت مطلقاً اثر پذیر نہین ہوتی بلکہ جماعت پر اگر کسی عقلی استدلال کا اثر ہوتا بھی ہے تو صرف اس استدلال کا جو اشیاء کی سطحی مماثلت پر مبنی ہوتا ہے اور جسکی منطقی نگاہ مین کوئی وقعت نہین ہوتی، اور اسی بنا پر جو خطیب جماعت کو متاثر اور مسحور کرنا جانتا ہے وہ کبھی کسی امر کے متعلق جماعت کی عقل سے فتوی نہین مانگتا بلکہ ہمیشہ وہ جماعت کے شعور سے فیصلہ طلب کرتا ہے۔[۱]

---

[۱] جماعت پر اثر ڈالنے کے ! ـ مین قواعد منطقی اور اصول عقلی کو جو ضعف حاصل ہے اسکی ایک بین مثال محاصرۂ پیرس کے زمانہ مین خود میرے مشاہدہ سے گذری۔ مین نے ایک روز کچھ لوگون کو دیکھا کہ وہ ایک فوجی کمانڈر کو سرایے لوفر کی جانب جو اندنون مرکز حکومت تھا کھینچے لیے جارہے تھے۔ لوگ جو اسکے گرد تھے غصہ مین بھرے ہوے تھے، اور اس کمانڈر کا جرم یہ بتاتے تھے کہ یہ غنیم یعنی جرمنون کو مدد پہونچانے کی غرض سے ایک قلعہ کا فوٹو لے رہا تھا۔ یہ لوگ محل کے دروازے پر پہونچے ہونگے کہ اتنے مین دروازہ کے اندر سے حکومت کا ایک ممبر نکلا جو بلند آواز خطیب بھی تھا اور اُسنے لوگون کو شور و غل مچاتے دیکھکر اصل واقعہ دریافت کیا مین اس خیال مین تھا کہ شاید یہ اس فوجی افسر پر سے الزام دفع کرنے کے لیے اس مجمع کو یہ تشفی بخش جواب دیگا کہ یہ جرم درحقیقت اس شخص کا نہین ہے بلکہ یہ جرم فوٹوگرافرون کی ایک جماعت کا ہے جنھون نے اس قلعہ کے فوٹو لیے جو شہر کے ہر دوکاندار کے پاس موجود ہین۔ لیکن مجھکو سخت حیرت ہوئی جب مین نے اسکو یہ کہتے سنا کہ "اچھا اس شخص سے بازپرس کی جائیگی اور حکومت اس معاملہ کی تحقیقات کرکے اس شخص کو سزا دیگی" اسکا یہ کہنا تھا کہ شور تو رفع ہوگیا اور مجمع متفرق ہوگیا لیکن اسکے بعد مین نے دیکھا کہ ایک پاؤ گھنٹہ کے بعد وہ مجرم بھی محل سے لیکر اپنے گھر صحیح و سالم واپس گیا۔ اس واقعہ مین اگر خطیب مجمع کے سامنے دلائل منطقیہ پیش کرتا تو شاید وہ خود بھی اس مجمع کے سامنے سے جانبر نہ ہوسکتا۔ (مؤلف)

جماعت کو کسی حقیقت کے سمجھانے اور کسی امر کے متعلق مطمئن کرنے کے لیے خطیب کو اپنے خطبہ مین جن باتون کے ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہین:-

(۱) خطیب کو اُن خاص خاص احساسات، جذبات، اور اعتقادات کا علم حاصل کرنا چاہیے جنمین جماعت کے شعور کو بیدار کرنے کی قوت موجود ہو۔

(۲) پھر ترتیب بیان مین خطیب کو اس بات کا لحاظ بھی رکھنا ضروری ہے کہ حتی الامکان وہ اپنے مافی الضمیر کو ایسی سادہ مثالون اور تشبیہات کے ذریعہ سے ادا کرے جو کسی واقعہ یا کسی شے کا ایک مؤثر نقشہ آنکھون کے سامنے کھینچ دین۔

(۳) پھر خطیب کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خطبہ دیتے وقت ہر لمحہ یہ اندازہ کرتا رہے کہ اسکے کلام کا سامعین پر کیا اثر پڑا تاکہ ضرورت کے وقت وہ بر محل فوراً اپنے کلام مین تغیر کر سکے۔

خطبہ دیتے وقت نفوس سامعین مین جو اثر پیدا ہوتا ہے اور جسکی بنا پر اکثر خطیب کو اپنے کلام مین تغیر کرنا پڑتا ہے اس سے ہمین اس بات کی وجہ بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ قبل سے تیار کیا ہوا خطبہ سامعین پر کیون اثر نہین کرتا؟ کیونکہ اس صورت مین خطیب کو سامعین کی حالت نظر انداز کر کے اپنے فراہم کردہ افکار و خیالات کا پابند ہو جانا پڑتا ہے اور اسی لیے سامعین ان افکار و خیالات سے بالکل اثر پذیر نہین ہوتے۔ لیکن منطقیین جو پر زور دلائل منطقیہ سے کسی امر کے ثابت کرنے کے عادی ہو گئے ہین ان سے جماعت کو مخاطب کرتے نہین بنتا، کیونکہ وہ ہمیشہ خطابت کے مذکورۂ بالا اصول کو نظر انداز کر کے اپنے دعوون کو منطقی دلائل سے ثابت کرنا چاہتے ہین جو جماعت کے لیے بالکل بیکار ہوتے ہین اور جن سے جماعت ذرہ برابر اثر پذیر نہین ہوتی، اور اسی بنا پر منطقیین کو تعجب ہوتا ہے جب وہ یہ دیکھتے ہین کہ انکے پر زور دلائل جماعت کو اثر پذیر کرنے مین بالکل قاصر ہین۔ منطقیین کا یہ دعوی ہے

کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت مین جس قسم کے دلائل پیش کرتے ہین انکا فیصلہ اسقدر ناطق اور بدیہی ہوتا ہی کہ اگر بیجان مادہ کو بولنے اور بات چیت کرنے کی قدرت ہوتی تو وہ بھی ان دلائل کی قوت کو تسلیم کر لیتا۔ انکا یہ قول بیشک صحیح ہی، لیکن مشکل یہ ہی کہ مادہ اور جماعت دونون اس بات مین یکسان ہین کہ منطقی دلائل کا تسلیم کرنا تو کجا وہ ان دلائل کو سُننا بھی گوارا نہین کرتے۔ جسے ہماری بات کا یقین نہ آتا ہو وہ کسی وحشی انسان یا کسی بچہ کے سامنے منطقی استدلال پیش کر کے دیکھ لے معلوم ہو جائیگا کہ وہ اپنے اس طرز سے جماعت کے ساکت کرنے مین کس قدر قاصر ہی۔

اچھا اِسکو جانے دو، ایک وحشی کے سامنے شعور و احساس کے مقابلہ مین عقلی دلائل کو پیش کر کے تجربہ کرنے کی ضرورت نہین، ہمارے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے یہی بات کیا کچھ کم ہی کہ ایک عرصہ تک وہ مذہبی اوہام و خیالات جو عقلی اصول کے خلاف تھے دنیا کی عقلون پر مسلط رہے اور تقریبًا دو ہزار سال کی مدت تک دنیا کی روشن عقلین ان ہی خیالات کے زیر فرمان رہین یہانتک کہ کہین اس صدی مین آکر انکی صحت و عدم صحت سے متعلق بحث و تحقیق کا دروازہ کھولا گیا۔ قرون وسطی اور نہضت جدیدہ کے ابتدائی دور مین گو روشن خیال لوگ بکثرت موجود تھے لیکن باوجود اسکے کسی عقلی دلیل کی بنا پر انکے ذہن مین کبھی یہ خیال نہین گذرا کہ ان کے زمانہ کے مذہبی اوہام و خیالات بالکل غلط ہین اور جادوگرون کے جلائے جانے اور شیطان کے بہکانے وغیرہ کے متعلق ان لوگون نے زبان تک نہ ہلائی اسکی وجہ یہی تھی کہ جماعت اپنی بے عقلی کی بدولت جن اوہام و خیالات کے زیر فرمان تھی انکے غلبہ کی بنا پر خود ان روشنخیال لوگون کو انکی بابت کوئی شک و شبہہ پیدا ہی نہین ہوتا تھا۔

لیکن اب سوال یہ ہی کہ جماعت عقلی اصول کی پیروی جو نہین کرتی تو کیا اس سے قومون کی

عام ترقی مین کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہی؟

اس سوال کے جواب مین مجھے صرف یہ کہدینا کافی معلوم ہوتا ہی کہ قومون نے آج تک جن احساسات ومشاعر کے ماتحت رہکر عظیم الشان ترقیان حاصل کی ہین وہ جادۂ عقل سے کتنے ہٹے ہوے ہین لیکن باوجود اسکے قومون کے عظیم الشان انقلابات اور تغیرات مین ان ہی احساسات ومشاعر کو ہمیشہ دخل رہا ہی۔ بلکہ میرا خیال یہ ہی کہ اگر انسانی تمدن کی بنا اِن احساسات ومشاعر پر نہوتی تو شاید انسان کو یہ عظیم الشان ترقیان بھی نصیب نہوتین۔

حقیقت یہ ہی کہ ہر قوم اپنی عقلی سطح کی تہ مین چند قوانین مضمر رکھتی ہی جو اسکے انجام اور مآل کار کا فیصلہ کرتے ہین اور قوم ایک بیشعوری کی حالت مین ان ہی نوامیس اور قوانین کے زیر فرمان ہوتی ہی، البتہ ان مخفی قوانین اور پوشیدہ قوتون کے متعلق ہمارا علم بہت کمزور ہوتا ہی اور ان مخفی رازون کے انکشاف کا یہ طریقہ نہین کہ ہم کسی قوم کے تاریخی ادوار مین ایک ایک جزئی واقعہ کے اسباب وعلل کی جستجو کرین، بلکہ جبتک اس قوم کے تاریخی دور پر ایک عام نظر دوڑا کر بڑے بڑے انقلابات اور عظیم الشان تاریخی حوادث کے اسباب وعلل کو دریافت نہ کیا جائے اس وقت تک ان مخفی قوتون کا پتہ نہین لگتا جو قومون کی تاریخ مین جدید باب کا اضافہ کرتے ہین۔

کیا یہ عقل مین آنے کی بات ہی کہ ایک جاہل زرگر گلیلو نامی تاریخ مین اتنی عظیم الشان شہرت حاصل کرتا ہی کہ اسکے نام پر دنیا مین تمدن کا سنگ بنیا درکھا جاتا ہی۔ پھر کیا یہ کسی کے اندیشہ مین گذر سکتا تھا کہ عرب کے خانہ بدوش وحشی اپنے بے برگ وگیاہ صحراؤن سے ایکبارگی امنڈ امنڈ کر نکلین گے اور یونانیون اور رومیون کی دریافت کردہ دنیاے قدیم کے ایک وسیع حصہ مین ایسی زبردست حکومت قائم کرینگے جو ہیبت وشوکت مین سکندر کی

حکومت سے بھی بڑھکر ہوگی۔ پھر بالآخر یہ کسکو گمان تھا کہ ایک حقیر سپاہی یوروپ مین
پیدا ہوگا اور ایک باقاعدہ چھوٹی سی فوج لیکر دنیا کی زبردست قوتون پر فتوحات حاصل
کر کے تاریخ مین ایک زرین یادگار چھوڑ جائیگا۔

ہان بس عقل کو حکما اور فلاسفہ کے لیے چھوڑ دو' وہ اپنے حجرون کے اندر بیٹھے بیٹھے
خاموشی کے ساتھ خیالی تُک بندیان کیا کرین اور ان سے قومون کے معاملات مین مداخلت
کی درخواست مت کرو، کیونکہ اکثر اوقات علی رغم عقل' انسان کی ذہنی دنیا مین ان
احساسات و مشاعر کا زور رہتا ہی جو باوجودیکہ اصول عقلی کے سخت خلاف ہوتے ہین مگر تمام
تمدّنون اور تہذیبون کا سنگ بنیاد ہمیشہ ان ہی مشاعر و احساسات پر رکھا جاتا ہی، مثلاً
انکار لذات' ایمان بالدین' حب مجد' حب وطن' وغیرہ وغیرہ۔

فصلِ سوم

قائدینِ جماعت (یعنی لیڈرون) کے خصائص

(۱) **قائدینِ جماعت**۔ جماعت کو فطری طور پر ایک لیڈر کی احتیاج ہوتی ہی۔ لیڈرون کے نفسانی خصائص لیڈر جماعت کے لیے ایک دستور العمل تجویز کرنے اور جماعت مین باقاعدگی پیدا کرتے ہین۔ یہ بحث کہ لیڈرون کو مطلق العنان ہونا ضروری ہی۔ لیڈرون کے اقسام۔ یہ بحث کہ لیڈرون کے لیے پختہ عزم اور مستقل ارادہ کی کیون ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) **لیڈرون کے وسائل عمل**۔ تاکید، تکرار، اور تعدیۂ اثر کے ذریعہ سے لیڈر کس طرح جماعت کو متاثر کرتے ہین۔ جماعت پر اِن مؤثرات کا درجہ بدرجہ کیا اثر ہوتا ہی۔ یہ بحث کہ قوم کے ادنیٰ طبقہ سے اعلیٰ طبقہ کی جانب تعدیۂ اثر کس طرح وقوع پذیر ہوتا ہی۔ یہ بحث کہ قوم کے تمام طبقون مین کسی جدید خیال کی اشاعت کی طرح ہوتی ہی۔

(۳) **نفوذ**۔ نفوذ کی تعریف اور اُسکے مختلف اقسام کی تشریح۔ نفوذ مکتسب اور نفوذ فطری کی تشریح۔ ان دونون کی مختلف مثالین۔ یہ بحث کہ قائم شدہ نفوذ کا زوال کس طرح ہوتا ہے۔

گذشتہ ابواب مین نہایت تفصیل کے ساتھ معلوم ہوچکا کہ جماعتون کی نفسانی ترکیب کن عناصر سے ہوتی ہی، نیز وہ کون سے عوامل و مؤثرات ہین جو نفوس جماعت پر اثر کرتے ہین اور جنکے اثر سے جماعت کے قوائے عقلی مین حرکت پیدا ہوجاتی ہی۔ اب صفحات ذیل مین

ہم یہ بیان کرین گے کہ ان عوامل و مؤثرات سے کام لینے کے کیا کیا طریقے ہین اور کون لوگ ان وسائل کو استعمال کر سکتے ہین۔

(ا)

قائدین جماعت کے خصائص

یہ ایک قانون فطرت ہی کہ جب حیوانات کے بعض افراد ایک جگہ مجتمع ہوتے ہین تو حالت اجتماع مین انکو ایک رئیس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا پڑتی ہی۔

لیکن (جیسا کہ صفحات بالا مین گذر چکا ہی) انسانی جماعتین محض چند افراد انسانی کے اجتماع ہی سے عبارت نہین ہین، بلکہ انسانی جماعتین حیوانی جماعتون کے خلاف اپنے بعض نفسانی خصوصیات بھی رکھتی ہین جنکا ظہور انسانون کے خیالات و افعال مین صرف اسیوقت ہوتا ہی جب وہ حالت اجتماع مین آجاتے ہین۔ اسوقت افراد انسانی ہمہ تن تقلید ہوتے ہین اور بہت جلد متاثر ہو جاتے ہین، اب انمین قوت فاعلی کی جگہ پر قوت انفعالی کا غلبہ ہوتا ہی اور اب وہ اپنے اعمال و افعال سے یہ ظاہر کرنے لگتے ہین کہ گویا انپر مسمریزم کا عمل کر دیا گیا ہی اور جو حکم ان کو دیا جاتا ہی اسکی تعمیل کے لیے وہ ہمہ تن تیار ہو جاتے ہین۔ غرض حالت اجتماع مین آکر افراد مین تمام خصائص پیدا ہو جاتے ہین جو انکو ہمہ تن کسی ارفع ذات کی محکومیت قبول کرنے پر مجبور کر دیتے ہین، یہی ارفع ذات جو جماعت پر حکومت کرتی ہی اُس جماعت کی قائد، رئیس، ہادی، اور لیڈر کہلاتی ہی۔ یہ قائد اور لیڈر جماعت مین انتظام پیدا کرتا ہی، جماعت کے افعال کی مطلق العنانی کے ساتھ نگرانی کرتا ہی، اور جماعت کے قوائے عمل سے حسب موقع و محل اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہی کام لیتا ہی، گویا جماعت اسکے ہاتھ مین ایک آلہ بیجان کیطرح

ہوتی ہے کہ یہ قائد اُسے جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

لیکن لیڈر کے لیے جو بات سب سے پہلے ضروری ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قبل اسکے کہ قیادت کی مسند پر وہ اپنے لیے جگہ حاصل کرے کچھ دنون وہ جماعت کے دیگر افراد کی طرح مقتدیون اور مقلدون کی صف مین رہکر دوسرے لیڈرون کی فرمانبرداری کر چکا ہو، یا جس خیال کی جانب اب وہ لوگون کو بلا رہا ہے وہ خود اُس خیال کو اپنے ذہن و دماغ پر اس طرح مسلط کر چکا ہو کہ اب اسکے دماغ مین بجز اُس ایک خیال کے جسکی وہ اشاعت کر رہا ہے کوئی اور خیال باقی نہ رہا ہو، اور اُس خیال کے خلاف جتنے خیالات ہین وہ سب اُسکو باطل اور وہم نظر آنے لگے ہون، جبتک قائد اس رتبہ کو حاصل نہین کر لیتا ہے اسوقت تک اس مین قیادت کی صلاحیت اور اہلیت نہین پیدا ہوتی ہے۔ روبسپیر نے جو انقلاب فرانس کا بانی تھا اپنے خیالات کی اشاعت جب شروع کی ہے تو اُس سے پہلے وہ خود اپنے تئین روسو کے خیالات مین بالکل محو کر چکا تھا

لیکن اپنے تئین کسی خیال مین محو کر دینے کا مطلب یہ نہین ہوتا کہ قائد غور و فکر کے ذریعہ سے اپنے خیال مین پختگی پیدا کرے کیونکہ قائد کے لیے جس بات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ غور و فکر کی عادت نہین بلکہ عمل کی عادت ہے اور اگر قائد بجاے عمل کے غور و فکر کی عادت ڈالے تو اسکے ذہن مین شکوک پیدا ہونے لگین اسکے ارادہ مین تزلزل رخنہ پیدا کر دے، اور اسکا جوش سرد پڑ جائے۔ بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ قائد اپنے اس خیال مین جسکی وہ اشاعت کر رہا ہے اسقدر پختہ ہو گیا ہو کہ باوجود موانع اور مصائب کے حائل ہونے کے وہ ہر وقت اپنے خیال کی اشاعت اور اپنے مقصد کی دعوت مین سرگرم رہے، دنیا کا خوف، حکومت کا ڈر، جان و مال کی محبت، اعزا و اقربا کی ملامت،

غرض دنیا کی کسی مصیبت کا خیال اسکو اپنے مقصد کی دعوت سے کسیوقت باز نہ رکھ سکے
حاصل یہ ہے کہ قائد کے لیے کچھ یہ ضروری نہین کہ ذہن و ذکاوت مین کوئی اسکا ہمسر نہو
بلکہ قائد کے لیے جس بات کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکا عزم اسقدر پختہ ہو کہ
کوئی طاقت اسکے ارادہ کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ قائدین جماعت
عموماً ایسے افراد سے نکلتے ہین جنکے اعصاب مریض اور جنکے قوائے عقلی مختل و قریب بجنون
ہوتے ہین۔ اعصاب کی بیحسی انکے جذبات کو مردہ کردیتی ہے اور قوائے عقلی کا اختلال
انکو غور و فکر کی اجازت نہین دیتا اور اسی وجہ سے انکا اعتقاد اسقدر پختہ ہوتا ہے کہ
کوئی دلیل نہ انکے خیال کو باطل کرسکتی ہے اور نہ کوئی حجت انکے خیال کو پلٹ سکتی ہے
تحقیر و تذلیل سے اثر پذیر ہونا تو درکنار یہ باتین اپنے خیال مین اور انکو پختہ اور مضبوط کردیتی
ہین، اپنے خیال کی دُھن مین انکو نہ اپنی جان کی پروا رہتی ہے، نہ خاندان اور مال کی
اور نہ وہ اپنی ان خدمتون کے صلہ مین قوم سے کوئی اجر طلب کرتے ہین، بلکہ اُلٹے
وہ اپنے تئین قوم پر سے نثار کردیتے ہین اور ان کی قوت اعتقادی ان کے الفاظ مین
حیرت انگیز اثر اور رعب پیدا کردیتی ہے۔

لیڈرون کے یہ اوصاف جنکا اوپر تذکرہ کیا گیا اسقدر کمیاب اور نادر ہوتے ہین
کہ گو تاریخ دعوی کرتی ہے کہ عموماً ہر قوم مین کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی قائد ضرور پیدا
ہوا ہے لیکن نظر انصاف سے دیکھو تو بہت کم قائد ایسے نکلینگے جو واقع مین قیادت کی
اہلیت رکھتے ہون، بلکہ اسکے خلاف قائدین کی فہرست مین تھین ایسے لوگ بھی نظر
پڑینگے جو اپنے مؤثرانہ خطبون اور اسپیچون کے ذریعہ سے لوگون کو مسحور کرتے تھے
اور اسکے بعد اپنے ذاتی اغراض لوگون کو دھوکہ دے دے کر حاصل کرنا چاہتے تھے،

اور گو انکا نفوذ ان تدبیرون سے بڑھ جایا کرتا تھا مگر آخر ملمع کہان تک اصلی حقیقت کو چھپا سکتا ہی، کسی نہ کسی وقت انکو ناکامی ہوتی تھی۔ ہان البتہ وہ لوگ جو نفوس جماعت پر قابو پاکر جماعت کی تحریک کے باعث ہوئے ہین مثلاً سینٹ پطرس، لوتھر، ساقونارول اور قائدین انقلاب فرانس، یہ لوگ بھی نفوس جماعت کو اپنی جانب مائل کرنے مین اُسوقت تک کامیاب نہوئے تاوقتیکہ اُنھون نے اپنے اپنے خیالات مین پختگی اور اپنے ارادہ مین استحکام نہ پیدا کرلیا، لیکن جب ایک مرتبہ ان کو کامیابی حاصل ہوگئی تو پھر انھون نے نفوس جماعت مین وہ زبردست اعتقاد پیدا کردیا جسکے باعث انسان اپنے خیال کا غلام بن جاتا ہے۔

پس قائدین جماعت کا وظیفۂ عمل صرف یہ ہوتا ہی کہ وہ نفوس انسانی مین اعتقاد اور قوت ایمان پیدا کردیتے ہین، اور یہی بات ہی کہ قائدین کا اثر اپنی جماعتون پر نہایت قوی ہوتا ہی کیونکہ قوت ایمان ایک ایسی قوت ہی کہ جس شخص مین پیدا ہوجاتی ہی اسکی قوت مین دس گنا اضافہ ہوجاتا ہی۔ انجیل مین بہت صحیح آیا ہی کہ قوت ایمانی پہاڑون کو اپنی جگہ سے ہلا سکتی ہی۔ جو لوگ انقلابات تاریخی کے باعث ہوئے ہین وہ چند مسکین اور ایماندار لوگ تھے جنکی قوتِ ایمانی نہایت مضبوط و مستحکم تھی۔ یہ فلاسفہ کے بس کی بات نہین کہ کسی ایسے مذہب کی ایجاد کرین جو لوگون کے قلوب پر غلبہ حاصل کرلے، یا ایسی بڑی بڑی حکومتون کی بنا ڈالین جو دنیا کے اس کنارہ سے اُس کنارہ تک پھیلی ہوئی ہون۔

لیکن یہ اوصاف جنکا اوپر تذکرہ کیا گیا صرف قومون کے اُن بڑے بڑے لیڈرون اور رہنماؤن مین پائے جاتے ہین جو شاذونادر کبھی کبھی پردۂ وجود پر ظاہر ہوتے ہین لیکن انکے بعد پھر ایسے لوگون کا سلسلہ شروع ہوتا ہی جو کسی قہوہ خانے مین کھڑے ہوکر چند

ایسے جملون کی تکرار شروع کردیتے ہین جنکے معنون سے وہ خود اگرچہ واقف نہین ہوتے، لیکن اتنا جانتے ہین کہ اگر ان الفاظ اور جملون کے مطابق عمل کیا گیا تو ان کی تمام امیدین پوری ہوجائینگی۔

انسان کی حالت یہ ہو کہ جب وہ جماعت مین شامل ہوتا ہی تو اُسے کسی نہ کسی لیڈر کی اطاعت کرنا پڑتی ہی، کیونکہ جماعت مین آکر افراد اس قابل نہین رہتے کہ اپنے پیشہ یا کاروبار کے علاوہ کسی اور مسئلہ مین اپنی مستقل راے قائم کرین، بلکہ طبقۂ عوام کے افراد کی حالت تو یہ ہوتی ہو کہ جہان انھون نے اپنے پیشہ یا کاروبار سے فرصت پائی بس تمام افکار و خیالات انکے دماغ سے نکل گئے، اور اب وہ اپنے لیڈر کے قبضہ مین ہین، وہ انکو جدھر چاہتا ہی گھماتا ہی اور یہ اسکی اطاعت کرتے ہین۔ لیکن کبھی لیڈرون کے قائم مقام روزانہ اخبارات اور رسائل ہوا کرتے ہین جو روز مفید خیالات اور پر اثر جملون سے اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کرتے اور راے عام کی قیادت کا فرض انجام دیتے ہین۔

لیکن قائد کے اثر و نفوذ کے لیے ایک یہ شرط بھی لازمی ہو کہ قائد مطلق العنان اور مجسمۂ استبداد ہو اور اُسکی قوت و غلبہ کے سامنے جماعت سپر انداز ہوجائے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہو کہ کاروباری اور مزدوری پیشہ طبقہ بعض ایسے لیڈرون کے زیر فرمان ہوتا ہو جن مین گو کوئی خاص بات نہین ہوتی لیکن انکا استبداد اور انکا غلبہ لوگون کو اس طرح مقہور کر لیتا ہو کہ یہ لیڈر اپنے ہم پیشہ طبقہ کے اوقات عمل کی تحدید کرتے ہین، مناسب شرح اجرت مقرر کرتے ہین، اسٹرائک اور شورشین برپا کراتے ہین اور پھر ان شورشون کو خود ہی فرو بھی کرا دیتے ہین۔

زمانۂ حال مین جب سے لوگون کو حکومتون کی کارروائیون مین نکتہ چینی کرنے کی

اجازت دیدی گئی ہو اسوقت سے اس قسم کی شورش برپا کرنے والے لیڈر جو اپنی اپنی جماعتون
مین ممتاز اور صاحب اثر ہوتے ہین اسقدر فرعون بے سامان ہو گئے ہین کہ جماعتین اب
حکومت سے زیادہ ان لیڈرون سے ڈرتی اور حکومت سے زیادہ انکی اطاعت اور فرمانبرداری
کرتی ہین، یہانتک کہ اگر کسی اتفاقی حادثہ کے باعث کسی اسٹرائک کرنیوالی جماعت کا
رئیس و قائد جماعت کی نظرون سے غائب ہو جاتا ہی تو جماعت فوراً پراگندہ اور منتشر ہو جاتی
ہی کیونکہ اب اس جماعت کا وہ قائد ہی نہین رہا جو تمام تحریکات کا بانی تھا۔ پیرس مین ابھی
کچھ عرصہ ہوا ایک کمپنی کے مزدورون نے اسٹرائک برپا کی، اس تحریک کے سرغنہ دو شخص
تھے جب وہ دونون گرفتار کر لیے گئے تو اسٹرائک کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ
نفوس جماعت مین جس قسم کے شعور کے پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہی وہ حریت اور آزادی
کا حس نہین، بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کا شعور ہی، اور جماعت فطری طور پر ہر اس شخص
کی فرمانبرداری کے لیے تیار رہتی ہی جو اپنا اثر جماعت پر قائم کر لیتا ہی۔

لیکن قائدین جماعت کی ہمیشہ دو ممتاز قسمین ہوتی ہین:۔

(۱) ایک قسم کے قائد وہ ہوتے ہین جنکا ارادہ گو مضبوط اور مستحکم ہوتا ہی، لیکن جنکے
ارادہ کی پختگی عارضی اور وقتی ہوتی ہی۔ یہ درجۂ دوم کے قائد ہین جو اکثر قومون مین ظاہر
ہوتے ہین، یہ قائد خود بھی شجاع اور بہادر ہوتے ہین اور بزدلون کو بھی شجاع بنا دیتے
ہین۔ فرانس مین نائی، اور مورا ٹ ایسے ہی لوگ گذرے ہین، اور ہمارے زمانہ مین
گریبالڈی کس پایہ کا شجاع اور صاحب عزم ہوا ہی کہ ایک تھوڑی سی جماعت کو ساتھ
لیکر اسنے نیپلز کے صوبہ کو فتح کر لیا، حالانکہ اسکے مقابلہ پر جو فوج تھی وہ تعداد
اور خوش ترتیبی مین گریبالڈی کی فوج سے بدرجہا فائق تھی۔

لیکن باوجودیکہ اس قسم کے قائدین کا عزم نہایت پختہ اور مضبوط ہوتا ہی، تاہم ان کے مضبوط ارادون مین اکثر اسوقت تزلزل واقع ہوجاتا ہی جب انکا وہ مقصد جسکی خاطر انھون نے اپنی زندگی کو وقف کردیا تھا حاصل ہوگیا ہو بلکہ اکثر ایسا ہوا ہی کہ جب ان لیڈرون نے اپنی اصلی حالت کی جانب عود کیا ہی تو وہ بالکل کمزور اور ضعیف الارادہ پائے گئے ہین۔ یہی وجہ ہی کہ اس قسم کے قائدین اسوقت تک اپنے فرائض منصبی نہین ادا کرسکتے تاوقتیکہ انکے اوپر بھی خود کوئی خاص خیال یا کوئی خاص طاقت مسلط نہ کردیگئی ہو۔

(۲) ان قائدین کے مقابل مین ایک دوسرا گروہ اور ہی جنکا ارادہ درجہ دوم کے قائدین کی طرح وقتی اور تغیر پذیر نہین ہوتا، بلکہ یہ قائدین اپنی مضبوط قوت ارادی کے بل پر عظیم الشان سلطنتون اور قوی الاثر مذاہب کی بنا ڈالتے ہین جنکا اثر و غلبہ ان قواد کے مرنے کے بعد بھی مدتون قائم رہتا ہی۔ سینٹ پال، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کرسٹیان کولمبس، ڈولیسپس[۱]، اپنے اپنے زمانہ مین اسی طرح کے لوگ ہوے ہین۔ اس قسم کے قواد کی حالت یہ ہوتی ہی کہ خواہ ذہن و ذکاوت مین اپنے زمانہ کے لوگون سے وہ کتنے ہی گرے ہوے ہون لیکن دنیا ہمیشہ ان کے قبضہ مین رہتی ہی، کیونکہ مضبوط عزم ایک ایسا ملکہ ہی جو اگرچہ نادر الوجود ہی تاہم جس شخص مین پیدا ہوجاتا ہی تمام دنیا اسکے قدمون پر گر پڑتی ہی، البتہ چونکہ لوگ اس بات سے واقف نہین ہوتے کہ اس مضبوط عزم کے پردے مین کونسی طاقت پوشیدہ ہوتی ہی اسلیے وہ ان قائدین کے کارنامے دیکھ دیکھ کر حیرت مین پڑجاتے ہین۔

---

[۱] سینٹ پال، کولمبس، ڈولیسپس گو اپنے زمانہ مین کتنے ہی نامور کیون ہوے ہون، لیکن ہم مسلمانون کے عقیدہ مین کبھی ان نامورون کو وہ رتبہ حاصل نہین ہوسکتا جو پیغمبر اسلام اور دیگر پیغمبران مذاہب کو حاصل ہی (مترجم)

مضبوط ارادہ اور پختہ عزم کی اگر کوئی تازہ ترین مثال تلاش کرنا چاہو تو اُس نامور شخص کے حالات زندگی کا مطالعہ کرو جسنے اپنی ہمت اور ارادہ سے ایسا کام کردکھایا جسکے آگے بڑے بڑے بادشاہون کی ہمتین پست ہوگئی تھین۔ مضبوط عزم اور پختہ ارادہ کی بدولت بعض اوقات جن خوارق عادت کا ظہور ہوتا ہے انکی ایک تازہ ترین مثال براعظم ایشیا اور براعظم افریقہ کے درمیان نہر سوئز کے جاری کرنے کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل مین ڈاکٹر کرزالیس کی زبانی ناظرین کو سناتا ہون۔ ڈاکٹر کرزالیس شروع سے آخر تک اس واقعہ مین شریک رہا ہے، اسکی زبان سے واقعات کی اصلی حقیقت کا خوب انکشاف ہوسکیگا۔ وہ لکھتا ہے:۔

"ڈولسیس کبھی کبھی مجھ سے افتتاح نہر سوئز کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کیا کرتا تھا، اُسنے مجھ سے یہ تمام واقعات بیان کیے کہ اسے اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے مین کتنی مصیبتین برداشت کین، کیونکر اُسنے محال کو ممکن کردکھایا، اور کیونکر اُسنے اُس ناامیدی کا مقابلہ کیا جو کبھی کبھی اُسپر مستولی ہوجاتی تھی، وہ بیان کرتا تھا کہ اس تجویز کے خلاف انگلستان سے اکثر صدائین بلند ہوا کرتی تھین، فرانس اور مصر بالکل الگ اور خاموش تھے، مگر مصر کا فرانسیسی مشیر مال سب سے زیادہ اس تحریک کا مخالف تھا، یہانتک کہ جب اُسنے دیکھا کہ مزدور اسکا کہنا نہین مانتے تو اُسنے پانی بند کردیا، اور اس طرح اُسنے مزدورون کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ کام کرنے سے انکار کردین۔ ان تمام مخالفانہ صداؤن اور شوروغل کے علاوہ فرانسیسی وزیر جنگ اور تمام انجینیرن اور تمام باخبر اور اہل علم لوگون کو یقین تھا کہ ناکامی لازمی

اور جتنی ہی، یہانتک کہ ناکامی کے متعلق اکثر پیشین گوئیان بھی کی گئین، لیکن
آخر کار دنیا نے دیکھ لیا کہ جس تجویز کے متعلق تمام دنیا نے ناممکن ہونے کا
فیصلہ کر دیا تھا اُسکو عملی جامہ کس طرح پہنایا گیا۔"

غرض مختصر یہ کہ صفحات تاریخ مین درجۂ اول کے قائدین کی فہرست اگر تلاش کی جائے اور اُن قائدین کے اسماء ڈھونڈھے جائین جنکا عزم و ارادہ غیر متزلزل و محکم ہوا ہی تو شاید قائدین کی فہرست مین اس قسم کے اسماء توکم نکلین گے، لیکن ان کمیاب اور نادر الظہور افراد کا وصف امتیازی جو صفحات تاریخ مین نمایان رہا ہی یہ ہی کہ ان قوادنے ہمیشہ ادوار تاریخ مین ایک نیا انقلاب پیدا کر دیا ہی۔

۲

لیڈرون کے وسائل تاثیر و عمل

قائدین جماعت، جنکے خصائص کا اوپر تذکرہ گزر چکا، نفوس جماعت مین جن ذرائع اور ذرائع سے تحریک واثر پیدا کرتے ہین انمین سے ایک ذریعہ تمثیل بیانی ہے، جس کا مطلب یہ ہی کہ قائدین ہمیشہ اپنے اُس خیال یا اُس مقصد کو جسکی وہ اشاعت کر رہے ہین یا جسکے حاصل کرنے کے لیے وہ قوم کو آمادہ کر رہے ہین کچھ اس طرح مبالغہ کا رنگ چڑھا کر خطیبانہ اور مؤثرانہ انداز مین جماعت کے سامنے پیش کرتے ہین کہ جماعت صرف ان کے بیان کو سُنکر فوراً آمادۂ عمل ہو جاتی ہی۔ لیکن عموماً یہ سب تدبیرین صرف اسی وقت کارگر ہوتی ہین جب پہلے سے مؤثرات بعیدہ نے نفوس جماعت مین اثر پذیری کی صلاحیت پیدا کر دی ہو، نیز قائد جو جماعت کو مخاطب کر رہا ہی صاحب نفوذ بھی ہو۔

لیکن بعض اوقات قائدین کی غرض یہ نہین معلوم ہوتی کہ نفوس جماعت مین کوئی تحریک پیدا کی جائے یا جماعت کو کسی کام کے لیے آمادہ کیا جائے، بلکہ بعض اوقات لیڈرون کی صرف یہ غرض ہوتی ہی کہ کسی خاص عقیدہ یا خاص خیال کی (جو لیڈر کے ذہن مین پیدا ہوا ہی) جماعت مین بھی اشاعت کی جائے اسوقت عموماً قائدین ذریعۂ بالا کے علاوہ بعض دوسرے ذرائع بھی استعمال کرتے ہین اور وہ ذرائع حسب ذیل ہین :-

(۱) تاکید - یعنی کسی بات کو ادعا و تحکم کے ساتھ ادا کرنا۔

(۲) تکرار - یعنی ایک ہی خیال کی بار بار تکرار کرنا۔

(۳) تعدیۂ اثر - یعنی اس بات کی کوشش کرنا کہ جو اثر کسی ایک فرد جماعت پر ہوا ہی اس سے سارا مجمع متاثر ہو جائے۔

مدعیانہ و متحکمانہ انداز بیان جو شک و تذبذب کے الفاظ اور عقلی دلائل و براہین سے بالکل پاک و صاف ہو جماعت پر بہت جلد اسکا گہرا اثر ہوتا ہی اور متکلم جن خیالات کا اظہار اس انداز مین کرتا ہی سامعین اثر پذیر ہو کر فوراً اُن خیالات کو تسلیم کر لیتے ہین متکلم اپنے خیالات کے اظہار مین شک و تذبذب اور عقلی دلائل و براہین سے جسقدر زیادہ گریز کریگا اسی قدر اس کے کلام کا سامعین پر زیادہ اثر پڑیگا - مدعیانہ انداز بیان کی یہی شدت تاثیر ہے جس سے دنیا کے بڑے بڑے بانیان مذاہب اور بڑے بڑے سیاست دان ہمیشہ واقف ہوتے ہین اور یہی وجہ ہی کہ مذہبی کتابون اور قانونی تعزیرات مین اسی طرز ادا کا ہمیشہ خیال رکھا جاتا ہی - اسیطرح اہل سیاست جب قوم کو کسی بات کے لئے برانگیختہ کرنا چاہتے ہین یا صنعت پیشہ لوگ جب اپنی صنعت کو رواج دینا چاہتے ہین تو اسی مدعیانہ انداز بیان کے ذریعہ سے اپنی غرض حاصل کرتے ہین لیکن ادعا و تحکم کی قوت بھی نامکمل اور ادھوری رہتی ہی تا وقتیکہ اُسے ایک دوسری طاقت سے

تقویت نہ پہونچائی جائے جسکا نام تکرار ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید نپولین کا یہ مقولہ ہے کہ خطابیات کے
اسلحہ خانہ مین سب سے زیادہ کارگر حربہ تکرار ہے تکرار کی قوت اسقدر زبردست ہے کہ کوئی شے تنہا
اسکا مقابلہ نہین کر سکتی۔ لیکن تکرار کے لیے صرف یہی بات کافی نہین ہوتی کہ مختلف الفاظ اور
مختلف اسالیب سے متکلم ایک ہی دعوے کی بار بار تکرار کرتا رہے، بلکہ تکرار معنوی کے ساتھ یہ بھی
ضروری ہے کہ جہانتک ممکن ہو ایک مفہوم کو ایک ہی عبارت سے بار بار دوہراتے رہنا چاہیے
تجربہ بتاتا ہے کہ معمولی سے معمولی بیانات جو اپنے اندر ادعاء و تحکم کی کوئی خاص قوت نہین رکھتے اگر
ایک ہی عبارت سے انکی بار بار تکرار کی جاتی ہے تو بالآخر دل مین وہ گھر پیدا ہی کر لیتے ہین۔

تکرار کا جماعتون پر جسقدر گہرا اثر ہوتا ہے اُسکا اندازہ صرف اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے
کہ بڑے بڑے ذی عقل و فہم افراد بھی اس سے متاثر ہوتے ہین، پھر یہ ظاہر ہے کہ جماعت جو عقلی
اور ذہنی خصوصیات مین افراد سے گری ہوئی ہوتی ہے اسپر کہانتک تکرار کا اثر نہ ہوگا تکرار
کی اس عظیم الشان طاقت کا راز یہ ہے کہ مکرر بیانات رفتہ رفتہ ہمارے نفوس کے اُن غیر شعوری
حصون کے اندر پیوست ہو جاتے ہین جو ہمارے محرکات افعال کا اصل منبع ہوتے ہین پھر
کچھ عرصہ کے بعد ہم یہ بھول جاتے ہین کہ ان بیانات اور اطلاعات کا اول ماخذ کیا تھا، لیکن
ان سے ہمارے نفس مین یقین کی کیفیت جو پیدا ہو گئی تھی وہ قائم رہجاتی ہے۔ اشتہارات کی زبردست
تاثیر کا باعث بھی یہی ہے۔ فرض کرو کہ ہماری نظر سے سیکڑون ہزارون مرتبہ یہ اشتہار گذرا،
کہ زید کی دوکان کی مٹھائیان نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہین، یہ اشتہار دیکھکر ہمارے ذہن کو
رفتہ رفتہ اس دعوے کا یقین تو ہو جائیگا مگر ہم یہ بھول جائینگے کہ یہ یقین پیدا کس ذریعہ سے ہوا؟
یا فرض کرو کہ ہمنے صدہا مرتبہ یہ اعلان پڑھا ہے کہ عمرو کی دوائین تیر بہدف اور نہایت
مجرب اور زود اثر ہوتی ہین، تو اب جب ہم خود کسی مرض مین مبتلا ہونگے تو ہمکو طبعاً یہ خواہش

پیدا ہو گی کہ کم از کم انکی آزمائش ہی کرین۔ یا اگر ہم کسی اخبار مین ہر روز یہ پڑھتے رہین کہ الف
ایک دیانتدار اور پڑھا لکھا شخص ہی اور ب ایک بدمعاش اور جاہل ہی تو ہمین اس بیان پر
پورا اعتماد و وثوق ہو جاتا ہی اور یہ خیال اُس وقت تک ہمارے دل سے نہین نکلتا تا وقتیکہ ہماری
نظر سے اس بیان کی تردید کہین نہین گذرتی غرض مختصر یہ کہ ادعا و تکرار ایسی زبردست طاقتین
ہین جو خود ہی اپنا جواب ہو سکتی ہین۔

پھر جب تحکمانہ انداز بیان کے ساتھ کسی مفہوم کی لفظی و معنوی تکرار کرنے سے کوئی خیال
نفوس جماعت مین پیوست ہو جاتا ہی تو یہان سے اب ایک دوسرے مؤثر یعنی سریان تاثیر کا
عمل شروع ہوتا ہی۔ سریان تاثیر کے اثرات اس قدر واضح ہین کہ کسی تصریح کی حاجت نہین
اصل مین سریان تاثیر دوسرے لفظون مین نام ہی محاکات و اثر پذیری کا، اور محاکات اور اثر پذیری
کی قابلیت حیوانات کی ہر صنف کے خمیر مین داخل ہی اور انسان سے اُتر کر حیوانات مین بھی یہ
قابلیت اور استعداد موجود ہی دیکھو اگر گلہ کی ایک بکری گلہ سے نکلنے کی کوشش کرتی ہے
تو پورے گلہ کی بکریان اسکی تقلید کرتی ہین۔ اسی طرح انسان کی زندگی کا بھی ایک ایک لمحہ
اثر پذیری و محاکات کے نذر ہوتا ہی اور حیوانات کی طرح انسان کی زندگی کا بھی دار و مدار محاکات
و تقلید ہی پر ہی۔ ہم اگر کسی وقت انگڑائی لیتے ہین تو ہمین دیکھکر ہمارے سامنے بیٹھا ہوا شخص
بھی انگڑائی لینے لگتا ہی، ہم اگر روتے ہین تو ہمین دیکھکر ہمارے ہمنشین احباب کی آنکھون سے
بھی آنسو نکل پڑتے ہین۔ پھر جس طرح ہماری زندگی کے جسمانی شعبون پر محاکات و تقلید کا اثر
غالب ہی اسی طرح ہماری حیات نفسی کی بھی تکوین محاکات و تقلید ہی کے مظاہر سے ہوتی ہی
خصوصاً ہمارے نفس اجتماعی کی تو یہ ایک خصوصیت ہی کہ خیالات، جذبات، اعتقادات،
اور احساسات و مشاعر مین سے ہر ایک اگر کسی جماعت کے بعض افراد کی تہییج و تحریک کا باعث

ہوتا ہی تو اس اثر سے جماعت کے کل افراد ایکدم متاثر ہوجاتے ہین۔ اگر جماعت مین سے کسی ایک شخص کو کسی بات سے خوف پیدا ہوتا ہی تو یہ خوف جماعت کے تمام افراد کے دلون مین پیدا ہوجاتا ہی، یہانتک کہ اکثر ایسا بھی ہوا ہی کہ چند مجانین جن اطبار کے زیر علاج تھے وہ اطبا ان مریضون کے اثر سے خود مرض جنون مین مبتلا ہوگئے۔ اسی طرح بعض اطباء نے ایک قسم کے جنون کی تحقیق کی ہی جس کا اثر انسان سے حیوانات کے جانب متعدی ہوتا ہی۔

لیکن سریان کے لیے یہ کچھ ضروری نہین ہی کہ بہت سے افراد ایک جگہ اکٹھا ہون، بلکہ اکثر یہ بھی ہوتا ہی کہ ایک ایسا واقعہ جس کا تعلق مختلف ممالک کے باشندون سے ہوتا ہی اسکے اثر سے ان مختلف ممالک کے باشندے ایک ہی وقت مین یکسان متاثر ہوتے ہین اور خصوصًا یہ اثر اُسوقت ان مختلف ممالک کے باشندون پر زیادہ ہوتا ہی جب یہ تمام باشندے اُن مختلف عوامل بعیدہ کی تاثیرات کے تحت مین (جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہی) اس واقعہ سے اثر پذیر ہونے کے لیے پہلے سے مستعد ہوتے ہین۔ ۱۸۴۸ء مین جو شورش برپا ہوئی تھی اسکی ابتدا تو اگرچہ پیرس سے ہوئی لیکن، تھوڑے عرصہ کے اندر تمام یوروپ مین اُسکے شعلے بھڑک اُٹھے۔

سریان تاثیر، تقلید و محاکات کا ایک شعبہ ہی اور تقلید و محاکات ہی کے مظاہر سے ہماری معاشرتی اور اجتماعی زندگی کی تکوین ہوتی ہی، بلکہ ہماری معاشرتی زندگی تمامتر موقوف ہوتی ہی محاکات و تقلید پر، اسلیے نفس اجتماعی کی یہ خصوصیت اسکے تمام خصوصیات پر حاوی رہتی ہی اور نظام اجتماعی کی کوئی کل بغیر محاکات و تقلید کے کبھی درست نہین رہ سکتی۔ مین نے انسان کی اس فطری خصوصیت پر تفصیل کے ساتھ اپنی دوسری کتاب مین بحث کی ہی، اس موقع پر اسکے چند اقتباسات امید ہی کہ ناظرین کے لیے مفید ہونگے۔

"حیوانات کی طرح انسان بھی بالطبع تقلید پسند واقع ہوا ہی۔ تقلید

ضروریات انسانی مین داخل ہی اور یہی ضرورت ہی جسکی بنا پر لوگ
نہ صرف حالات مین، نہ صرف ادبی قابلیتوں کی نمائش کے موقع پر،
اور نہ صرف اپنی ذاتی رایون مین، بلکہ اپنے لباس، اپنے ضروریات
زندگی، اور اپنے طرز بود و باش مین بھی ایک دوسرے کی تقلید کرتے
ہین۔ کوئی مدلل دعوے، کوئی قیاسی یا استقرائی نتیجہ انسان کو کسی
فعل کے کرنے یا نہ کرنے کی رغبت دلانے مین اتنا کامیاب نہین ہوسکتا
جتنا ایک زندہ نمونہ کامیاب ہوتا ہی۔ اور اگرچہ ہر زمانہ مین کچھ ایسے
لوگ بھی ہوتے ہین جو نئی نئی باتین ایجاد کرتے ہین اور کسی کی تقلید
نہین کرتے، لیکن اگر انکی یہ ایجاد عام طبائع کے موافق نہین ہوتی تو
انکی ایجاد کسی کو اپنے جانب مائل نہین کرسکتی ہی۔ یہی سبب ہی کہ جو
لوگ اپنے ابنائے عصر سے عقلی اور ذہنی خصوصیتون مین برتر اور
فائق ہوتے ہین، گو وہ کسی کی تقلید نہین کرتے، لیکن انکا اثر بھی کسی پر
نہین پڑتا، اور پھر یہی وجہ ہی کہ یوروپ کے باشندے تہذیب و
تمدن مین گو مشرقی باشندون سے فائق ہوتے ہین، لیکن مشرقی باشندہ
ایک مغربی باشندے سے بہت کم اثر پذیر ہوتا ہی۔

غرض ماضی کی تاثیرات، اور زمانہ حال کی نقالی، ان دونون کا
دوہرا اثر ایک ملک بلکہ ایک زمانہ کے تمام آدمیون پر اتنا گہرا ہوتا ہی
کہ گو دنیا کے فلسفی اور عقلمند لوگ ہمیشہ اس بلائے عام محاکات و تقلید
کے اثر سے بچنے کی کوشش کرتے ہین، لیکن باوجود اسکے انکے طرز انشا

اور رفتار خیالات سے انکی تصنیفات کے ہر دیکھنے والے کو اول نظر
مین یہ پتہ چل جاتا ہی کہ یہ مصنف کس زمانہ کا ہی؟ اسکا کیا پیشہ تھا؟
اسکے کیا خیالات تھے؟ غرض یہ اثر اتنا قوی ہوتا ہی کہ فلاسفہ کے
تصنیفات مین بھی اسکا اثر بہت نمایان اور کھلا ہوا ہوتا ہی [۱]

پھر انسان کی اس جبلت محاکات و تقلید کا اثر صرف اسی حد تک محدود نہین ہوتا کہ لوگ محض خیالات و عقائد مین ایک دوسرے کی نقل کرتے اور ایک دوسرے سے اثر پذیر ہوتے ہون بلکہ خیالات اور عقائد کے حدود سے گذر کر اسکا اثر لوگون کے جذبات پر بھی پڑتا ہی۔ لوگ ایسے جذبات مین بھی ایک دوسرے کی اسیقدر نقل اُتارتے ہین جتنی خیالات و عقائد مین، اور یہی وجہ ہی کہ بعض اوقات اگر کسی شی سے کسی ایک فرد کو نفرت پیدا ہوتی ہی تو اسکے دیکھا دیکھی ایک زمانہ اس سے نفرت کا اظہار کرنے لگتا ہی، یا اسی طرح جب کسی شے کی جانب کسی ایک شخص کو رغبت پیدا ہوتی ہی تو اسکے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اسکی تقلید مین اس شے کو عزیز رکھنے لگتے ہین۔

سریان تاثیر، محاکات، و تقلید کے اثرات انسان کی معاشرتی حیات پر اسقدر حاوی ہین کہ کسی خیال اور کسی رائے کی اشاعت بجز اسکے کسی اور طرح ہو بھی نہین سکتی کہ اس خیال کی بار بار تکرار کرکے ہر ہر فرد جماعت کے ذہن مین اسکو خوب پیوست کر دیا جائے۔ ہر زمانہ مین جب کسی خیال کی اشاعت ہوئی ہی تو اسی طرح کہ قہوہ خانون اور گپ خانون مین جہان ہر طبقہ کے لوگون کا مجمع ہوتا ہی وہ خیال پھیلنا شروع ہوا اور اسکے بعد رفتہ رفتہ اسکا دائرۂ اشاعت وسیع ہوتا گیا۔ رینان نے، جو اُنیسوین صدی کا ایک مشہور فرنچ مصنف گذرا ہی، کیا خوب کہا ہی کہ "مذہب عیسائیت کی اشاعت کی ابتدا گپ خانون اور شرابخانون سے ہوئی ہی" والٹر کہتا ہی کہ تقریبًا ایک صدی تک

---

[۱] دیکھو کتاب "انسان اور ہیئت اجتماعی" جلد دوم صفحہ ۱۱۶ مصنفہ لیبان مطبوعہ ۱۸۹۸ء

مسیحیت کی اشاعت صرف طبقۂ ادنی تک محدود تھی"۔

پس گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا کہ سریان تاثیر اور محاکات و تقلید کا اثر سب سے پہلے قومون کے طبقۂ ادنی مین ظاہر ہوتا ہے، اور جب ان تاثیرات کی بدولت طبقۂ ادنی کے ذہن مین اُس خیال کی اچھی طرح اشاعت ہو جاتی ہے تو اس وقت یہ اثر ترقی کر کے طبقۂ ادنی سے قوم کے طبقۂ اعلیٰ تک جا پہونچتا ہے۔ زمانۂ حال مین مذہب اشتراکیت کی اشاعت بھی اسی طرح ہو رہی ہے کہ سب سے پہلے ان خیالات نے اُن لوگون کو اپنے اثر سے متاثر کیا جو مزدوری پیشہ تھے اور جنکا شمار قومون کے ادنیٰ طبقہ مین ہوتا تھا، اسکے بعد پھر جب ان لوگون مین اس مذہب کی اچھی طرح اشاعت ہو چکی تو اسوقت اسکا اثر متعدی ہو کر قومون کے دوسرے طبقون تک بھی پہونچ گیا۔

یہی بات ہے کہ جب کوئی خیال طبقۂ ادنیٰ مین اشاعت پذیر ہو جاتا ہے تو اسکا اثر قوم کے اعلیٰ طبقہ تک بھی ضرور پہونچتا ہے۔ پس یہ ایک تعجب انگیز اور حیرت ناک واقعہ ہے کہ عموماً جن خیالات کی قومون مین اشاعت ہوتی ہے اُنکی تخم ریزی فلسفیانہ رنگ مین سب سے پہلے قوم کے اعلیٰ طبقہ کے دماغون مین ہوتی ہے اور ایک مدت تک یہ تخم ان دماغون کے اندر پختگی اور قوت حاصل کرتا رہتا ہے پھر ایک مدت کے بعد کوئی انقلاب انگیز دماغ والا شخص جسمین قیادت کی اہلیت پائی جاتی ہو اس خیال کو منتخب کرتا ہے اور اپنے دماغ مین اسکو خوب پکاتا ہے، اور جب یہ خیال اسکے دماغ مین پختگی حاصل کر لیتا ہے تو ایک دم کسی تحریک کی صورت مین اسکی شاخین پھوٹ نکلتی ہین، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین جو ابتدائی منازل مین اس تحریک کو تسلیم کر لیتے ہین یہانتک کہ اب رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے اس خیال کی اشاعت قوم کے اُس اعلیٰ طبقہ تک بھی ہو جاتی ہے جہان پہلے اسکی تخم ریزی کی گئی تھی۔ غرض دنیا پر گو ہمیشہ عقل اور فلاسفہ ہی کی حکومت رہی ہے، لیکن کبھی فلاسفہ عملی رزمگاہ مین بے نقاب ہو کر سامنے نہین آئے ہین۔ علما اور فلاسفہ خیالات کی

تخم ریزی کرکے پیوندزمین ہوجاتے ہین، لیکن ایک مدت کے بعد یہ فنا شدہ آوازین ان مردون کی قبرون سے نکل نکل کر عملی رنگ مین حیات جاودانی حاصل کرتی ہین۔

(۳)
نفوذ

لیکن جس خیال کو ادعا و تحکم اور تکرار لفظی و معنوی کے ساتھ جماعت کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے اسکا اثر جماعت پر اسوقت اور زیادہ بڑھ جاتا ہے، جب اس طرز بیان کو متکلم کی ذاتی سطوت و نفوذ سے تقویت پہونچ جاتی ہے۔

دنیا مین جب کبھی کسی شخص یا کسی عقیدہ کے اثر کو غلبہ ہوا ہے تو عموماً قوت نفوذ ہی کی بدولت یہ غلبہ ظہور مین آیا ہے۔ سطوت و نفوذ کے لفظی معنی گو عام طور پر معروف ہین لیکن جن صورتون مین نفوذ کا ظہور ہوتا ہے وہ باہم اسقدر مختلف ہین کہ ان سب کی کوئی منطقی تحدید نہین کی جاسکتی۔ قلوب انسانی پر جو نفوذ کسی ذات کا مستولی ہوتا ہے اسکی بنا عام طور پر حیرت و استعجاب اور خوف کے جذبات ہوا کرتے ہین، یعنی یہ کہ اُس ذات مین کوئی قوت تسخیر ایسی پائی جاتی ہے جس سے لوگون کے دلون پر دہشت طاری ہوتی ہے، یا جسکے سبب سے لوگ اُس ذات کو اپنے سے مافوق تصور کرنے لگتے ہین، اور اسی دہشت و استعجاب کی بنا پر اُسکا نفوذ قائم ہوجاتا ہے۔ لیکن سب مین کامل اور دیرپا وہ نفوذ ہوتا ہے جو بلا ان جذبات کے پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ فنا ہوگئے ہین اب مرنے کے بعد اُن سے خوف و دہشت کرنے کی کیا بات ہے لیکن باوجود اسکے جن لوگون کا نفوذ ابتک ہمپر مسلط ہے وہ یہی لوگ ہین جو پیوند زمین ہوگئے ہین اور اپنی قبرون کے اندر سے ہمارے اوپر حکومت کررہے ہین۔ سکندر، قیصر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بدھ وغیرہم ایسے عظام رجال ہین

جنکے دیرپا سطوت کی شہادت انکے پیروون کی کثرت دے رہی ہی۔ اسی طرح بعض اوقات بعض اُن ہستیون کا بھی نفوذ قائم ہوجاتا ہی جو گو اپنے اندر کوئی حیرت انگیز بات نہین رکھتین لیکن قومون پر انکا گہرا اثر مدتون قائم رہتا ہی: مثلاً مختلف بُت پرست اقوام کے دیوتا وغیرہ۔

البتہ سطوت و نفوذ کی اگر کوئی تعریف کی جاسکتی ہی تو وہ یہ ہی کہ سطوت و نفوذ کسی خیال یا کسی انسان کے اُس غلبہ و اثر سے عبارت ہی جو کبھی قلوب انسانی پر مستولی ہوجاتا ہی اور جسکے استیلاء کے باعث نفس مین ایک دہشت و مرعوبیت کی کیفیت پیدا ہوتی ہی اور جو ہماری ناقدانہ قوت کے استیصال کا باعث ہوتا ہی۔ سطوت و نفوذ کے باعث یہ کیفیت قلوب انسانی مین جو پیدا ہوتی ہی اسکی تعریف بھی گو ناممکن ہی، لیکن اتنا ضرور ہی کہ یہ کیفیت بھی اسی قسم کی کیفیت ہوتی ہی جو مسمریزم کے معمول پر طاری ہوتی ہی۔

سطوت و نفوذ کی دو قسمین ہین :۔

(۱) نفوذِ مکتسب وہ نفوذ ہی جو کسی شخص کی ثروت یا شہرت کے باعث پیدا ہوتا ہی۔

(۲) نفوذِ شخصی وہ نفوذ ہی جو خود اس شخص کی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہی؛ اسکے لیے شہرت و ثروت وغیرہ کی حاجت نہین ہوتی۔ پہلی قسم کا نفوذ اکتسابی ہوتا ہی جو سعی و جد و جہد کے ذریعہ سے اکثر لوگون کو حاصل ہوجاتا ہی، لیکن دوسری قسم کا نفوذ وہبی اور فطری ہوتا ہے جسمین اکتساب و سعی کو دخل نہین ہوتا۔

لیکن ان دونون مین جو نفوذ سب سے زیادہ شائع ہی وہ پہلی قسم کا نفوذ مکتسب ہے۔ یہ نفوذ اکثر اُن لوگون کو حاصل ہوتا ہی جو کسی خاص عہدہ پر متمکن ہوتے ہین یا جو صاحب ثروت یا خطاب یافتہ ہوتے ہین۔ علماء شریعت عبا و عمامہ کے ساتھ، وکلاء و حکام اپنے گون (جبہ) کے ساتھ، پولیس کے سپاہی اپنی وردیون کے ساتھ، یونیورسٹی کے سند یافتہ اپنی مخصوص

پوشاکون کے ساتھ، بہ نسبت اپنے معمولی وسادہ لباس کے زیادہ رعب وسطوت رکھتے ہین
تاج وکلغی، تمغہ ونشان، یونیورسٹی کی ڈگریان، خطابات واعزازات، دولت وحکومت،
شہرت، علم وفضل، غرض ہر ایسی شے جو عام شاہراہ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہو، کم وبیش
افزائش نفوذ کا آلہ بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ حال مین قاضیون اور وکیلون کے لیے جبون کی
اہمیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے، کیونکہ بغیر جبون کے انکا نفوذ آدھا رہجاتا ہے۔ [1]

[1] خطابات اور تمغون کی جو تاثیر نفوس جماعت مین ہوتی ہے وہ ہر ملک مین مسلم ہے، حتی کہ اُن ممالک مین بھی
جہان افراد کو حریت واستقلال حاصل ہے۔ ایک سیاح نے انگلینڈ کے بعض مقتدر اصحاب کی چشم دید حالت
اپنے سفرنامہ مین تحریر کی ہے، مین یہان اسکے چند اقتباسات درج کرتا ہون، وہ لکھتا ہے:—

"مین نے اکثر انگلستان مین دیکھا ہے کہ جو لوگ بیرونٹ یا سر کے
خطابون سے اعزاز یافتہ ہوتے ہین وہ اگر کسی کے پاس بیٹھ جاتے
ہین تو یہ اس شخص کے لیے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے اور اگر یہ خطاب
یافتہ لوگ خطاب کے ساتھ دولتمند بھی ہوتے ہین تو لوگ انسے ملاقات
کرنے کے قبل ہی سے انکی عزت کرنے لگتے ہین اور جب انسے ملاقات ہوتی
ہے تو لوگ ان سے بہت خوشی خوشی ملتے ہین اور اگر کہین انھون نے کسی سے
بات چیت کر لی تب تو وہ شخص پھولا نہین سماتا جس طرح اسپین کے باشندے
رقص وسرود کے، اور جرمنی کے باشندے موسیقی کے، اور فرانس کے لوگ
انقلاب اور شورش کے شوقین ہوتے ہین، اسی طرح انگریز بڑے بڑے
خطاب یافتہ امرا کے شیدائی ہوتے ہین"

اس قسم کا نفوذ گو صرف انسان کے ساتھ خاص ہوتا ہی، لیکن انسان کے علاوہ افکار و خیالات اور آرا، و نظریات کا بھی ایک نفوذ ہوتا ہی جو اکثر حالتون مین تکرار سے پیدا ہوتا ہی۔ تاریخی کتابون بالخصوص علوم و فنون کی تاریخون کی قدر و قیمت بجز اسکے اور کیا ہی کہ وہ چند آرا، و خیالات کا مجموعہ ہین جنکو مکرر سہ کرر مختلف مصنفین بلا حذف و تغیر مختلف اوقات مین دوہراتے رہے ہین، اور اب تکرار کرتے کرتے حالت یہ ہوگئی ہی کہ ہر شخص وہی کہنے لگا جسکی تعلیم اسنے اسکول یا مدرسہ مین پائی ہی۔ ہومر کے مطالعہ سے گو رنج و غم کے جذبات پیدا ہوتے ہین، مگر کوئی شخص ان واقعات کی تکذیب نہین کرتا۔ بات یہ ہی کہ سطوت و نفوذ کی ممتاز خصوصیت ہی یہ ہی کہ وہ انسان کی قوت فیصلہ و قوت تنقید کو فنا کردے اور چونکہ جماعت اور افراد دونون کو تمام مباحث مین مختتم اور فیصلہ کن رایون کی ہمیشہ حاجت رہتی ہی، اسلیے جب کسی راے یا کسی خیال کی اشاعت ہوتی ہے تو اُس وقت کسی شخص کے ذہن مین یہ شبہ نہین گذرتا کہ یہ راے اور خیال واقع مین صحیح ہی یا غلط، بلکہ لوگ ہمیشہ اُسی راے اور خیال کو تسلیم کرلیتے ہین جسکا سب سے زیادہ نفوذ ہوتا ہی۔

اب ہم نفوذِ مکتسب سے بحث کرنے کے بعد نفوذ کی دوسری قسم نفوذ شخصی یا نفوذ وہبی سے بحث شروع کرتے ہین۔ نفوذ شخصی یا نفوذ وہبی کو نہ عہدون کی حاجت ہوتی ہی، نہ خطابات کی، اور نہ دولت و ثروت کی، بلکہ یہ نفوذ جن لوگون کو حاصل ہوتا ہی اُنکی قدر و منزلت بھی ان کے ہچشمون سے کچھ ایسی زیادہ نہین ہوتی، لیکن باوجود اسکے ان کے پاس کچھ ایسے وسائل ہوتے ہین اور کچھ ایسی قوت مقناطیسی ان مین پائی جاتی ہی کہ یہ لوگ اپنے ذاتی غلبہ کے بل پر اپنے خیالات کو ذہنون مین راسخ کردیتے ہین، اور لوگ اُنکی اُسی طرح اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہین جس طرح حیوانات اپنے مالک کے مطیع ہوتے ہین۔ اس قسم کا فطری اور وہبی نفوذ قومون کے اُن تمام اعاظم رجال کو حاصل ہوتا ہی جنھون نے اپنے کارنامون سے دنیا پر اپنی دھاک بٹھادی ہی،

اور ہمیشہ اس قسم کے نفوذ کی بدولت دنیا پر یہ لوگ قہر و غلبہ حاصل کرتے ہین۔ بدھ، حضرت عیسیٰ،
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم، جان آف آرک، اور نپولین، دنیا میں اسی قسم کے لوگ ہوے ہین۔
دنیا مین جو صاحب نفوذ ہستیان گذری ہین انکی حالت یہ ہوتی ہے کہ گو ان کے
کارنامون سے انکا نفوذ بڑھ جایا کرتا ہے لیکن انکی ذاتی سطوت اور انکا شخصی نفوذ کبھی
ان خارجی مؤیدات کا زیر بار احسان نہین ہوتا، بلکہ ان کی شہرت کے بیشتر ہی سے انمین
ایک ایسی طاقت پائی جاتی ہے جو لوگون کو اپنی جانب کھینچ لیا کرتی ہے۔ نپولین کو دیکھو
کہ جب اسنے فوجی ترقیان حاصل کی ہین تو اُسکے بیشتر ہی سے اسکا نفوذ لوگون پر قائم
ہو چکا تھا۔ جسوقت وہ نہ شہنشاہ نپولین تھا اور نہ کوئی فاتح اعظم، بلکہ محض ایک معمولی
رتبہ کا فوجی افسر تھا اُسی وقت سے اسکی دھاک ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ بڑے بڑے
شورہ پشت افسر ایک لمحہ مین اسکے حلقہ بگوش بن جاتے تھے۔ بطور نمونہ کے ہم یہان پر
ایک خاص موقع کا ایک واقعہ درج کرتے ہین جس سے نپولین کے نفوذ کا حال معلوم
ہوگا یہ واقعہ موسیو ٹائن نے اپنی کتاب "تاریخ انقلاب فرانس" مین درج کیا ہے
موسیو ٹائن لکھتا ہے:-

"جب پیرس سے اس نوجوان افسر کا فوج کی کمان کے لیے تقرر ہوا تو دیگر
افسران فوج کو یہ تقرر سخت شاق گذرا، خصوصًا اوجیرو کو نہایت ہی
ناگوار ہوا جو سخت درشت مزاج تھا اور اپنی شجاعت و بسالت پر ناز
کیا کرتا تھا۔ اس نے لوگون سے اس نئے افسر کے سن و سال اور
قد و قامت کا حال سنکر تہیہ کر لیا تھا کہ جب وہ اسکی ملاقات کرنے
جائیگا تو اس سے سخت تمرد سے پیش آئیگا۔ جنرل اوجیرو، بارابی کا

خاص شاگرد تھا اور اس رتبہ پر محض اسی شجاعت، اَوْر

جنگ آزمائیون ہی کی بدولت پہنچا تھا اور اسی لئے اسکو اس

نوجوان کمانڈر سے ایک طرح کی کد پیدا ہوگئی تھی۔ بہرحال

نپولین سے ملاقات کرنے کے لیے جب سب افسر گئے تو نپولین نے پہلے

تو ان سے اپنا طویل انتظار کرایا اسکے بعد کمرے سے اس قطع سے

باہر نکلا کہ کمر سے تلوار لٹک رہی تھی اور سر برہنہ تھا، کمرے سے

باہر آکر اس نے سر پر ٹوپی رکھی اسکے بعد مختلف احکام صادر کیے،

تجاویز جنگ کے متعلق افسرون سے باتین کرتا رہا، اور پھر اُن کو

رخصت کردیا۔ اس تمام عرصہ مین اوجیرو کی حالت یہ تھی کہ جب تک

نپولین سامنے رہا وہ بت بنا ہوا دم بخود کھڑا رہا اور وہان سے نکلکر

جب اس کے ہوش بجا ہوے تو اس نے اپنے دوست مسینا سے

بیان کیا کہ مجھپر تو نپولین کو دیکھتے ہی رعب طاری ہوگیا، میری

سمجھ مین نہین آتا کہ اس مین کونسی طاقت ہے جس سے مین

ایسا مرعوب ہوگیا۔"

نپولین عظمت و رتبہ مین اپنے کارنامون کی بدولت جتنا جتنا ترقی کرتا جاتا تھا اُسی

نسبت سے اسکے نفوذ اور سطوت مین بھی ترقی ہوتی جاتی تھی یہان تک کہ آخر مین اسکا نفوذ

اتنا بڑھ گیا کہ وہ اُن لوگون کی نگاہون مین جو اُس کی عزت کرتے تھے ایک معبود کے درجہ

پر پہونچ گیا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ کمانڈر وانڈم جو اوجیرو سے زیادہ شورہ پشت فوجی افسر

تھا ۱۸۱۵ء مین قصر ٹویلریز مین نپولین کے پاس ملاقات کی غرض سے گیا، اسکے ساتھ

اسوقت جنرل ارنانو بھی تھا، واندم نے ارنانو سے سلسلۂ سخن مین پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ مین باوجودیکہ کسی چیز سے خوف نہین کرتا نپولین کے پاس جاکر کیون اس قدر خائف ہوجاتا ہون اور اسکی صورت دیکھتے ہی میرے بدن مین تھرتھری پیدا ہوجاتی ہے۔

نپولین کے نفوذ کی حالت یہ تھی کہ جب وہ جزیرہ البا سے بھاگ کر آیا ہے تو باوجودیکہ اس کے مددگار لوگ کم تھے اور اسکے مقابلہ کے لئے پورا فرانسیسی لشکر تیار تھا، لیکن نہایت تپاک سے اسکا خیر مقدم اور استقبال کیا گیا، اور فرانسیسی قوم کے قلوب کو دوبارہ اس نے فتح کرلیا۔ فوج کے جو افسر اسکو قید کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے اُنھون نے اسکے قید کرلانے کا حلف اُٹھایا تھا، لیکن نپولین کی صورت دیکھتے ہی وہ سب خاموش ہوکر اسکے حلقہ بگوش بنگئے، اور انپر اسکا رعب چھا گیا۔ اس واقعہ کی کیفیت جنرل وسلی حسب ذیل لکھتا ہے:۔

"نپولین جزیرہ البا سے بھاگ کر جب فرانس کی سرزمین پر اُترا ہے تو اُس وقت اس کی حالت یہ تھی کہ اس کے ساتھ بجز اس کے چند مخلص دوستون کے اور کوئی نہ تھا، لیکن، باوجود اس کے نپولین نے سرزمین فرانس پر قدم رکھتے ہی ایک ہفتہ کے اندر اندر نہایت آسانی کے ساتھ محض اپنے نفوذ کے بل پر فرانسیسی طرز حکومت مین حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیا، اس کے علاوہ اس سلسلہ مین جو حیرت انگیز واقعہ ہے، وہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آخری حملون مین اپنے حلیفون پر ایسا دباؤ ڈالا کہ وہ اسکا ساتھ دینے پر مجبور ہوگئے"

نپولین کا یہ نفوذ اس قدر قوی تھا کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا نفوذ اور غلبہ اپنے

حالت پر برقرار رہا اور اسی نفوذ کے اثر سے متاثر ہو کر اس کے مرنے کے بعد لوگون نے اس کے بھانجے کو فرانس کے تخت شاہی پر بٹھایا، صرف یہی نہین بلکہ آج بھی جب کہ نپولین کو مرے ہوے ایک مدت گذر گئی ہے اس کے قصون اور افسانون کو لوگون کی زبانون پر جو ہم چڑھا ہوا پاتے ہین تو ہم کو خیال ہوتا ہے کہ نپولین کا اثر و نفوذ اب تک برابر ترقی کر رہا ہے۔ مختصر یہ کہ وہبی نفوذ و اثر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر تم کو نفوذ حاصل ہو گیا ہو تو تم جتنا چاہو لوگون کو قتل کرو جتنی شورشین چاہو برپا کرو سب تمھارے لیے جائز ہے تمھارے افعال کی کوئی پرسش نہ کرے گا بشرطیکہ تم اپنے نفوذ کو برابر ترقی دیتے رہو۔

لیکن نفوذ کے پیدا ہونے کی صرف یہی چند صورتین نہین ہوتین کہ محض فوجی دبدبہ یا شخصی قابلیت، یا مذہبی خوف و رعب، کی بنا پر کسی شخص کا نفوذ قائم ہو جاتا ہو بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند معمولی امتیازی حیثیتین کسی شخص کا ایک پائدار نفوذ قائم کر دیا کرتی ہین۔ ان صورتون سے جو نفوذ پیدا ہوتا ہے اسکی سب سے بڑی مثال فرانسیسی انجینئر ڈلسپس کی ہے جس نے بین الاقوامی تجارت کا راستہ کھول کر دے زمین پر عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا، اور محض اپنے اسی کارنامہ کی بنا پر عظماء رجال کی صف اول مین جگہ حاصل کی۔ باوجودیکہ اس کا ارادہ مستقل اور اس کا نفوذ قوی تھا، مگر اس کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ تھا کہ جو لوگ اِس کے مخالف تھے اُن کو وہ رام بنا لیا کرتا تھا وہ جب انسے بات چیت کرتا تھا اپنی شیرین کلامی سے اُن کو مسحور کر لیتا، یہان تک کہ وہ اُس کے دوست بن جاتے۔ انگریزون نے اس کی تجویز کا کتنا مضحکہ اڑایا تھا، لیکن اس کا جواب اس نے اس طرح دیا کہ ان کے ملک مین خود

سیر و سیاحت کرنے گیا، لوگون سے مل جلکر اپنی تجویز پر مباحثہ کیا، اس واقعہ کا انگریزون
پر بہت اثر پڑا اور وہ اس کے معین و مددگار بن گئے، یہان تک کہ جب وہ شہر سوتھمپٹن
سے ہو کر گذرا ہے تو اس کے استقبال مین گھنٹے بجائے گئے، اور نہایت جوش وخروش کا
اظہار کیا گیا۔

ڈی لیسپس کے راستہ مین گو بہت سی مشکلات حائل تھین لیکن اس نے لوگون کے مخالفانہ
مجمعون کو چیر کر، پہاڑون کو کاٹ کر، اور ریگستان کی ریتلی زمین کو سبزہ زار بنا کر، آخر کار
اپنی تجویز کو پورا کر ہی دکھایا اور اس کے بعد جب نہر سوئز سے اس کو فرصت ملی تو اس نے
یہ ایک نئی تجویز اور سوچ کر نکالی کہ اسی طرح سے نہر پناما کا راستہ بھی کھولنا چاہیے لیکن
اب چونکہ بڈھا ہو گیا تھا اس لئے مجبوراً اسے اپنی اس آخری تجویز کو چھوڑ دینا پڑا۔ مگر
اس عرصہ مین قضا و قدر کے کارخانہ کچھ ایسے تھے کہ اس کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا
اور کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ اس کی ساری زندگی کی محنت اکارت گئی اور اسکے
تمام کارنامون پر پانی پھر گیا، اس کی زندگی اہل بصیرت کے لیے گویا مرقع عبرت تھی،
اپنی زندگی کے بعض ادوار مین اس نے اس قدر ترقی حاصل کر لی کہ لوگ اس کی پرستش
کرنے لگے، لیکن ایک معمولی بات کے پیش آجانے پر اسی کے ہمقوم مجسٹریٹون نے اسکو
مجرمون کی صف مین شامل کر کے اس کے اثر و نفوذ کو ایسا دھچکا لگایا کہ اس کے
صدمہ سے وہ جانبر نہ ہو سکا[۱]۔

[۱] ڈی لیسپس کے انتقال کے بعد دائستا کے اخبار نوی فرائی پریس مین ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا تھا
جسمین بعض قابل غور باتین بھی درج تھین، اس بنا پر مین یہان اسکے ایک دلچسپ حصہ کو درج کرتا ہون (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۵۹)

غرض یہ مثالین جو ہم نے اوپر ذکر کی ہین ان سے نفوذ کے ان تمام حدود کا کہ کس طرح وہ پیدا ہوتا ہے، پھر کس طرح ترقی کرتا ہے اور اس کے بعد کس طرح اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۸) ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کرتا ہون مضمون نگار لکھا ہے :-

فرڈیننڈ ڈی لیسپس سے کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا اسکے دیکھنے کے بعد کولمبس کے انجام پر بھی ہمین کچھ تعجب نہین ہوتا۔ ڈی لیسپس اگر قدیم زمانہ مین ہوتا تو لوگ اس کی بے انتہا قدر کرتے اور مرنے کے بعد وہ یقیناً معبودون کی صف مین جگہہ پاتا۔ ڈی لیسپس کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا ہے اس کی بنا پر عدالت استیناف (ہائیکورٹ) کے ججون کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا، کیونکہ لوگ آپس مین سوال کرین گے کہ اتنی بڑی حرکت ناشائستہ کا ارتکاب کس شخص نے کیا تھا اور ڈی لیسپس پر فرد قرارداد جرم کس نے لگائی؟ ہان بس آج سے معلوم ہوگیا کہ جس ملک مین یہ حالت ہو کہ چھوٹے چھوٹے سرکاری ملازم قوم کے فدائیون اور اعاظم رجال سے ان کے کارنامون کی بنا پر بغض و حسد رکھتے ہون اس ملک مین ہمیشہ انصاف کا خون ہوگا اور اس ملک کے لوگون سے انصاف کی توقع رکھنا حماقت و نادانی ہے۔

ہان لیکن قومون کو ہمیشہ ان لوگون کی احتیاج رہے گی جو اپنے غیر متزلزل عزم و ارادہ کے بل پر مشکلات کو اپنے اوپر برداشت کرتے ہین، ان لوگون کو ڈرنے اور خوف کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے (باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۶۰)

ناظرین کو پورا اندازہ ہو گیا ہوگا لیکن اگر نفوذ کی نفسانی کیفیات کا مفصل اندازہ کرنا چاہو تو بتدریج بانیان مذاہب وڈول سے لیکر اس عامی تک کے حالات کو خوب غور سے دیکھ جاؤ جو کبھی نیا لباس پہنکر یا اپنے سینہ کو تمغون سے آراستہ کرکے لوگون مین اپنی نمود و نمائش کرتا ہے۔

پس اگر نفوذ کے تمام مدارج کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمدن کے تمام عناصر کی بنا اسی نفوذ پر ہوتی ہے۔ بانیان مذاہب وڈول سے لیکر افکار، خیالات، علوم و فنون سب نفوذ ہی کے مظاہر ہوتے ہین اور کوئی خیال، اور کوئی فن، اور کوئی راے لوگون مین اسوقت تک اشاعت پذیر نہین ہوتی تا وقتیکہ اس راے یا اس خیال، یا اس فن کے نفوذ کا سکہ لوگونکے دلون پر نہین بیٹھ جاتا ہے، اور پھر نفوذ حاصل ہونے کے بعد چونکہ اسکی اشاعت محض سریان تاثیر کی بدولت ہوتی ہے اور سریان تاثیر بھی اپنا عمل لوگون مین غیر شعوری کے ساتھ کرتا ہے، اسلیئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹) فرڈیننڈ ڈی لیسپس اپنے کارنامون کی بدولت اوج رفعت پر پہنچا اور اسنے دنیا کے لیے تجارت کی ایک راہ کھولدی۔ اور جب وہ کامیاب ہو گیا تو امرا، اور بادشاہ اسکے پاس آیا اور تحائف لیکر آئے اور آج جب اسکو کورڈلیرس کی پہاڑی پر ناکامی ہوئی تو وہ نظرون سے گر گیا یہ کچھ نہین یہ سب سرکاری ملازمون کی کارستانیان ہین جو بغض و حسد کی وجہ سے قوم کو ہر اس شخص کے خلاف برانگیختہ کردیتے ہین جو اوج رفعت پر پہنچ جاتا ہے بات یہ ہے کہ اعاظم رجال جو نئی نئی باتین ایجاد کرتے ہین انکے سامنے انکے زمانہ کے بڑے بڑے مقننین حیران رہ جاتے ہین کیا کوئی ایڈوکیٹ ثابت کرسکتا ہے کہ اسٹانلی قاتل اور ڈی لیسپس خائن اور دغاباز تھا۔ (مؤلف)

لوگون مین جب خیال کی اشاعت ہو جاتی ہے اسکی صحت و عدم صحت کا سوال پھر کبھی وقت نہین پیدا ہوتا۔ یہی بات ہے کہ اس زمانہ کے مصورین جو مختلف بد نما تصویرین قدیم زمانہ کے انسانونکی بناتے ہین انکے متعلق انکو خود علم نہین ہوتا کہ یہ خاکہ انکے ذہن مین کہان سے آیا، بلکہ وہ بجاے اسکے خود اپنے ہی کو انکا موجد سمجھنے لگتے ہین، حالانکہ اصل مین ہوتا یہ ہے کہ پہلے کوئی بڑا مصور اس خاکہ کو تیار کرتا ہے اور اسکے بعد جب وہ تصویر رائج ہو جاتی ہے تو ہر شخص اسکی نقل اتارنے لگتا ہے لیکن یہ کیسیکو خیال نہین رہتا کہ اسکا ماخذ اصلی کون تھا۔ اسیطرح بعض مصورین یہ کرتے ہین کہ اپنی تصویرون مین بنفشئی رنگ کا سایہ دکھلاتے ہین، حالانکہ انھون نے بنفشئی رنگ کا سایہ کبھی دیکھا بھی نہو گا، لیکن ہوتا یہی ہے کہ کوئی بڑا مصور جو اپنے زمانہ مین بیمثل مصور ہوتا ہے اپنے فن مین یہ نئی نئی باتین ایجاد کرتا ہے اور پھر اسکے بعد دوسرے مصور بھی اسکی نقلین اتارنے لگتے ہین۔

پس بیانات گذشتہ سے معلوم ہوا کہ نفوذ کی پیدائش کے باعث گو مختلف اسباب ہوتے ہین، لیکن ان تمام ذرائع مین سب سے بڑا درجہ کامیابی کا ہے جب کوئی حاکم اپنے احکام مین کامیاب ہو جاتا ہے تو لوگ خواہ مخواہ اسکی اطاعت کرنے لگتے ہین، اسیطرح جب کوئی خیال عقلون پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے تو لوگ اسکی تصدیق کرنے لگتے ہین۔ کامیابی کی بنا پر نفوذ کے قائم ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب کبھی ایسے شخص کو جسکا نفوذ پہلے قائم تھا ناکامی کا سامنا ہوتا ہے تو اسیوقت اسکا نفوذ بھی تشریف لیجاتا ہے، یہان تک کہ بعض اوقات حالت یہ ہوتی ہے کہ کل جس شخص کے سامنے جماعت سرنگون تھی، اگر زمانہ اس سے پھر گیا، تو آج اسی کو جماعت گالیان دینے لگتی ہے۔ ردلسبیر کو دیکھو کہ ایک وقت مین لوگون پر اسکی ایسی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ اسنے اپنے بہت سے مخلص دوستون کو بلا وجہ قتل کر ڈالا، لیکن جب انتخاب کے وقت اس کو چند ووٹون کی کمی کی بدولت اپنے عہدے کو چھوڑنا پڑا تو اسیوقت اسکا نفوذ بھی زائل ہو گیا اور جماعت کو اسپر اسقدر

غصہ آیا کہ آخرکار وہ پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

لیکن اگر کسی انسان کے بجائے کسی خیال کا نفوذ جماعت پر قائم ہو گیا ہو تو اس نفوذ کا ازالہ اکثر اسوقت ہوتا ہے جب اس خیال اور اس عقیدہ مین شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے ہین خیال جب تک شک و شبہ سے پاک رہتا ہے اسیوقت تک اسکا نفوذ بھی قائم رہتا ہے اور جہان اسمین شک پیدا کیا گیا بس اسکے نفوذ کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

فصل چہارم

نفس اجتماعی کے معتقدات اساسی کے حدود

(۱) جماعت کے معتقدات اساسی - جماعت کے بعض معتقدات غیر تغیر پذیر ہوتے ہین۔ اسی قسم کے غیر تغیر پذیر معتقدات جماعت پر کسی تمدّن کی میاد ہوتی ہے۔ ان معتقدات کو اپنی جگہ سے ہلانا دشوار ہوتا ہے - یہ بحث کہ کسی قوم مین تعصّب کا کس حد تک پایا جانا مفید ہے۔ اگر کوئی عقیدہ عقلی پہلو سے مہمل ہو تو اِس سے اس کی اشاعت اور اسکے رسوخ پر کوئی اثر نہین پڑتا۔

(۲) جماعت کے معتقدات غیر اساسی - یہ بحث کہ معتقدات اساسی کے علاوہ جماعت کے بعض ایسے معتقدات ہوتے ہین جنمین تغیر ہوتا رہتا ہے اکثر ان معتقدات غیر اساسی مین ایک صدی سے بھی کم مدت کے اندر تغیر ہو جاتا ہے۔ ان تغیرات کے کیا کیا حدود ہین۔ وہ کونسے معتقدات ہین جن مین تغیر ہو جاتا ہے۔ زمانہ حال مین معتقدات اساسی کی بنیادین متزلزل ہو گئی ہین اور اخبارات اور اشاعت مطبوعات اس تغیر و انقلاب کے اصلی سبب ہین - یہ بحث کہ اس انقلاب ور

تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ سابق مین خیالات پر حکومتون کا جو قابو تھا
وہ اب باقی نہین رہا ہے۔ زمانۂ حال مین خیالات کے اندر انتشار کی کیفیت
جو پیدا ہوگئی ہے وہ حکومتون کے تسلط کی سدِ راہ ہے۔

(۱)

جماعت کے معتقدات اساسی

نظر غور سے دیکھو تو انسان کے تشریحی یعنی جسمانی اور اسکے نفسانی خصائص کے مابین ایک عجیب تشابہ پاؤگے۔ انسان کے خصائص جسمانی مین بعض خصائص ایسے ہین جن مین کبھی تغیر نہین ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو رفتہ رفتہ ایک مدت دراز مین، اور بعض ایسے خصائص ہین جن مین ماحول یا دوسرے مؤثرات کی وجہ سے بہت آسانی کے ساتھ تغیر عظیم ہوجاتا ہے اور یہ تغیر بعض اوقات کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ بادی النظر مین اس کے سبب سے خصائص اصلی پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے۔

بعینہ یہی حال انسان کے خصائص نفسانی کا بھی ہے۔ قومون کے خصائص جسمانی کی طرح انکے خصائص نفسانی بھی دو طرح کے ہوتے ہین بعض وہ ہین جنہین کبھی تغیر نہین ہوتا اور بعض خصائص ایسے ہین جو ہمیشہ تغیر پذیر رہتے ہین۔ لیکن اقوام کے معتقدات و افکار پر عمیق نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ انکے نفسانی خصائص مین جو خصوصیتین اصلی اور غیر تغیر پذیر ہوتی ہین انپر ہمیشہ وقتی اور تغیر پذیر خصائص پردہ ڈالے رہتے ہین۔

اس بنا پر معتقدات جماعت کی دو ممتاز قسمین ہین۔ ایک قسم کے معتقدات وہ ہوتے ہین جو مدتون ایک ہی حالت پر برقرار رہتے ہین اور جو گویا قومی تہذیب کے لیے مرکز کی طرح ہوتے

ہین کہ اس قوم کے تمام عناصر تمدن اسی ایک مرکز سے باہم پیوست ہوتے ہین اس قسم
کے معتقدات اساسی کی مثال ہمارے زمانہ کے جمہوریت پسندی کے خیالات ہین بخلاف
اسکے دوسری قسم کے معتقدات وافکار وہ ہوتے ہین جنمین ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہی کہ آج انکا
ظہور ہوا اور کل مٹ گئے لیکن اس قسم کے خیالات کی پیدایش ہمیشہ پہلی قسم کے مستحکم خیالات سے
ہوتی ہی اسطرح کے خیالات کی مثالین جیسے موجودہ زمانہ مین طبعیین اور روحانیین
کے مذاہب جو بیسیون پیدا ہوے اور مٹ مٹ گئے۔ ان معتقدات کی حالت
سطح بحر کی موجون کی سی ہوتی ہے کہ وہ سطح بحر پر برابر تلے اوپر پیدا
ہوتی رہتی ہین۔

لیکن پہلی قسم کے مستحکم معتقدات وافکار مقدار مین تغیر پذیر معتقدات وافکار سے
بہت تھوڑے مگر بہت مستحکم ہوتے ہین اور در اصل انھین افکار کے عروج وزوال سے
قومونکی تاریخ مین نیا دور شروع ہوتا ہی، اور حقیقت مین انہی مستحکم عقائد پر قومون کے
تہذیب وتمدن کا بھی دار مدار ہوتا ہے۔

بلاشبہ نفوس جماعت مین کسی ایسے عقیدہ یا خیال کو وقتی طور پر پیوست کر دینا بہت
آسان کام ہی جو تغیر پذیر ہو، لیکن کسی ایسے عقیدہ کا دلونمین راسخ کرنا بہت مشکل ہوتا
ہے جو مُدتون ایک حال پر قائم رہے اور بالکل ناقابل تغیر ہو، اور پھر اگر کسی طرح
نفوس جماعت مین کبھی ایسے غیر تغیر پذیر عقیدہ کا نقش قائم بھی ہو گیا تو اسکے بعد پھر
دلون سے اس نقش کے اثر کو مٹانا بھی کچھ آسان کام نہین ہے کسی غیر تغیر پذیر عقیدہ
اور خیال کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اول تو کبھی نفوس مین اسکا رسوخ ہی نہین ہوتا اور
اگر ہو گیا تو ابا سکو اپنی جگہ سے ہلانا دشوار ہو جاتا ہی۔ ہان البتہ اس قسم کے عقیدے جو

دلونمین راسخ ہوگئے ہون انکو مٹانے اور اپنی جگہ سے ہلانیکی صرف ایک صورت ہوتی ہے وہ یہ کہ سخت شورشین ان عقیدونکے خلاف برپا کیجائین اور مستحکم عقیدونکے اثر کا شورشونکے آہنی ہتھیارون سے مقابلہ کیا جائے لیکن مشکل یہ ہوتی ہے کہ یہ شورشین بھی اسوقت تک کارگر نہین ہوتین تاوقتیکہ پہلے سے ان عقیدونکا اثر مضمحل نہ ہوگیا ہو اور پھر بھی شورشون سے صرف اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ عقیدونکا بچا کھچا اثر مٹ جاتا ہے بشرطیکہ عوائد مستمرہ اس اثر کو زائل ہونے دین باقی انکے اختیار مین یہ نہین ہے کہ وہ ان عقیدون کے اثر کو دلون سے بالکلیہ زائل و فنا کردین۔

پس حاصل یہ کہ جو خیالات عمل توارث سے قوم کے دلونمین جگہ پکڑ لیتے ہین انکا ازالہ شورشون سے بھی ممکن نہین ہوتا لیکن ان معتقدات کے فنا کرنیکی ایک تدبیر اور ہے جو عموماً بہت کارگر ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو معتقدات عام طور پر مسلم مان لیے گئے ہون انمین بحث و مباحثہ شروع کردیا جائے اصل مین عقیدہ اسیوقت تک عقیدہ رہتا ہے جبتک وہ مناظرہ اور مباحثہ کی زد سے محفوظ رہتا ہے لیکن جہان اسکے متعلق بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولا گیا بس اسکی قوت مین اسیوقت سے فرق آنے لگتا ہے۔ تمام عقیدون کی قوت کا راز یہی ہے کہ وہ عام نگاہون سے کچھ اسطرح اوجھل رکھے جاتے ہین کہ انکے سقم کی جانب کسیکا خیال تک نہین جاتا۔

لیکن اسکے بعد بھی مشکل یہ پیش آتی ہو کہ وہ رسوم درواجات یا نظام حکومت و نظام تعلیم و تربیت وغیرہ جو ان معتقدات اساسی پر مبنی ہوتے ہین ان معتقدات کی حفاظت کرتے ہین اور ان رسوم و رواجات مین ذرا دیر مین تغیر ہوتا ہے مگر جہان ان رسوم مین تغیر ہوا بس پھر اس عقیدہ کے مٹنے مین کوئی کسر نہین رہتی لیکن جب

قوم کے معتقدات اساسی مین تغیر ہو جاتا ہے تو اسکے بعد یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام ارکان تمدن اور عناصر تہذیب مین بھی ایکدم تغیر کر دے، اور تا وقتیکہ کوئی جدید عقیدہ اس فنا شدہ قدیم عقیدہ کی جگہ نہین لے لیتا ہے اسوقت تک قوم پر ایک انتشار کی کیفیت طاری رہتی ہے۔

غرض کسی قوم کے عقائد اساسی اس قوم کیلیے نعمت ہوتے ہین اور انکی قدر کرنا اور انکو شورشونکے حملونسے محفوظ رکھنا اس قوم کا فرض ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ قومین ہمیشہ اپنے ان معتقدات کی قدر و قیمت پہچانتی ہین جو آبا و اجداد سے انکو ورثہ مین ملتے ہین اور قومونکو یہ معلوم رہتا ہے کہ اصل مین انکے زوال کا دن وہی ہے جب انکے عقائد اساسی نشانہ ہدف بنجائین۔ رومی قومین جبتک شہر روم کی نہایت تعصب کے ساتھ پرستش کرتی رہین اسوقت تک انکا ستارۂ اقبال عروج پر رہا لیکن جسدن سے اس عقیدہ کی بنیاد کھوکھلی ہو گئی اسی روز سے رومیون پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور یہی بات ہے کہ قومین نہایت تعصب اور تنگ نظری کے ساتھ اپنے عقائد کی جانب سے جان توڑ مدافعت کرتی ہین۔ تعصب گو عقلی پہلو سے کسیقدر مذموم کیون نہ خیال کیا جائے لیکن عملی حیثیت سے قومونکی حیات و ممات مین ہمیشہ تعصب کو بہت بڑا دخل رہا ہے قرون متوسطہ مین جو لوگ زندہ جلا دیے جاتے تھے تو کس غرض سے ؟ صرف اسلیے کہ مسیحیت کے عقائد کی الحاد و دہریت کے جھونکون سے حفاظت کیجائے۔ اسیطرح قرون متوسطہ مین بعض بڑے بڑے لوگونکو مرتے دم کس بات کی حسرت رہجاتی تھی ؟ صرف اس بات کی کہ کاش وہ اپنے مذہب کی حفاظت کی راہ مین شہید ہوے ہوتے پھر بالآخر میدان جنگ مین ہمیشہ لوگ اپنی گردنین کیون کٹوایا کیے ہین ؟ اسکی غرض بھی صرف

یہی ہی کہ اجنبی حملونکی زد سے قومی عقیدہ کے مستحکم قلعونکی حفاظت کیجائے غرض دنیا مین ہمیشہ قومون نے اپنے قدیم عقائد کی اجنبی حملون سے اسیطرح مستعدی کے ساتھ حفاظت کی ہی اور شاید کہ دنیا مین قیامت تک یہی ہوتا رہیگا۔

اور گو جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون کسی جدید اعتقاد کا نفوس مین راسخ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب کسی عقیدہ کو رسوخ حاصل ہوجاتا ہے تو اسکے غلبہ اور رسوخ مین ترقی ہوتی رہتی ہی اور ایک مدت تک نفوس جماعت پر اسی عقیدہ کا قبضہ اور تسلط رہتا ہے۔ دیکھو یوروپین قومون پر ایک مُدت تک اُن جھوٹے قصون کا کیسا اثر قائم رہا جو قدیم زمانہ مین مشہور و مسلم تھے، حالانکہ واقع مین وہ کہانیان اس قابل نہ تھین کہ روشن عقلین انکو اسطرح بلا چون وچرا تسلیم کر لیتین، باوجودیکہ اس زمانہ مین گلیلیو نیوٹن۔ لبنٹز وغیرہ بڑے بڑے روشنخیال فلسفی موجود تھے لیکن کسیکو بھی ان قصون اور خرافات کے باطل کرنے یا انکی حقیقت دریافت کرنیکا کبھی خیال نہین آیا، اور صرف اسی ایک بات سے یہ اندازہ ہوسکتا ہی کہ معتقدات جماعت نفوس پر کیسا ساحرانہ تسلط حاصل کر لیتے ہین، نیز اس بات کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ عقل انسانی کا دائرہ کسقدر محدود ہے۔

لیکن جب یہ نیا عقیدہ ذہنونمین خوب پختہ ہوجاتا ہی تو اسوقت اس قوم کا نظام حکومت اسکا نظام معاشرت اسکے علوم و فنون اور اسکے تمام اعمال و افعال کی بناء بھی یہی عقیدہ قرار پاتا ہی اب واضعان قوانین اسی عقیدہ کی بنیاد پر قوانین وضع کرتے ہین اور فلاسفہ اور اہل فن اسی عقیدہ کو پیش نظر رکھکر اپنے اپنے فلسفہ اور اپنے اپنے فن کا سنگ بنیاد رکھتے ہین اور گو کبھی اس عقیدہ سے بعض وقتی افکار اور تغیر پذیر خیالات کا

بھی نشو ونما ہوتا ہی تاہم یہ وقتی افکار اور تغیر پذیر خیالات بھی اسی عقیدہ کے رنگ مین رنگجاتے ہین۔ زمانہ قدیم مین مصریون کے تمدن کی بنا چند مذہبی خیالات تھے جنکا رنگ انکے ہر شعبۂ زندگی پر چڑھا ہوا تھا اسیطرح ازمنۂ متوسطہ مین اہل یورپ اور مسلمانونکے تمدنون پر بھی یہی دینی رنگ غالب تھا

پس بیانات بالا سے معلوم ہوا کہ ایک زمانہ کے تمام لوگ اپنے خیالات، افکار و عادات مین ایک دوسرے کے مشابہ جو ہوتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہوتی ہی کہ انکے موروثی عقائد مین کسیطرح کا اختلاف نہین ہوتا اور چونکہ انسان کی سیرت اور عادات کی ترکیب جس خمیر سے ہوتی ہی وہ اسکے موروثی عقائد ہوا کرتے ہین اسلیے ہمارے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کی بنا بھی انہی عقائد پر ہوتی ہی اور ایک قوم اور ایک زمانہ کے لوگونکے اعمال وافعال مین بھی ہمرنگی پائی جاتی ہی اور گو ہماری عقلی حالت کسیقدر کیون نہ برتر ہو جائے مگر ہمکو ان عقائد سے کسیوقت رہائی نہین ملسکتی پس حقیقی استبداد وہ ہی جو ہمپر غیر شعوری کی حالت مین مسلط ہوتا ہی اور جس سے مقابلہ کرنیکی کسی مین قدرت نہین ہوتی۔ دیکھو قیصر ٹیبر، چنگیز خان، نپولین کسقدر صاحب نفوذ بادشاہ گذرے ہین لیکن حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح ان لوگونکو بھی نفوذ حاصل نہین ہوا۔ البتہ اگرچہ بعض اوقات ان موروثی عقائد کا اثر تھوڑی دیر کیلیے کسی دغابازی کیوجہ سے زائل ہوجایا کرتا ہی لیکن جو عقیدہ نفوس مین راسخ ہوگیا ہو اسکو دغابازی بھلا کیا فنا کرسکتی ہے اسوقت بھی آخر مین جاکر اسی موروثی عقیدہ ہی کو فتح ہوتی ہے۔ انقلاب فرانس کے موقع پر جب عیسائیت اور شورش الحاد کے مابین جنگ جاری تھی تو اسوقت گو بانیان شورش کے نظام کے باوجود عام طور پر جماعت کا میلان طبع ظاہر مین فرانسیسی شورش ہی کے جانب تھا مگر آخر مین شورش ہی کا ستیاناس ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان جن چیزون کا محکوم ہوتا ہے وہ وہ انسانی اموات ہوتے ہین جو قبرون کے اندر سے لوگونپر حکومت کرتے ہین۔

پھر یہ عقائد اور خیالات ذہنون مین جو رسوخ حاصل کرتے ہین اُنکے لیے یہ بھی کچھ ضروری نہین ہے کہ عقلی پہلو سے بھی یہ خیالات اور عقائد اپنے اندر واقعیت رکھتے ہون بلکہ اسکے خلاف جن عقائد کو غلبہ ہوتا ہے وہ عموماً وہی خیالات ہوتے ہین جو عقلی پہلو سے گرے ہوے ہوتے ہین مذہب اشتراکیت جو اسوقت ہمکو انحطاط پذیر نظر آرہا ہے اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ عقلی پہلو سے وہ کچھ کم رتبہ ہے اور اسلیے اسکا اثر لوگونپر نہین ہوتا بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ مذہب اشتراکیت کے علاوہ اور جو مذہب ہین وہ انسان سے یہ وعدہ کرتے ہین کہ ان کو اس جہان کے علاوہ ایک دوسرے جہان مین راحت ابدی حاصل ہوگی بخلاف اسکے مذہب اشتراکیت لوگون کو یہ طمع دلاتا ہے کہ اگر اسکے اصول پر عملدرآمد کیا گیا تو لوگون کو اسی جہان مین حیات جاودانی حاصل ہوسکتی ہے لیکن جب اسکے اصول پر عمل کیا جاتا ہے تو اسوقت اسکے جھوٹے وعدون کی قلعی کھل جاتی ہے۔یہی بے اعتباری ہے جو مذہب اشتراکیت کو فروغ نہین حاصل ہونے دیتی۔

(۲)

جماعت کے معتقدات غیر اساسی

جماعت کے عقائد غیر متغیرہ جنکی مینے صفحات بالا مین تشریح کی ہے انکے علاوہ جماعت کے بعض افکار اور عقائد ایسے بھی ہوتے ہین جو ہمیشہ تغیر پذیر اور حالات کے وال

مین رہتے ہین۔
لیکن ان تغیر پذیر افکار مین سے بعض وہ ہوتے ہین جو بالکل نقش بر آب ہوتے ہین
اور بعض عقائد جو زیادہ اہم ہوتے ہین وہ بھی زیادہ سے زیادہ ایک صدی تک اپنی
حالت پر قائم رہتے ہین۔ اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین کسی قوم کے یہ تمام تغیر
پذیر افکار و عقائد مبنی ہوتے ہین ان اصولی افکار پر جو اس قوم مین بذریعہ وراثت
رسوخ پیدا کر لیتے ہین اسکی مثال مین ہمنے اپنے ملک کے نظام سیاسی کو پیش کیا تھا
کہ گو ہمارے ملک کے تمام فرقون کے اصول ایک دوسرے سے بالکل مختلف
ہین مگر ان سب کا ایک مشترک مقصد ہے جو ہمارے مخصوص مزاج عقلی سے پیدا ہوا ہے
نیز ہم یہ بھی بیان کر چکے ہین کہ خیالات و افکار مین صوری اور اسمی تغیر کر دینے سے
ان خیالات کی اصلی حقیقت نہین بدلتی اور اسکی مثال مین ہمنے بانیان انقلاب
فرانس کو پیش کیا تھا کہ گو یہ لوگ اپنے عادات و اطوار اور خیالات مین رومیون کی
تقلید کرنا چاہتے تھے لیکن اس سے وہ کچھ رومی نہین بنگئے کیونکہ انکے قومی روایات
رومیونکے قومی روایات سے بالکل مختلف تھے پس دانایان قوم کا جو اصلی فرض ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے
کہ وہ تغیر پذیر قومی عقائد مین سے غیر تغیر پذیر قومی عقائد کو ڈھونڈھ نکالین اور حقیقی
عقائد کو غیر حقیقی عقائد سے اور ملمع کو اصل سے متمیز کر دین باقی رہا ان عقائد مین تغیر
کرنا تو یہ اُن کے بس کی بات نہین۔

لیکن جب ہم کسی قوم کے، عقائد و خیالات کی تجرید و تفرید کر کے معتقدات
اساسی کو معتقدات غیر اساسی سے متمیز کرتے ہین تو ہمین نظر آتا ہے کہ قومون
کے مزاج عقلی کو چھوڑ کر قومون کے باقی اور دیگر حالات مین ایک مُدت کے

بعد عظیم الشان تغیر ہوجاتا ہے۔ شواہد و امثلہ تلاش کرنے کے لیے زیادہ دور جانیکی ضرورت نہین ایک اپنے ہی ملک کی تاریخ کو لو سنہ ۱۷۰۹ء اور سنہ ۱۸۲۰ء کے مابین جو واقعات ملک فرانس مین ظہور پذیر ہوے ہین انمین ہمنے دیکھا ہے کہ کس سرعت کے ساتھ قوم کے مذہبی اور سیاسی خیالات مین تغیر ہوتا رہا۔ جو لوگ پہلے نہایت جمہوریت پسند تھے وہ کسطرح ایکبارگی بادشاہ پرست بنگئے جنکا تعلق پہلے کیتھولک فرقہ سے تھا وہ کسطرح بعد کو ملحد و بیدین ہوگئے۔ پھر سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہوتا ہی کہ وہ لوگ جو پہلے تسلط و استبداد کے جانی دشمن تھے خدا جانے انمین کیا تغیر ہوگیا کہ وہ ایکبارگی نپولین کے سامنے بالکل بے دست و پا ہوکر اسکے حلقہ بگوش بنگئے

اسی طرح ہمارے ملک کے علاوہ اگر یورپ کے دیگر ممالک کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ ادھر کچھ عرصہ کے اندر یورپ کی سیاست مین کتنے عظیم الشان تغیرات واقع ہوے ہین پہلے انگریز ہمارے حلیف تھے پھر روس کے مقابلہ مین انگریزون نے دوبارہ ہمکو دھوکا دیا اور ہمارے دشمن بنگئے اور اسکے بعد اب پھر وہ ہمارے حلیف ہین۔

علاوہ برین ان مذہبی اور سیاسی تغیرات کے علاوہ مختلف علوم و فنون مین بھی ایک مدت کے بعد عظیم الشان تغیر ہوجاتا ہے۔ آجکل فلسفہ کے جو مختلف اصول ہمین نظر آرہے ہین وہ سب اسی کلیہ کے شواہد ہین اسیطرح اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آج ایک اڈیٹر یا مصور قوم کو مسخر کیے ہوے ہے تو کل وہی قوم کی نگاہ مین ذلیل ہوجاتا ہے لیکن یہ تغیرات اور انقلابات زمانہ جنکو ظاہر بین نگاہین حقیقی اور اصلی تغیرات سمجھتی ہین انمین جب ذرا زیادہ غور کیا جاتا ہی تو نظر آتا ہی کہ جو خیالات فی الحقیقت انکا ہیولیٰ

عقائد کے خلاف اور انکے برعکس ہوتے ہین وہی سریع الزوال بھی ہوتے ہین جو عقیدہ و خیال قوم کے موروثی عقائد کے خلاف ہو اسکے متعلق یاد رکھو کہ اسکو ایک لمحہ فروغ نہین ہو سکتا لیکن جو خیالات موروثی عقائد کے خلاف نہین ہوتے وہ حسب حیثیت و رتبہ ایک مُدت تک باقی رہتے ہین اور اسکے بعد جب انکا وقت آجاتا ہو تو وہ بھی مٹجاتے ہین

زمانۂ حال مین اس قسم کے تغیر پذیر خیالات کی بڑی کثرت ہے اور اسکے تین سبب ہین۔

(۱) چونکہ قدیم افکار و عقائد بہت بوسیدہ اور از کار رفتہ ہو گئے ہین اسلیے اب وقتی اور عارضی افکار و خیالات کے لیے میدان بہت وسیع ہو گیا ہے۔

(۲) جماعت کے اثر مین ترقی ہو گئی ہے اور جو قوتین جماعت کے اثر کو روکنے والی تھین وہ اسکے غلبہ کے آگے سپر انداز ہو گئی ہین اور چونکہ جماعت کے افکار بیحد تغیر پذیر ہوتے ہین اسلیے اب وہ بالکل خود سر ہو گئی ہے۔

(۳) اس زمانہ مین مطبوعات گھر گھر پھیلے ہوے ہین جنکی وجہ سے اوباش لوگون کے سامنے عجیب عجیب متناقض اور غیر مربوط خیالات پیش ہوتے ہین آج ایک خیال اچھی طرح ذہنون مین راسخ نہین ہونے پایا کہ کل دوسرا خیال کتابون کے ذریعہ سے پھیلا دیا جاتا ہے۔

یہ تین سبب ہین جنکی وجہ سے ہمارے زمانہ مین طبیعتون مین عجیب قسم کا انتشار پیدا ہو گیا ہے اور تاریخ انسانی مین ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے جو دوسرے ادوار سے اس بات مین ممتاز ہے کہ موجودہ دور مین راے عام حکومت سے بالکل آزاد ہو گئی ہے اور حکومتون کو مجبوراً راے عام کی اتباع کرنا پڑتی ہے۔

زمانہ سابق مین چونکہ قاعدہ یہ تھا کہ راے عام پر حکومتون اور چند صاحب اثر لوگون کا غلبہ ہوتا تھا اسلیے اس زمانہ مین راے عام مین اضطراب و انتشار نہین پیدا ہونے پاتا تھا لیکن اس زمانہ مین حالت یہ ہو گئی ہے کہ اڈیٹران اخبار اور ممتاز صحائف خود راے عام کی پیروی کرتے ہین اور رہبری اور رہنمائی سے جی چراتے ہین بلکہ اہل سیاست کا حال تو یہ ہے کہ وہ بجاے راے عام سے آگے چلنے کے اسکے پیچھے پیچھے چلتے ہین اور راے عام کا رعب کچھ انپر ایسا غالب آگیا ہے کہ وہ کسی ارادہ پر منٹ بھر نہین قائم رہتے ہین۔

گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا کہ راے عام روز بروز حکومتون کی سیاست پر حاوی اور مستولی ہوتی جاتی ہے اور اب یہانتک نوبت پہونچ گئی ہے کہ وہ قومون کو مصالحت اور مخالفت پر بھی مجبور کرنے لگی ہے۔ فرانس اور روس کے مابین جو آخری عقد مصالحت ہوا ہے اسکا باعث رائے عام ہی تھی اور اب پوپ اور تمام بادشاہ اس بات کے عادی ہو گئے ہین کہ اپنی باہمی مراسلات اور باہمی مکالمات کو شایع کرین تاکہ جمہور انپر راے زنی کر سکین۔ لوگ کہتے ہین کہ سیاست ان چیزون مین سے نہین ہے جو جذبات و مشاعر کے زور پر چلتے ہین لیکن میری راے مین یہ خیال غلط ہے اسوقت جماعت حکومتونکی سیاست پر مسلط ہے اور جماعت کے تمام کام عقل کے زور پر نہین بلکہ مشاعر و جذبات کے زور پر انجام پاتے ہین۔

لیکن حکومتونکے علاوہ جرائد و صحائف کی حالت بھی موجودہ زمانہ مین ناگفتہ بہ ہو گئی ہے اور انکو بھی مجبوراً جماعت کے غلبہ کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے اور ظاہر مین یہ جو نظر آتا ہے کہ لوگونپر جرائد کا اثر ہے تو یہ محض اسوجہ سے ہے کہ وہ بھی رد تام

راے عام کے ساتھ اپنی پالیسی مین تغیر کرتے رہتے ہین اور انکا وظیفۂ عمل صرف
یہ رہگیا ہے کہ لوگونکی رایونکو بلاکم وکاست پیش کردین اب اخبارات نے صرف اس
بات پر قناعت کرلی ہے کہ روزانہ خبرین چھاپدیا کرین اور طوعاً وکرہاً جسطرح بن پڑے
جماعت کے جذبات اور اسکی خواہشونکی اتباع کرین اور اگر وہ یہ نہ کرین تو انکو خسارہ برداشت
کرنا پڑے۔ بڑے بڑے قدیم جرائد کی حالت دیکھو۔ لاکا نسٹیٹیوشنل ٹیمس اور سائکل
یہ کسی زمانہ مین ایسے نامور اخبار تھے کہ ہمارے آباء واجداد اُنکے اقوال وآراکو بمنزلہ
وحی سمجھتے تھے۔ لیکن اب انکی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ بعض نکاہات اور تجارتی اشتہارات
سے ناظرین کی ضیافت طبع کردیا کرتے ہین۔ غرض اس زمانہ مین کوئی اخبار ایسا نہین
ہے جو اپنی قلت آمدنی کے باعث اپنی ذاتی راے کا اظہار کرتا ہو کیونکہ اسکو اس بات
کا خوف لگا رہتا ہے کہ اگر اسنے اپنی ذاتی راے کا اظہار کیا تو لوگ اسکو ناپسند کرینگے
اور اخبار کی وقعت گرجائیگی۔ جماعت کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ زیادہ تر اس بات
کو پسند کرتی ہے کہ اخبار مین کچھ ظریفانہ چٹکلے ہون، کچھ مضحکہ آمیز واقعات ہون، اور
اسیطرحکا دلچسپی کا سامان ہو، لیکن اسکے خلاف کوئی اخبار آزادانہ اظہار خیال کرتا ہے
تو لوگ یہ سمجھتے ہین کہ شاید اس اخبار کی اسمین کوئی ذاتی غرض مخفی ہے صرف یہی نہین
بلکہ اب حالت یہ ہے کہ اہل نقد ونظر بھی کسی کتاب یا ڈرامے کے شایع کرنے سے دل
چراتے ہین کیونکہ کتابون پر جو نکتہ چینی کیجاتی ہے اس سے بجاے نفع کے ضرر ہوتا ہے
اخبارات کو اب اسکا پورا یقین ہوگیا ہے کہ ذاتی خیالات کے ظاہر کرنے اور کسی
کتاب پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے کوئی فائدہ نہین اسلیے وہ اب کسی کتاب پر نکتہ چینی
کے بجاے صرف کتابون کا اشتہار شایع کردیتے ہین اور لوگونکو کتاب کی خریداری کے

جانب مائل کرنیکی غرض سے دو چار سطرین اپنی جانب سے بھی لکھ دیتے ہین۔

پس جرائد اور حکومتون کا مشغلہ اور وظیفۂ عمل اب صرف یہ رہگیا ہے کہ رائے عام کا تتبع کرین۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اہم واقعہ یا کسی ضروری قانون یا کسی لکچر کو انکے نزدیک اہمیت جو حاصل ہوتی ہے تو وہ صرف اس لحاظ سے کہ اُن چیزون کا اثر لوگون پر کیا پڑا اور اس اثر کا دریافت کرلینا کچھ مشکل بھی نہین ہوتا کیونکہ جماعت کے افکار اسقدر تغیر پذیر ہوتے ہین کہ آج جس سے وہ ناراض تھی کل اس سے وہ خوش ہوجاتی ہے، اور اس بنا پر اسکے تغیر پذیر اور متنوع تاثیرات کا حال جلد دریافت ہوجاتا ہے

غرض اسوقت جماعت کی حالت اضطرابی سے جو نتائج پیدا ہوے ہین وہ یہ ہین کہ یقین زائل ہوگیا ہے، وجدانیات اور جذبات کا اثر غالب ہوگیا ہے اور قومین ایک حالت اضطراب و فوضی مین ہین اور جدید مذاہب جو پیدا ہوے ہین مثلاً ہیأت اشتراکیت تو انکے معتقدین کی حالت یہ ہے کہ وہ اجہل طبقات مین سے ہین اور متوسط الحال طبقہ جو ہے وہ کچھ اس طرح حالت شک مین گرفتار ہے کہ اسکو کسی بات پر یقین ہی نہین رہا ہی

لیکن یہ انقلاب کوئی ادھر بیس پچیس سال کے عرصہ سے لوگونکے خیالات مین ہوا ہے ورنہ اس سے قبل کی حالت یہ تھی کہ چونکہ افکار و خیالات چند عقائد عامہ پر مبنی ہوتے تھے اسلیے انکے خاص خاص اغراض متعین ہوتے تھے مثلاً جو شخص حکومت پرست ہوتا تھا اسکے خاص قسم کے خیالات علمی طور پر منضبط ہوتے تھے جو جمہوریت پسند ہوتا وہ بھی چند مخصوص خیالات کا پابند ہوتا تھا اگر ایک شخص کا یہ اعتقاد ہوتا کہ انسان بندر سے پیدا ہوا ہے تو دوسرے کی راے بالکل اسکے خلاف ہوتی اگر ایک شخص کو انقلاب و شورش سے نفرت ہوتی تو دوسرا اسے بہت پسند کرتا اسیطرح بعض اسماء اس قسم کے تھے

کہ ہمیشہ اُنکے ساتھ خشوع و اجلال کا اظہار ضروری سمجھا جاتا تھا مثلاً روبسپیر اور مارٹ وغیرہ اور بعض نام وہ ہوتے تھے جنکے ساتھ ذلت و حقارت کا برتاؤ کیا جاتا تھا، مثلاً اگسٹس، قیصر، اور نپولین وغیرہ لیکن اسوقت حالت بالکل مختلف ہوگئی ہے اور بحث و مباحثہ کی بدولت کسی خیال کی وقعت لوگون کے ذہنونمین باقی نہین رہی ہے۔

لیکن باوجود اسکے ہمکو اس انتشار خیال سے جو ہمارے زمانہ مین پیدا ہوگیا ہی بالکل گھبرانا نہ چاہیے ہان بلاشبہہ یہ ضرور ہے کہ یہ انتشار خیال قومی انحطاط و تنزل کا باعث ہوتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ نفوس جماعت پر مضطرب الخیال اور اہل افکار لوگون سے زیادہ ان لوگون کا اثر پڑتا ہے جنکے قلوب مطمئن اور خیالات راسخ ہوتے ہین لیکن ہمکو یہ بات بھی فراموش نہین کرنی چاہیے کہ جب کوئی خیال یا کوئی راے نفوس پر ایسا غلبہ حاصل کرلیتی ہے جیسا اسوقت جماعت کو حاصل ہوگیا ہے تو اسمین ایک استبدادی شان پیدا ہوجاتی ہے جو تمام کائنات کو مسخر کرلیتی ہے اور جس سے ایک مدت کے لیے حریت فکری کا دروازہ مسدود ہوجاتا ہے اسلیے اب ہمارے لیے اسکے سوا کوئی چارہ نہین کہ ہم جماعت کے غلبہ کو تسلیم کرلین اگرچہ ہم یہ جانتے ہین کہ جماعت کا غلبہ و تسلط ہمارے تمدن کو برباد کرکے چھوڑے گا۔
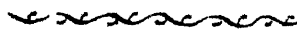
باب سوم

جماعت کے مختلف اقسام کی نفسانی تشریح

فصل اوّل

جماعت کے اقسام

جماعت کی عام تقسیم وتجنیس ۔ جماعت کی قسمین

(۱) وہ جماعتین جو مختلف عناصر سے مرکب ہوتی ہین

ان جماعتون کے ممیزات عموی ۔ قومیت کے اثرات ۔ قومیت کا اثر جتنا قوی ہوتا ہے اسیقدر روح جماعت ضعیف ہوتی ہے ۔ قومیت کا اثر حالت تمدن کی اور جماعت کا اثر دور وحشت کی یادگار ہوتا ہے ۔

(۲) وہ جماعتین جو متشابہ عناصر سے مرکب ہوتی ہین

ان جماعتون کے اقسام ۔ ذاتین ، فرقے ، طبقات وغیرہ ۔

صفحات بالا مین ہم جماعتون کے نفسانی خصائص کو تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے اب جماعتون کے نفسانی خصائص کی وضاحت کرنیکے بعد ان خاص خاص اوصاف کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے جو جماعت کی بعض بعض قسمونکے ساتھ مخصوص ہوتے ہین اسلیے اب ذیل مین ہم پہلے جماعت کے اقسام بالاجمال بیان کرتے ہین پھر اسکے بعد جماعت کی بعض خاص قسمونکو لیکر قسم وار خصائص کی تشریح کرینگے۔

جماعتونمین سب سے پہلے ہماری نظر جس جماعت پر پڑتی ہے وہ ایسی جماعت ہوتی ہے جسکے افراد کے مابین ہمین کوئی رابطۂ اتحاد بجز اسکے نظر نہین آتا کہ ان جماعتونکا سرا چند آوارہ گرد افراد کو اپنے ذاتی اثر سے اپنے ذاتی اغراض حاصل کرنیکے لیے مجتمع کر لیتا ہے۔ اس قسم کی ابتدائی جماعتونکی مثال مین ہم ان گروہونکو پیش کر سکتے ہین جو قدیم زمانہ مین دولت روم پر مختلف اوقات مین حملہ آور ہوے تھے۔

پھر ان کے بعد ان جماعتون کا نمبر آتا ہے جنمین مختلف عوامل اور ماحول کے اثر سے مختلف نفسانی خصائص کا ظہور ہونے لگا ہو اور گو ان جماعتونمین بعض ایسے اوصاف بھی پیدا ہو جاتے ہین جو انھین کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین لیکن یہ مخصوص اوصاف ہمیشہ جماعت کے اوصاف عمومی کے زیر اثر رہتے ہین۔

لیکن جب ان دونون قسم کی جماعتونمین وہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہین جنکی تشریح صفحات بالا مین گذر گئی ہے تو اسوقت انکو "جماعت نفسی" یا "جماعت منظمہ" کہتے ہین۔

ان جماعتونکی تقسیم حسب ذیل طریقہ پر کیجا سکتی ہے۔

(۱) وہ جماعتین جنکی ترکیب مختلف عناصر سے ہوتی ہے۔ ｛ (۱) غیر معروف الاسم جماعتین (جیسے شہدون، لچون یا شوارع عام کی جماعتین وغیرہ

(۲) وہ جماعتین جنکی ترکیب متشابہ عناصر سے ہوتی ہے،

(۲) معروف الاسم جماعتین (مثلاً جیوریونکی جماعت یا نیابی مجالس)

(۱) سیاسی اور مذہبی فرقے۔

(۲) پیشہ ور جماعتین

(۳) طبقات (یعنی قوم کا طبقۂ اعلیٰ، طبقۂ متوسط، اور طبقۂ ادنیٰ)،

(۱)

وہ جماعتین جو مختلف النسل افراد سے مرکب ہوتی ہین

یہ جماعتین جو مختلف النسل مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ، افراد سے مرکب ہوتی ہین اسی قسم کی جماعتین ہین جنکے نفسانی خصائص کی تشریح مینے صفحات بالا مین کی ہے یہ جماعتین عموماً ایسے افراد سے مرکب ہوتی ہین جنکے پیشے اور کاروبار مختلف ہوتے ہین۔ جب اس قسم کے چند افراد مجتمع ہو کر جماعت کی تشکیل کرتے ہین تو انکے انفرادی نفسانی خصوصیات پر ان خصائص سے پردہ پڑجاتا ہے جو عموماً جماعتون مین پائے جاتے ہین اور جنمین اس خصوصیت کو زیادہ اہمیت ہوتی ہے کہ جماعت مین اکثر افراد کی عقلی خصوصیتین جماعت کے جذبات و احساسات سے مغلوب ہو جاتی ہین

جماعات مختلفۃ العناصر پر جو عوامل اثر کرتے ہین ان مین سے ایک عامل یعنے قومیت کا اثر ان جماعتون پر بہت گہرا ہوتا ہے صفحات بالا مین ہم متعدد جگہ بیان کر چکے ہین کہ جسطرح قومیت کا اثر افراد کے افعال و عادات پر گہرا ہوتا ہے اسی طرح

جماعتین بھی اس اثر کی بہت زیادہ محکوم ہوتی ہین یہی وجہ ہو کہ جو جماعت صرف انگریزون سے مثلاً مرکب ہوتی ہو اسکی حالت اس جماعت سے مختلف ہوتی ہے جسمین وسی ہی فرانسیسی قوم کے افراد بھی شامل ہوتے ہین۔

جب چند مختلف الجنس افراد مجتمع ہوتے ہین توگو وہ منافع اور مقاصد جنکے لیے یہ افراد مجتمع ہوئے ہین ظاہر مین متحد ہون لیکن جہانتک اس جماعت کے شعور اور دماغی حالات سے تعلق ہے ان افراد مین اختلاف قومیت کی بنا پر ضرور کچھ نہ کچھ فرق نمایان رہتا ہے۔ اشتراکیین نے اکثر ایک ایسی مجلس منعقد کرنیکا ارادہ کیا جسمین ہر قوم کی مزدوری پیشہ جماعت کے ڈیلیگیٹ شریک ہون لیکن ہمیشہ اسکا نتیجہ باہمی اختلاف کی صورت مین ظاہر ہوا۔ یوروپ کی قومون مین باہم اتنا اختلاف ہے کہ اگر لاطینی قوم کا میلان اس جانب ہے کہ تمام قومی فرائض کو حکومت انجام دے تو اوسکے مقابلہ مین انگریزی قوم حکومت کے دائرۂ عمل کو بہت محدود کر دیتی ہے اور اگر لاطینی قومین افراد کی حریت شخصی اور استقلال ذاتی کو عملاً ہیچ سمجھتی ہین تو اسکے مقابلہ مین انگریزی قوم مین تمام کام افراد کے ذاتی استقلال اور انکی ذاتی اہمت سے انجام پاتے ہین یہی وجہ ہے کہ قومی اختلافات کی بنا پر یوروپ کے اشتراکیین اور جمہوریت پسندون کے اصول اور مذاہب مین ہمکو نمایان اختلاف نظر آتا ہے۔

قومیت کا اثر جماعت پر اسقدر گہرا ہوتا ہے کہ یہ اثر جماعت کے حرکات وسکنات مین ہمیشہ پیش پیش اور نمایان رہتا ہے اسی مقام پر سے یہ کلیہ قائم کیا گیا ہے کہ قومیت کی روح جتنی زیادہ قوی ہوگی اسیقدر جماعت مین انحطاط پذیر اوصاف کا اثر ضعیف ہوگا۔ بات یہ ہے کہ جماعت کی روح دور توحش کی یادگار رہتے اور جب اس روح کا غلبہ ہوتا

تو جماعت سے وحشت کے افعال صادر ہونے لگتے ہین لیکن قومیت کی روح دور تمدن کی یادگار ہے تو جبتک جماعت پر اس روح کا غلبہ رہتا ہے اسوقت تک قوم جماعت کے اثر و غلبہ سے اطمینان مین رہتی ہے۔

اس قسم کی مختلفۃ العناصر جماعتونکے تحت مین بعض وہ جماعتین شامل ہین جو مجہول الاسم ہوتی ہین، مثلاً شوارع عام کی جماعتین، یا شہدون کی جماعتین، وغیرہ، اور بعض جماعتین وہ ہوتی ہین جو خاص خاص اسماء کے ساتھ مشتہر ہوتی ہین، مثلاً جیوریونکی جماعتین، اور نیابی مجلسین وغیرہ، ان دونون قسم کی جماعتون مین جو اختلاف و امتیاز ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ پہلی قسم کی مجہول الاسم جماعتین اپنے نتائج اعمال کی ذمہ دار نہین ہوتین اور دوسری قسم کی جماعتین اپنے نتائج اعمال کی ذمہ دار ہوتی ہین۔

(۲)

وہ جماعتین جو متحد النسل افراد سے مرکب ہوتی ہین

وہ جماعتین جو متحد النسل افراد سے مرکب ہوتی ہین انکی تین قسمین ہین۔

(۱) فرقے (۲) پیشہ ور جماعتین (۳) طبقات۔

ان اقسام مین فرقون کا پہلا مرتبہ ہے جنکی ترکیب ان افراد سے ہوتی ہے جو تربیت اور پیشہ مین مختلف ہوتے ہین، لیکن جنکے درمیان رابطۂ اتحاد صرف وحدت اعتقاد سے ہوتا ہے، ان جماعتون مین دینی اور سیاسی فرقے شامل ہین۔ انکے بعد دوسرا درجہ پیشہ ور جماعتون کا ہے جنکی تشکیل ان افراد سے ہوتی ہے جو پیشہ اور تربیت مین متحد ہوتے ہین مثلاً فوجی جماعتین وغیرہ پھر انکے بعد سب سے اعلے مرتبہ طبقات کا ہے

جنکی تشکیل اُن افراد سے ہوتی ہے جنکے درمیان رابطۂ اتحاد نہ تو فرقون کیطرح وحدت اعتقاد سے ہوتا ہے اور نہ پیشہ ور جماعتون کیطرح وحدت تربیت سے، بلکہ جنکے ذرائع معاش متحد ہوتے ہین انکی مثال زراعت پیشہ دیہاتی وغیرہ ہین۔

لیکن چونکہ اس کتاب مین میرا مقصود صرف جماعات مختلفۃ العناصر سے بحث کرنا ہے اور میرا ارادہ یہ ہے کہ جماعات مؤتلفۃ العناصر سے ایک جداگانہ کتاب مین بحث کرون اسلیے اب مین جماعات مؤتلفۃ العناصر کے بیان کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا، اور جماعات مختلفۃ العناصر کے بعض مخصوص اقسام سے بحث کر کے کتاب کو ختم کرتا ہون۔
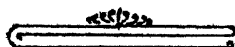
فصل دوم

جرائم پیشہ جماعتین

حرائم پیشہ جماعتین۔ جماعت قانون کی نگاہ مین مجرم ہوسکتی ہے مگر فلسفیانہ نگاہ مین اسکو مجرم نہین کہا جا سکتا۔ جماعت سے غیر شعوری کی حالت مین افعال کا صدور ہوتا ہے۔ بیان یا سبق کی مختلف مثالین۔ ماہ ستمبر کی شورہ پشت جماعت کے افعال کی نفسانی تشریح۔ اس جماعت کے افکار، اسکے شعور، اور اسکے اخلاق پر بحث۔

چونکہ ایک مُدت تک مختلف ہیجات اور عوامل کے زیر اثر رہتے رہتے جماعت پر غیر شعوری کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ وہ آلۂ بیجان ہو کر تمام اوامر و احکام کی تعمیل کرنے لگتی ہے اور اسی حالت مین اس سے بعض اوقات، جرائم کا ارتکاب بھی ہوجاتا ہے، اسلیے عام استعمال اور علم النفس کی کتابون مین جماعتون کے جانب مجرمانہ فعال کا بھی انتساب کیا گیا ہے لیکن میرے خیال مین فلسفیانہ حیثیت سے

جماعت کے جانب مجرمانہ افعال کا انتساب کرنا سخت غلطی ہے صحیح ہے کہ جماعت کے بعض افعال بعض اوقات جرم کی حد کے اندر آجاتے ہین، لیکن یہ جرائم اسیطرح کے ہوتے ہین جسطرح درندے جرائم کا ارتکاب کرتے ہین، اور باوجود اسکے درندون کو کوئی مجرم نہین کہتا۔ بات یہ ہے کہ جماعت سے جو جرائم سرزد ہوتے ہین وہ کسی ہیج شدید کی بدولت اس سے وقوع مین آتے ہین اور اس ہیج شدید سے متاثر ہو کر جو افراد ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہین وہ یہ نہین سمجھتے کہ وہ جرائم کا ارتکاب کر رہے ہین بلکہ وہ یہ سمجھتے ہین کہ وہ ایک واجب یا فرض ادا کر رہے ہین اور ظاہر ہے کہ یہ شان مجرمون کی نہین ہوتی ہے۔

اس طرح کے واقعات مین سے ایک واقعہ قلعۂ باسٹل کے مہتمم جیل مویو لونی کے قتل کا ہے تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ قلعۂ باسٹل پر انقلاب فرانس کے زمانہ مین جب شورش پسندونکا قبضہ ہوگیا تو باغیون نے وہان کے مہتمم جیل کو گھیر لیا اور اس بیچارے پر ہر طرف سے بوچھار شروع ہوگئی۔ کوئی اسکے بابت پھانسی دینے کی رائے دیتا تھا، کوئی کہتا تھا کہ اسکو قتل کردینا چاہیے، کسیکی رائے یہ تھی کہ نہین گھوڑے کی دم مین باندھکر اسکی تشہیر کرنا چاہیے۔ غرض اسکی بابت ہر شخص ایک نئی رائے دیتا تھا اور وہ بیچارہ مدافعت مین مشغول تھا کہ اتفاق سے باغیون کے گروہ مین سے ایک شخص کے اسکی لات لگ گئی، بس پھر کیا تھا مجمع غصہ سے بیتاب ہوگیا اور رائے یہ قرار پائی کہ اسکی لات جس شخص کے لگی ہے وہ اسکو قتل کرے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ لات جس شخص کے لگی تھی وہ ایک تماشہ بین نانبائی تھا جو وہان تماشہ دیکھنے گیا تھا، اسنے جو یہ سُنا کہ مجھے مہتمم جیل کو قتل کرنا ہوگا تو وطن پرستی کے جوش کی بنا پر اسے خیال پیدا ہوا کہ اچھا مین وطن کا ایک فرض ادا کرکے ایک تمغہ حاصل کرونگا۔ اس جوش

مین آکر اُسنے تلوار کا ایک وار کیا، لیکن وار خالی گیا، جھنجھلا کر اُسنے جیب سے ایک چھرا نکالا اور اس سے مہتمم جیل کا کام تمام کر دیا۔

اس مثال سے ظاہر ہوتا ہی کہ کسطرح غیر شعوری کی حالت مین جماعت سے جرائم کا صدور ہوتا ہی۔ اسی واقعہ مین دیکھو کہ جماعت کسطرح خارجی تحریک سے غصہ مین آگئی اور قاتل یہ سمجھتا رہا کہ وہ وطن کا فرض ادا کر رہا ہی پس اسطرح کے فعال جو جماعت سے صادر ہوتے ہین گو قانوناً جرم سمجھے جاسکتے ہین، مگر علم النفس کے نقطۂ نظر سے وہ کسیطرح جرم کی حد مین داخل نہین ہین۔

جرائم پیشہ جماعتون کو دوسری جماعتون سے کسی بات مین امتیاز نہین ہوتا اور ان جماعتون مین بھی تقریباً وہ تمام خصائص پائے جاتے ہین جنکا ظہور دیگر جماعتون مین ہوتا ہے، اور جنکو ہم صفحات بالا مین بالتفصیل بیان کر چکے ہین: مثلاً اثر پذیری تلون مزاجی، اور ضعف عقلی، وغیرہ۔

اب ہم ذیل مین جرائم پیشہ جماعتون کے خصائص پر مفصل نظر ڈالنے کیلیے ایک خاص جماعت کے کارنامونکو تفصیل سے بیان کرتے ہین جس سے جرائم پیشہ جماعتون کے اوصاف کی نفسانی تشریح اچھی طرح ہو جائیگی۔ ماہ ستمبر کے فتنہ کا واقعہ فرانس کی تاریخ مین ایک افسوسناک یادگار ہی، اور گو واقعۂ ماہ ستمبر کی جماعت اور واقعہ سینٹ بارتھولومیو کی جماعت کے اوصاف مین نمایان مشابہت پائی جاتی ہی، مگر مین یہان واقعۂ ماہ ستمبر[1] کے تفصیلی حالات موسیو ٹائن سے لیکر نقل کرتا ہون جو واقعۂ انقلاب فرانس کا بہترین مؤرخ ہی۔

---

[1] یہ مشہور حادثہ زمانۂ انقلاب فرانس مین بماہ ستمبر ۱۷۹۲ء پیرس مین وقوع پذیر ہوا۔ اس واقعہ کا باعث ایک شخص مارٹ نامی تھا یہ شخص پہلے طبیب تھا پھر ایک اخبار کا اڈیٹر ہو گیا اس کا یہ خیال تھا کہ ۲۰۰۰۰۰ آدمیون کو وطن کے فدیہ مین پھانسی دیدینا چاہیے۔ (مؤلف)

ہمکو اس سے غرض نہین کہ واقعۂ ماہ ستمبر کے فساد کا بانی کون تھا ڈانٹن یا کوئی اور[۵۱] بہر حال اس واقعہ مین ہماری بحث کا تعلق جس بات سے ہے وہ یہ ہے کہ باغیونکی جماعت مین ایک ایسی تحریک پیدا کردیگئی جس سے اُس جماعت کے تمام افراد متاثر ہوگئے اور جماعت وحشیانہ افعال کا ارتکاب کرنے لگی۔

باغیون کی یہ جماعت تین سو جلادون سے مرکب تھی جو سب کے سب مختلف ذاتون اور مختلف فرقون سے تعلق رکھتے تھے، انمین دوکاندار، پیشہ ور، دستکار، معمار، سرکاری ملازمین، اور دلال، سبھی طرح کے لوگ تھے، اور سب ایک ہی ہیجان کے زیر اثر تھے اور سب کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ ایک وطنی خدمت انجام دے رہے ہین ان لوگون نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ ایک خاص عدالت کا محکمہ ایجاد کیا، اس محکمہ نے تفتیش کرکر کے ملزمین کی ایک فہرست تیار کی اور یہ قرار پایا کہ سب سے پہلے امراء، پادریون ملازمین پولیس، اور سرکاری ملازمون کو قتل کرنا چاہیے۔ غرضکہ جتنے لوگ اس محکمہ کے نزدیک مجرم قرار پائے وہ بلا رو و رعایت تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے اور شہر مین ایک فتنۂ محشر خیز برپا ہوگیا۔ عام باشندون کے قتل کرنے کے لیے کسی خاص حکم کی ضرورت نہ تھی بلکہ قتل خود ایک قضائے مبرم تھا، لیکن خاص خاص لوگون کے قتل کے لیے علے حسب مراتب احکام صادر کیے جاتے تھے۔ اس فتنہ مین جس قساوت قلبی اور وحشت کا اظہار کیا گیا ہے وہ بیان سے باہر ہو لیکن باوجود اسکے یہ عجیب بات تھی کہ اس قساوت قلبی کے مقابلہ مین لطف و مہربانی کے نمونے بھی کہین کہین نظر پڑتے تھے چنانچہ یہ ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ اتفاق سے اس جماعت مین ایک

---

[۵۱] صحیح یہ ہے کہ اس فساد کا بانی ایک شخص موراٹ نامی تھا۔

شخص کو معلوم ہوا کہ قیدیون کو چھ گھنٹے سے متواتر پانی نہین ملا ہے، یہ سُنکر وہ فوراً
غصہ مین آگیا اور مہتمم جیل پر جھپٹ پڑا لیکن جب قیدیون نے خود ہی اسکی سفارش
کی تو اسنے چھوڑ دیا۔ اسیطرح جب عدالت سے کوئی مجرم بری کیا جاتا تو یہ لوگ بہت
خوش ہوتے اور فرط مسرت سے تالیان بجاتے اور جب زیادہ وجد مین آجاتے تو
ناچنے گانے لگتے تھے۔ عورتون کے لیے بھی ایک جگہ مخصوص کر دیگئی تھی جہان سے وہ
قتل و غارت کے مہیب منظر کا تماشہ دیکھتی تھین لیکن جب لوگون نے یہ شکایت کی کہ
عورتون اور دیگر تماشہ بینون کو تماشہ اچھی طرح نظر نہین آتا تو اُسوقت سے یہ حکم ہوگیا کہ
ملزمین کو دو دو صفین گھیرے رہا کرین اور آہستہ آہستہ چلا کرین تا کہ تماشہ بینون کی نظر
کے سامنے یہ تماشہ دیر تک رہا کرے بعض لوگ ملزمین کو برہنہ کر کے میدان قتل مین
لاتے اور اسکے بعد انکے پیٹ پھاڑتے، یہ عجیب دردناک منظر ہوتا تھا لیکن ان
دردناک منظرون مین کہین کہین دیانت و امانت کی مثالین بھی نظر پڑ جاتی تھین یہ لوگ
مقتولین کے مال و زر کو بالکل ہاتھ نہین لگاتے تھے بلکہ تمام مال و زر اور جواہر لا کر ججون
کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔

اسکے علاوہ جو دلائل و براہین وہ قائم کرتے تھے وہ نہایت سادہ لوحی پر مبنی
ہوتے تھے چنانچہ جب یہ لوگ ایکہزار دو سو یا ایکہزار پانچسو آدمیون کو باختلاف
روایت قتل کر چکے تو انکو خیال ہوا کہ دوسرے قیدخانون مین بھی بکثرت آدمی سڑگل
رہے ہین اُنکو بھی قتل کر دینا چاہیے، اور قیدخانون مین اتفاق سے جو لوگ تھے وہ نہایت
بیکس اور غریب تھے اور زیادہ حصہ اونمین عورتون اور نابالغون کا تھا ان لوگون
نے خیال کیا کہ یہ قیدی اگرچہ مجرم نہین ہین اور نہایت غریب اور بالکل بیگناہ ہین

لیکن ممکن ہے کہ آگے بڑھ کر یہ لوگ قوم و وطن کے دشمن نکلین اسلیے انکو مٹا دینا ہی اچھا
ہے۔ ان قیدیونمین ایک عورت تھی جسکا شوہر زہر دیکر مار ڈالا گیا تھا اسکے متعلق
بعضون نے یہ رائے قائم کی کہ یہ عورت اپنے قید ہونے پر غصہ مین تو ضرور ہوگی اگر کہین
اتفاق سے یہ چھوڑ دیگئی تو یہ غصہ کے مارے پیرس مین آگ لگا دیگی اسلیے اسکو تو ضرور
ہی قتل کر دینا چاہیے، اس رائے کو سب نے بسر وچشم قبول کیا اور بیچاری عورت اور اسکے
ساتھ پچاس نوعمر لڑکے سترہ سترہ اٹھارہ اٹھارہ برس کی عمر کے تہ تیغ کرڈالے گئے۔
اسپر بھی ان جلادون کا یہ قول تھا کہ اچھا ہوا یہ قتل کر دیے گئے ورنہ یہ اگر زندہ رہجاتے
تو سب سے بڑھکر یہی قوم و وطن کے دشمن نکلتے اچھا ہوا جو ان سے نجات ملگئی۔

غرض مشق جفا کامل ایک ہفتہ تک جاری رہی اور اسکے بعد جب یہ لوگ قتل
کرتے کرتے تنگ آ گئے تو اسوقت انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ انھون نے وطن کی ایک
بیش بہا خدمت انجام دی ہے اسلیے انھین تمغہ اور انعام ملنا چاہیے۔ یہ تفصیل ہے
اس عبرتناک واقعہ کی۔

اس واقعہ کے علاوہ ۱۸۷۱ء کی بغاوت کے دوران مین بھی بہت سے واقعات
اسیطرح کے پیش آئے اور آیندہ بھی ذرا جماعت کے اثر و غلبہ کو ترقی ہونے دو تو دیکھنا
کیا کیا وقوع پذیر ہوتا ہے۔

فصل سوم

فوجداری عدالتون کی جیوریان

فوجداری عدالتون کی جیوریان۔ جیوری کے خصائص عمومی اعداد و
شمار سے پتہ چلتا ہے کہ جیوریون کے فیصلون پر انکی نوعیت تشکیل
سے کوئی اثر نہین پڑتا۔ جیوری کے ممبر کسطرح دفعتہً اثر پذیر ہوجاتے
ہین۔ عقلی دلیل کا جیوریونکی راے پر کوئی اثر نہین پڑتا۔ مشہور بیرسٹر
کن کن طریقون سے جیوری کی راے پر اثر ڈالتے ہین۔ وہ کون سے
جرائم ہین جنکے ارتکاب کرنیوالے جیوری کے جذبۂ تلطف کو اپنی
جانب جذب کرلیتے ہین۔ جرائم کی تحقیقات مین جیوریون کے توسط
کے فوائد اور یہ بحث کہ اگر جرائم کی تحقیقات مین جیوریون کی رایون
سے فائدہ نہ اٹھایا جاے تو عدل و انصاف مین رکاوٹ پیش آئے

چونکہ ہم جیوریون کے تمام اقسام پر اس کتاب مین مفصل بحث نہین کرسکتے

اسلیے ذیل مین ہم صرف فوجداری عدالتونکی جیوریون سے بحث کرینگے جو مختلف العناصر جماعتونکا ایک نہایت کامل نمونہ ہوتی ہین دیگر جماعتون کیطرح جیوریون کی جماعتین جماعت کے ان تمام اوصاف سے متصف ہوتی ہین جنکا ذکر صفحات بالا مین گذر چکا ہے دیگر جماعتون کیطرح یہ جماعتین بھی سریع الانفعال اور متلون المزاج ہوتی ہین دیگر جماعتون کیطرح ان جماعتون کے فیصلے بھی عقلی پہلو سے گرے ہوتے ہین اور دیگر جماعتونکی طرح یہ جماعتین بھی اپنے لیڈرون کی تابع فرمان ہوتی ہین، غرض ان جماعتونمین بھی وہ تمام اوصاف پاے جاتے ہین جو نفس اجتماعی کا خاصہ ہین اور جنکا تذکرہ صفحات بالا مین گذر چکا ہے۔

جیوریونکی حالت کا اندازہ کرنیکی غرض سے ہماری نظر سب سے پہلے جیوریونکے تجاویز اور فیصلونپر پڑتی ہے یہ جماعتین عموماً جو فیصلے صادر کرتی ہین انکے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ جماعت پر روشن عقلونکا کچھ اثر نہین پڑتا اسلیے جیوریون کے تجاویز اور فیصلے بھی عقلی پہلو سے گرے ہوتے ہین اور اگر اہل فن اور اہل علم لوگ بھی اپنے اپنے علوم و فنون کے حدود سے تجاوز کرکے فوجداری عدالتون کے مقدمات کے فیصلے تحریر کرین تب بھی انکے فیصلے ان فیصلون سے زیادہ وقیع نہونگے جو عام قابلیت کے لوگ صادر کرتے ہین ۱۸۴۸ء کے پیشتر جیوریونکا انتخاب عموماً روشن خیال اور اہل علم طبقہ سے کیا جاتا تھا، لیکن اب اس زمانہ مین یہ بات موقوف ہوگئی ہے اور اب انکا انتخاب عموماً حرفت پیشہ گروہ سے کیا جاتا ہے۔ علماء اعداد نے شمار و اعداد سے بتایا ہے کہ جیوریونکا انتخاب خواہ کسی گروہ سے کیا جاے انکے فیصلے ہمیشہ یکسان ہوتے ہین، بلکہ اس واقعہ کا اعتراف علماء کے علاوہ خود ججون نے بھی کئی بار کیا ہے

موسیو ڈی گلاگو سابق جج عدالت فوجداری نے اپنی کتاب مین لکھا ہے۔

اس زمانہ مین جیوریون کے انتخاب کا حق میونسپلٹیونکو تفویض
کردیا گیا ہے جو اپنے سیاسی اغراض کی بنا پر جیوریونکا انتخاب
کرتی ہین، اور عموماً اس زمانہ مین تجارت پیشہ طبقہ اور کم حیثیت
لوگونمین سے جیوریونکا انتخاب کیا جاتا ہے۔ لیکن باوجوداسکے
ان جیوریون کے تجاویز اور فیصلے بھی اسی رتبہ کے ہوتے ہین
جس رتبہ کے ان کے پیشتر واہل علم جیوریون کے ہوتے تھے۔

عبارت بالا سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جیوریون کے تجاویز اور فیصلے عموماً صحیح اور انصاف پر مبنی ہوتے ہین البتہ عقلی پہلو سے انمین ضعف ضرور ہوتا ہے لیکن اگر فیصلے عقلی پہلو سے ضعیف ہوتے ہون تب بھی تعجب کی کونسی بات ہے، اسلیے کہ تمام بیرسٹر اور جج عموماً جماعتون کے نفسانی حالات سے ناواقف ہوتے ہین موسیو لاشاؤ جو عدالت فوجداری کا ایک کامیاب بیرسٹر تھا ہمیشہ ججون اور جیوریون کی راے سے مخالفت کیا کرتا تھا لیکن اب تجربہ سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ روشن خیال ججونکی راے سے اختلاف کرنا بالکل بیکار ہوتا ہے، چنانچہ اب پیرس کے بیرسٹرون نے عموماً یہ عادت ترک کردی ہے، لیکن باوجوداسکے جیسا کہ موسیو گلاگو نے تحریر کیا ہی ججون اور جیوریونکے فیصلونمین اب بھی کسی قسم کا تغیر نہین نظر آتا اور اس زمانہ مین بھی جیوریون کے فیصلے نہ سابق فیصلون سے زیادہ منصفانہ ہوتے ہین اور نہ نامنصفانہ۔

جیوریونکی جماعت بھی دیگر جماعتون سے اس بات مین مشابہ ہوتی ہے کہ اسپر جذبات کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اور دیگر جماعتون کیطرح ممبران جیوری بھی عقلی استدلال

سے اثر پذیر نہین ہوتے۔ ایک بیرسٹر کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی عورت انکے سامنے لائی جائے جو غریب ہو اور ایک بچہ کو دودھ پلاتی ہو یا اگر چھوٹے چھوٹے یتیم بچے انکے سامنے پیش کیے جائین تو وہ جوش رقت سے بیتاب ہو جاتے ہین اور جادۂ انصاف سے ہٹ جاتے ہین۔ موسیو گلاگو لکھتے ہین۔

"جیوری کی توجہ کو اپنی جانب جذب کرنے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ عورت ذرا ظریف طبع ہو"

عموماً جن جرائم سے خود خوف کھاتے ہین اور جو ہیئت اجتماعی کے لیے مضر ہوتے ہین انکے ارتکاب پر تو جج آپے سے باہر ہو جاتے ہین، لیکن ایسے جرائم جنکا ارتکاب محض جذبۂ محبت کی بنا پر کیا گیا ہو اور جو ہیئت اجتماعی پر مضر اثر نہ ڈالتے ہون انکے ارتکاب سے ججون کو کچھ خیال بھی نہین ہوتا۔ پس اگر انکے سامنے ایسی عورتین پیش کیجائین جنکو بدمعاش لوگ گھرون سے بھگا لیگئے ہون تو اسپر انکو سخت غصہ آتا ہے، کیونکہ انکے خیال مین یہ ہوتا ہے کہ جس ملک مین قانون اس قسم کے جرائم کا انسداد نہ کرے وہان گھر بار بالکل محفوظ نہین رہسکتا اسلیے اس قسم کے جرائم پر وہ غصہ سے بیتاب ہو جاتے ہین۔

دیگر جماعتون کیطرح ججون اور جیوریون کی جماعتین بھی نفوذ سے بہت جلد اثر پذیر ہوتی ہین۔ موسیو گلاگو نے کیا خوب کہا ہے کہ جج اور جیوری اپنے خیالات مین خواہ کتنے ہی جمہوریت کے حامی ہون لیکن عملاً وہ بالکل آزاد نہین ہوتے حسب ونسب، دولت و ثروت، شہرت، اور کسی مشہور بیرسٹر کی پیروکاری، یہ سب ذرایع ہین جن سے جج کی راے پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔

ججون اور جیوریون کی راے پر جس تدبیر سے اثر ڈالنا چاہیے اسکی کیفیت ایک

کامیاب انگریز بیرسٹر نے خوب بیان کی ہے جسے مین یہان نقل کرتا ہون وہ لکھتا ہے۔

"سب سے پہلے بیرسٹر کیلیے لازمی ہے کہ وہ برابر جج کی راے پر اثر ڈالنے
کی کوشش کرتا رہے، تقریر تھوڑی ہو اور استدلال سے گریز کرے،
تقریر کرتے وقت جج کے حرکات و سکنات کی نگرانی اور مناسب موقع
و وقت کی تلاش بھی ضروری ہے۔ سب سے زیادہ اس بات کی نگرانی
کرتے رہنا لازمی ہے کہ میرے الفاظ اور جملون سے جج کے چہرے پر کیا آثار
طاری ہوتے ہین۔ اپنے سامنے کی صف مین جو جج بیٹھے ہون پہلے اُنکے
چہرون کو بغور دیکھنا چاہیے پھر اسکے بعد والے ججون کے چہرے کو، آخر مین
اس جج کی جانب توجہ کرنا چاہیے جو بیرسٹر کی راے کے خلاف ہے، اور
حتی الامکان یہ کوشش کرنا چاہیے کہ کسیطرح یہ جج اپنی راے پلٹ دے
اور یہ سب سے زیادہ مشکل کام ہے،،

سطور بالا مین بیرسٹر مذکور نے گویا فن خطابت کی تلخیص کر دی ہے اور بتا دیا ہے
کہ خطیب اپنے خطبہ کے پہلے ہی حصہ مین جو کامیاب نہین ہوتا تو اسکی وجہ یہ ہوتی ہے
کہ نفوس سامعین مین اسکے خطبہ سے جو اثر پیدا ہوتا ہے اسکے مطابق اسے اپنے خطبہ
مین تغیر کرنا پڑتا ہے اسلیے خطیب کو اسوقت تک کامیابی نہین ہوتی تاوقتیکہ خطبہ کے
سلسلہ مین وہ سامعین کے جذبات وخیالات کا پورا اندازہ نہ کرلے اور یہ بات خطبہ
کے ابتدائی حصہ سے حاصل نہین ہوتی۔

پھر یہ کچھ ضروری نہین ہے کہ بیرسٹر تمام ججون کی رایو نکو اپنے موافق بنا لینے کی
کوشش کرے، بلکہ صرف یہ کافی ہے کہ جو جج سب کا رئیس ہے اسکی راے پر اثر ڈالا جاے

اور جہان استے اپنی رائے پلٹی بس فوراً اسکی راے کی جانب غلبیت ہو جاتی ہے۔
مذکور الصدر انگریز بیرسٹر لکھتا ہے،

"مجھے تجربہ سے معلوم ہوا ہی کہ جب فیصلہ کے تحریر کرنیکا وقت آتا ہی تو صرف

دو یا ایک جج کی راے دوسرونکو بھی اپنا ہمخیال بنالیتی ہے"

پس یہ ضروری ہے کہ ان دو یا تین ججونکو ہوشیاری سے اپنا موافق بنالیا جاے تو فیصلہ بھی اپنے موافق ہو جاتا ہے اس غرض کے حاصل کرنیکے لیے یہ ضروری ہے کہ بیرسٹر پہلے ہی سے کوشش کرکے ججونکو حیرت و استعجاب مین ڈالدے، کیونکہ جماعت جب کسی شخص کو حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھنے لگتی ہے تو اسکے ادلہ و براہین کو خوب کان دھر کر سنتی ہے۔ مینے موسیو لاشاڈ کے حالات مین حسب ذیل واقعہ پڑھا ہے جسکو مین یہان نقل کرتا ہون۔

مشہور ہے کہ مشہور بیرسٹر **لاشاڈ** اکثر بحث کرنے مین اس بات کی سعی کوشش کرتا تھا کہ دو ایک جج جنکو وہ صاحب نفوذ پاتا اسکے ہمخیال بن جائین اور اس تدبیر سے موسیو لاشاڈ اکثر کامیاب ہو جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا کہ کسی مقدمہ مین موسیو لاشاڈ قریب قریب ایک گھنٹہ تک بحث کرکے تھک چکا تھا اور مختلف تدبیرون سے اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ کسیطرح ایک خاص جج جسکی راے موسیو لاشاڈ کے خلاف تھی اسکا ہمخیال ہو جاے۔ جب سب تدبیرون پر وہ عمل کر چکا اور کسیطرح کامیابی نہوئی تو ایک دفعہ تقریر کرتے کرتے یکایک خاموش ہو گیا اور صدر جج سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ "فلان جج صاحب کی آنکھونپر دھوپ پڑ رہی ہی مہربانی فرما کر چاک ڈلوا دیجیے" یہ کہنا تھا کہ اس جج کے لبونپر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور

فوراً اپنی راے پلٹ کر وہ بھی **لارڈ شاڈ** کا ہمخیال بنگیا۔

جیوریون کے طبقہ سے ججونکو انصاف کرنے مین جو سہولت ہوتی ہے اُسکو نظر انداز کرکے اس زمانہ مین اہل صحافت و انشاء کے طبقہ سے ایک فرقہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے جو جیوریون کے نظام پر سختی سے نکتہ چینی کر رہا ہے، حالانکہ اسکو یہ معلوم نہین کہ ججونکی جماعت سے جو غلطیان سرزد ہوتی ہین انکی نگرانی جیوریون ہی کی جماعت کرتی ہے بخلاف اسکے بعضون کی یہ رائے ہے کہ جیوری کے طبقہ کو بحال تو رکھنا چاہیے، مگر صرف روشنخیال طبقہ تک اسکے دائرہ کو محدود کر دینا چاہیے لیکن ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ تجویز اور فیصلہ کا جہانتک تعلق ہے روشن خیال اور غیر روشن خیال دونو طبقے اس بارے مین یکسان ہین۔

لیکن ایک فرقہ اور ہے جسکی راے یہ ہی کہ چونکہ جیوریون سے غلطیان واقع ہوتی ہین اسلیے انکو قاضی اور جج بنا دینا چاہیے۔ میری سمجھ مین نہین آتا کہ یہ لوگ جن غلطیون کا انتساب جیوریونکے جانب کرتے ہین انھین یہ نہین معلوم کہ اسی قسم کی غلطیان ججون سے بھی سرزد ہوتی ہین۔ مجرم جب اُنکے سامنے لایا جاتا ہے تو وہ اول وہلہ مین اسکی بابت مجرم ہونیکی راے قائم کر لیتے ہین، پس اگر جیوریون کو نظر انداز کرکے آخری فیصلہ کا حق صرف ججون کو تفویض کر دیا جاے تو بیچارہ مجرم اپنی بریت کی کوشش کسطرح کریگا صحیح ہے کہ جیوریونسے غلطیان ہوتی ہین لیکن جیوری سے پہلے خود جج غلطی کا ارتکاب کرتے ہین پس اصل الزام خود ججونہی پر عائد ہوتا ہے۔ حال ہی مین یہ واقعہ گذرا ہی کہ ایک ڈاکٹر پر ایک نوجوان سادہ لوح عورتنے یہ الزام قائم کیا تھا کہ اسنے تیس فرنک کے عوض مین اسکا حمل ساقط کر دیا۔ اِن بیان کو سنکر ججون نے فوراً اسکے لیے سزا تجویز کر دی اگر راے عام اس فیصلہ کے خلاف نہوتی

تو وہ بیچارہ ماخوذ ہو کر جیل مین جا چکا تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجودیکہ لوگ عام طور پر مجرم کو بری سمجھتے تھے لیکن ججون کو خواہ مخواہ اسکے مجرم ہونے پر اصرار تھا۔

حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مقدمہ پیچیدہ ہوتا ہے تو چونکہ جیوریونکو اسکے اصلی حالات کا علم کم ہوتا ہے اسلیے وہ مجبور ہو کر ججون کی رائے سے اتفاق کر لیتے ہین، کیونکہ وہ دیکھتے ہین کہ یہ لوگ خود ان مسائل سے خوب واقف ہین یہ کیا غلطی کرینگے پس اب بتاؤ کہ اصلی خطاوار کون ہوتا ہے، ممبران جیوری یا خود جج صاحبان۔ حقیقت یہ ہی کہ جسطرح ہم نفیس چیزون کی قدر کرتے ہین اسیطرح ہمکو جیوریون کی جماعت کی بھی قدر کرنا چاہیے کیونکہ صرف یہی ایک طبقہ ہے جو قانون کی سختی اور شدت کا مقابلہ کر سکتا ہے قانون کے دفعات تو بالکل مطلق اور عام ہوتے ہین انمین شواذ و نوادر کا کچھ لحاظ نہین ہوتا، اور جج صرف قانونی صراحت کی پابندی کرتے ہین، انکو اس بات کا خیال نہین ہوتا کہ ایک شخص جو بھولی بھالی لڑکی کو بھگا کر لیگیا اور پھر اسنے اسکو چھوڑ دیا ان دونون مین سے لڑکی مجرم نہین ہے بلکہ بھگانیوالا مجرم ہے۔ بخلاف ممبران جیوری کے کہ وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ اس لڑکی سے زیادہ وہ شخص مجرم ہے جو اسکو بھگا کر لیگیا۔

یہ تفصیل ہے جیوریون کے جماعت کے نفسیات کی۔ اور مجھے تو فی الواقع جیوریون کی جماعت غلطی کا ارتکاب کرتے ہوے نظر نہین آتی، بلکہ میرے نزدیک تو جج زیادہ غلطیان کرتے ہین۔ ججون کی حالت اس جماعت کی سی ہوتی ہے جو لینت اور شفقت کے مفہوم سے نا آشنا ہوتی ہے اور جیوری کی حالت اس جماعت کی ایسی ہے جو مجسمۂ شفقت اور ہمہ تن رحم ہوتی ہے۔

فصل چہارم

ووٹ دینے والی جماعتین

ووٹ دینے والی جماعتون کے خصائص عمومی۔ یہ بحث کہ امیدوار انتخاب کو کن اوصاف کا جامع ہونا چاہیے۔ امیدوار انتخاب کے لیے نفوذ کی ضرورت۔ یہ بحث کہ اجرت پیشہ اور صنعت پیشہ گروہ اپنے مین سے نائب شاذ و نادر کیون منتخب کرتے ہین۔ منتخب کرنوالی جماعتون پر الفاظ اور جملون کا کتنا اثر پڑتا ہے۔ منتخب کرنوالی جماعتون کی رائے کیونکر قائم ہوتی ہے۔ سیاسی کمیٹیون کا اثر۔ سیاسی کمیٹیان مجسمۂ استبداد ہوتی ہین۔ واقعۂ انقلاب فرانس کی کمیٹیان۔ اس کا سبب کہ اگر حق انتخاب کو ایک خاص طبقہ تک محدود کر دیا جائے تب بھی وہ نتیجہ کیون حاصل ہوگا جو حق انتخاب کو عام کر دینے کے وقت ہوتا ہے۔ مختلف اقوام مین ووٹ دینے کے حق کا کیا مطلب ہے۔

وہ جماعتین جو کسی خاص غرض کے لیے نائب منتخب کرتی ہین، جماعات مختلف العناصر کا مکمل نمونہ ہوتی ہین یعنی جن افراد سے ان جماعتونکی تشکیل ہوتی ہے وہ مختلف نسل و مختلف پیشہ کے لوگ ہوتے ہین، انمین تجارت پیشہ بھی ہوتے ہین اہل فضل وکمال بھی ہوتے ہین، طبقۂ متوسط اور طبقۂ ادنی کے افراد بھی شریک ہوتے ہین۔ غرض یہ جماعتین مختلف النسل اور مختلف الخیال لوگون کا معجون مرکب ہوتی ہین۔ لیکن چونکہ ان جماعتون کا وظیفہ عمل مخصوص دائرۂ انتخاب مین محدود ہوتا ہے اسلیے ان جماعتون مین اُن تمام اوصاف کا پایا جانا ضروری نہین جو دیگر جماعتونمین پائے جاتے ہین، بلکہ ان مین صرف حسب ذیل مخصوص اوصاف پائے جاتے ہین۔

(۱) ضعف عقلی

(۲) فقدان ملکۂ انتقاد

(۳) سرعت غضب

(۴) زود اعتقادی

(۵) سادہ لوحی واثرپذیری

اسکے علاوہ ان جماعتون کے تجاویز مین ان تمام عوامل کے اثرات بھی صاف نمایان ہوتے ہین جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے یعنی قواد کا اثر، او ادعاد و تحکم و تکرار وغیرہ کے اثرات

ان جماعتون کے عمومی اوصاف کی تشریح کرنے کے بعد اب ہم اس امر سے بحث شروع کرتے ہین کہ بحث و استدلال مین ان جماعتون کا طریق کار کیا ہوتا ہے اور یہ جماعتین کس قسم کے دلائل سے اثرپذیر ہوتی ہین۔

سب سے پہلے یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ جو شخص امیدوار انتخاب ہے

اسکی ذات مین نفوذ کا پایا جانا ضروری اور کامیابی کے لیے شرطِ اولین ہے۔ لیکن
اگر یہ شخص نفوذ ہی سے محروم ہے تو اسکا قائم مقام وہ نفوذ ہو سکتا ہے جو ثروت
و دولت سے حاصل ہوا ہو، علمی اور دماغی قابلیتون سے جو نفوذ پیدا ہوتا ہے وہ اکثر
بیکار ہوتا ہے۔ نفوذ ایک قوت ہے کہ جو شخص اس قوت سے بہرہ ور ہوتا ہے وہ بلا
پس و پیش لوگون کو اپنے موافق ووٹ دینے پر مجبور کر ہی لیتا ہے لیکن چونکہ تجارت
پیشہ اور مزدوری پیشہ گروہ مین سے کسی شخص کو نفوذ حاصل نہین ہوتا اسلیے یہ گروہ
اپنے مین سے قائم مقامون کو کم منتخب کرتے ہین اور اگر کبھی منتخب بھی کرتے ہین تو محض
اسلیے کہ اپنے فریق مخالف صاحب رتبہ امیدوار انتخاب کو نقصان پہونچایا جائے۔
لیکن ایک حد تک صرف نفوذ ہی کامیابی کا آلہ نہین ہوتا بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی
ضروری ہے کہ امیدوار انتخاب لوگون کو اس بات کی امید دلائے کہ اگر وہ منتخب
ہو گیا تو لوگونکی خواہشین پوری کریگا مگر اسمین اتنا تجاوز نکرے کہ اسکی امیدین خلاف
عقل اور محال نظر آنے لگین۔ اب اسکے مقابل مین فریق مخالف پر بھی یہ لازم ہے
کہ وہ بذریعۂ ادعاء و تحکم و تکرار یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ میرا مخالف اور
مقابل نہایت بدنفس ہے اسنے جتنی امیدین دلائی ہین وہ کبھی پوری نکریگا۔ پس
اگر پہلا امیدوار جماعت کے نفسانی حالات سے ناواقف ہوا تو وہ فوراً ادعاء و تحکم کی
بجائے دلائل و براہین سے ان الزامات کی تردید اور اپنی ذات کی بریت کرے گا
یہانتک کہ آخرکار وہ ناکامیاب ہو جائیگا۔
اسکے علاوہ امیدوار انتخاب کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اپنے انتخاب کے
بعد جو جو اعمال انجام دینا چاہتا ہے اپنی اسپیچ مین ایک طول طویل فہرست اُن

اعمال و اصلاحات کی ضرور پیش کر دے۔ اگر اسنے اسپیچ دیتے وقت کوئی فہرست پیش کر دی ہے تو مجمع متاثر ہو جائے گا اور اسکے بعد منتخب کرنیوالے لوگ خود فراموش کر جائینگے کہ انکے منتخب کردہ قائم مقام نے کن کن باتون کا وعدہ کیا تھا اور آیا اسنے وہ وعدے پورے بھی کیے یا نہین۔

غرض تقریر بالا سے یہ معلوم ہو گیا کہ امیدواران انتخاب اپنی اپنی جماعتون کو کسطرح اثر پذیر کرتے ہین اور منتخب کرنیوالی جماعتوںپر بعض خاص الفاظ اور جملونکا کتنا اثر پڑتا ہے۔ جو الفاظ جماعتوںپر اثر کرتے ہین اُنکے نمونہ کے لیے چند الفاظ حسب ذیل ہین" راس المال" "یہ لوگ دغاباز ہین" "مال تمام افراد مین تقسیم کر دیا جاے" یہ اور اسی قسم کے دیگر جملے اور الفاظ مجمع پر زیادہ اثر کرتے ہین اور جو امیدوار انتخاب قلوب کو اپنے جانب جذب کرنے اور مجمع پر اثر ڈالنے کی تدبیرون سے واقف ہوتا ہے وہ یقیناً اس قسم کے جملون کو استعمال کرکے کامیابی حاصل کر لیتا ہے اسپین مین ۱۸۷۳ء مین جو شورش برپا ہوئی تھی اسکے باعث اسی قسم کے چند مبہم الفاظ تھے ہم یہان اس واقعہ کی پوری کیفیت اس زمانہ کے ایک مصنف کی زبانی بیان کرتے ہین وہ مصنف لکھتا ہے۔

> انتہا پسند جماعت کو خیال گذرا کہ جمہوریت ایک قسم کی شخصی سلطنت کا نام ہے اور جمہوریت کی آڑمین چند خود غرض حکومت کرینگے اسلیے انھون نے جمہوریت کی مخالفت شروع کی لیکن قوم پرست اعتدال پسند پارٹی نے انتہا پسندونکو اس بات پر راضی کر لیا کہ جمہوریت اس طرز کی قائم

کیجائیگی جیسی امریکہ مین ہے۔ یہ خیال ذہنون مین کچھ ایسا راسخ ہوگیا
کہ اب ہر شخص یہی کہنے لگا کہ بیشک اسی طرح کا طرز حکومت اسپین کی
سرسبزی اور ترقی کے لیے ضروری ہے لیکن باوجود اسکے ہر شخص
ان الفاظ کے معنے جُدا جُدا سمجھتا تھا بعض لوگ تو اسکا یہ مطلب سمجھتے
تھے کہ اب تمام صوبے آزاد کرکے مستقل حکومت بنادیے جائینگے
بعض یہ سمجھتے تھے کہ اسپین مین ولایات متحدہ امریکہ کا نظام حکومت
قائم کیا جائیگا۔ ادھر اشتراکیون نے بارسلونا اور اندلس مین ہر ہر گانون
اور ہر ہر دیہات کی آزادی کا اعلان کردیا اور یہ صدا بلند کی
کہ اسپین کے ہر صوبے سے دس ہزار کی تعداد مین نائب اور قائم مقام
منتخب کیے جائین جو ملک پر حکومت کرین، نیز یہ کہ فوج اور
پولیس برطرف کردیجائے۔ تھوڑے عرصہ مین اشتراکیون کے اس
فتنہ سے اسپین کے ہر ہر صوبہ مین بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی
اور ہر ہر شہر مین ایک مستقل حکومت قائم ہوگئی تار کے جال کاٹ
ڈالے گئے، ریل کی پٹریان کھاڑ ڈالی گئین، اور دارالحکومت
میڈرڈ سے بڑے بڑے شہرون کا سلسلۂ رسل و رسائل منقطع
ہوگیا اور ہر طرف توحش اور بربریت کے آثار نمایان ہونے لگے"

منتخب کرنیوالی جماعتون پر عقلی استدلال کا اثر جو کم پڑتا ہی اس سے انکار کرنا گویا جماعت
کے نفسانی حالات سے ناواقفیت کا اظہار کرنا ہے۔ ان مجامع مین بدگوئی، سب و شتم
طعن و تشنیع، اور تحکمانہ خطابت، کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ تقریرین جو کیجاتی ہین

نہین دلائل و براہین کا نام تک نہین ہوتا۔ ہان کبھی یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان مجامع
مین مقرر نے دلائل و براہین پیش کیے اور مجمع پر سکون کی کیفیت طاری رہی، لیکن
یہ بھی اسوقت ہوتا ہے جب مجمع کے اندر سے کوئی شخص اٹھکر مقرر سے سوال کر بیٹھتا
ہے تو اس سے سامعین متلذذ ہوتے ہین اور تھوڑی دیر کے لیے مجمع پر سکون
طاری ہوجاتا ہے مگر یہ لذت بھی دیرپا نہین ہوتی بلکہ سائل کی آواز مجمع کے
غیر معمولی شور و غل کے اندر بالکل گم ہوجاتی ہے۔ مین اپنے دعوی کی شہادت مین
ایک اخبار سے لیکر اسی قسم کا واقعہ درج کرتا ہون۔

ایک مرتبہ کسی قائم مقام کو منتخب کرنیکی غرض سے ایک مجمع مجتمع
ہوا۔ انارکسٹ طبقہ نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ پہلے سے
پہونچکر مقام اجتماع کو اپنے افراد سے پُر کرلے تاکہ اسکے مفاد کے
خلاف انتخاب عمل مین نہ آئے اور اشتراکیون نے بھی اسی تدبیر
پر عمل کرنا چاہا، یہانتک کہ اسی مخالفت و ردّ و قدح مین
دونون فریقون مین مڈبھیڑ ہوگئی، پھر کیا تھا، سب و شتم طعن و تشنیع
کی خوب گرم بازاری ہوئی۔ اس اثناء مین کمیٹی کا انعقاد ہوا
اور ایک شخص کا انتخاب بھی قرار پاگیا، اشتراکیون نے جب
یہ دیکھا کہ انکے مفاد کے خلاف انتخاب ہوگیا ہی، تو انھون نے اس
منتخب شدہ قائم مقام کے خلاف کارروائی شروع کی اور اسکی ذات پر
حملے کرنیلگے۔ لیکن اشتراکیون کے الزامات کا جواب اسپیکر نے ایک بسیط تقریر
مین یہ دیا کہ اشتراکیون کی جماعت نہایت نادان اور احمق ہی،

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ مزید وضاحت کی غرض سے اور درج کیا جاتا ہے؛

ماہ مئی کی پہلی تاریخ فرانس کی جرمن پارٹی نے ایک جلسے کے انعقاد
کا اعلان کیا جسکے متعلق یہ پہلے ہی سے طے کر دیا گیا تھا کہ نہایت
سکون اور خاموشی کے ساتھ منعقد ہوگا۔ لیکن جب جلسہ منعقد
ہوا تو ایک وطن پرست اسپیکر نے اپنی اسپیچ مین اشتراکیون پر
اس قسم کے سخت حملے کرنا شروع کیے کہ اشتراکی فرقہ کے لوگ پیچے
بدمعاش ہین؛ یہ ہونا تھا کہ اسپیکرون مین باہم خوب طعن و تشنیع
ہوئی حتی کہ سب و شتم سے جوتی پیزار تک نوبت پہنچ گئی اور اسی
سلسلہ مین کرسیان اور میزین بھی اچھلنے لگین۔

لیکن امثلہ بالا سے یہ نتیجہ نہ اخذ کرنا چاہیے کہ یہ طرز خطابت کسی ایک فریق کے ساتھ مخصوص ہے اور روشنخیال لوگون کے مجمع سے اس قسم کے غیر مہذب اور ناشائستہ حرکات صادر نہین ہوتے، بلکہ (جیسا کہ مین بیان کر چکا ہون)، جماعت مین داخل ہو کر افراد کے قوائے عقلی ماند پڑ جاتے ہین۔ پس اس بنا پر اگر روشنخیال اور اہل علم لوگونکا مجمع ہو تو اس سے بھی اسی قسم کے افعال صادر ہونگے۔ اسکی شہادت مین ہم اخبار ٹیمپس سے ایک ایسے جلسہ کا حال اقتباس کر کے درج کرتے ہین جسمین صرف طالبعلمون کا مجمع تھا۔

جب رات زیادہ آگئی تو لوگونمین سخت اضطراب پیدا ہونے لگا
اور حالت یہ ہو گئی کہ ادھر خطیب کی زبان سے الفاظ نہین نکلے
اور ادہر اسپر طعن و تشنیع شروع ہو گئی، کسیطرف تالیان پٹنے لگین
ایک طرف سے سیٹیون کی آوازین نغمہ کی کیفیت پیدا کرنے لگین؛

سامعین مین غل وشور برپا ہوگیا، اور ایک طرف سے "بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ"
کی صدائین بلند ہوئین اسی اثنا مین ایک دوسرا خطیب کھڑا ہوا
اور اسنے مجمع کو بہت ملامت کی کہ یہ بہت بیجا اور غیر مہذب
حرکات ہین جو اس مجمع کے شایان شان نہین"

اب اس جگہ ایک یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس اژدہام وہجوم اور شور وشغب کی حالت مین انسان کے حواس کسطرح برقرار رہ سکتے ہین اور وہ کسی مسئلہ پر راے کسطرح قائم کرسکتا ہی؟ لیکن اگر یہ پیش نظر کرلیا جاے کہ اس قسم کے مجامع مین ہر شخص کو آزادی حاصل ہوتی ہی، نیز یہ کہ مجمع کی راے جو قائم ہوتی ہی تو کسی عقلی استدلال کی بنا پر نہین بلکہ تسلط اور غلبہ کی بنا پر قائم ہوتی ہے اور یہ غلبہ مختلف قوتون اور مختلف پارٹیون کا ہوتا ہی جنپر چند مخصوص ذی نفوذ صحاب قابض ہوتے ہین تو اسوقت اس خیال کی کوئی اصلیت نرہیگی، اور صاف کھل جائیگا کہ اس مجمع مین ہر شخص کی راے تابع ہوتی ہی اپنی پارٹی کے رئیس کی راے کے اور ہر شخص کو ہر مسئلہ مین راے زنی کرنیکے لیے غور نہین کرنا پڑتا موسیو شیر جو زمانہ حال مین جمہوریت پرست گروہ کا رئیس ہی کیا خوب کہتا ہی کہ۔

"تم جانتے ہو کہ انتخاب کرنیوالے مجمع کی کیا حقیقت ہے؟ یہ جماعتین ہمارے
آئین وقوانین کی کنجیان اور سیاسی ہتھیار ہین۔ اسوقت اگر
فرانس مین کوئی حکومت ہے تو انہی پارٹیون اور جماعتون کی ہے"

یہی بات ہی کہ ان پارٹیون پر تسلط اور غلبہ حاصل کرنا سخت مشکل ہوتا ہے خصوصاً اگر امیدوار انتخاب صاحب ثروت ہو تو اسوقت اسکا مقابلہ کرنا سخت دشوار ہوجاتا ہے بصرف تین ملین فرانک کے مالک ہونیکی بدولت جنرل بولنگر کا انتخاب کئی مرتبہ ہوا

یہ تفصیل ہے منتخب کرنیوالی کمیٹیون کے نفسانی حالات کی۔ تمنے دیکھ لیا کہ اس قسم کی جماعتون کے نفسانی کیفیات دیگر جماعتونکے نفسانی کوائف سے جدا نہین ہوتے،

لیکن باوجود اسکے مین یہ نہین کہتا کہ عام انتخاب کا طریقہ جو آجکل رائج ہے بالکل بیکار اور مضر ہے۔ اگر انتخاب کے حقوق مجھے تفویض کردیے جائین، تو مین خود انتخاب عام کے حق کو وسعت دونگا لیکن باوجود تمام مضرتون کے مین انتخاب عام کے طریقہ کی تائید چند عملی وجوہ کی بناء پر کر رہا ہون جو حسب ذیل ہین۔

بلاشبہہ اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ انتخاب کے عام ہونیسے جو مضرتین پیدا ہوتی ہین وہ اظہر من الشمس ہین یہ کتنی بڑی مضرت ہے کہ چونکہ جماعتونکی زمام قیادت قوم کے چند افراد کے ہاتھونمین ہوتی ہے جو عقلی حیثیت سے برتر ہوتے ہین اسلیے گو حق انتخاب عام کیا جاے لیکن قومی تہذیب انھین ذی نفوذ اور صاحب اثر لوگون کے ہاتھونمین ایک کھلونہ کیطرح رہتی ہی یہ لوگ جب چاہین اسے بگاڑین اور جب چاہین سنوارین اور قوم کے ادنی طبقات کو گو حق انتخاب حاصل ہو وہ کچھ نہین کرسکتے اور اپنے حق کو عملا استعمال نہین کرسکتے، قوم مین انکی کوئی قدر و قیمت ہی نہین ہوتی بجز اسکے کہ انکی وجہ سے مجمع زیادہ ہوجاتا ہے۔ پھر دوسری مضرت یہ ہے کہ جماعت جو راے قائم کرتی ہی وہ اکثر اوقات پرخطر ہوتی ہے ہمارے ملک مین وقتاً فوقتاً جتنے فتنے برپا ہوے ہین انکا باعث جماعت ہی کا اثر و غلبہ تھا۔

بلاشبہہ حق انتخاب کو عام کردینے کی بناء پر یہ مضرتین پیدا ہوتی ہین لیکن اگر عملی حیثیت سے اس مسئلہ پر نظر ڈالی جائے تو ان الزامات کی کوئی قدر و قیمت باقی نہین رہتی جب کوئی خیال دماغونمین بس جاتا ہے تو اسکی مخالفت و مقاومت مین سخت دشواریان

پیش آتی ہین۔ دیکھو! قرون متوسطہ مین مذہبی عقائد کو کسقدر غلبہ حاصل تھا کہ کوئی انکی مخالفت مین آواز نہین بلند کرسکتا تھا۔ تسلط جماعت اور حق انتخاب عام کا عقیدہ بھی اس قسم کا عقیدہ ہے جسنے ان اگلے عقائد کیطرح اس زمانہ مین ذہنوںپر تسلط حاصل کرلیا ہے۔ قرون متوسطہ مین کسی آزاد خیال کے ذہن مین بھی کیا یہ گذر سکتا تھا کہ وہ اپنے زمانہ کے غیر معقول مگر مستحکم عقائد کی مخالفت مین آواز بلند کرے؟ کیا اس زمانہ کا کوئی شخص وجود شیطان اور حرمت یوم سبت کے انکار کی آسانی سے جرأت کرسکتا تھا؟ اگر کوئی شخص ایسا ہوتا تو یقیناً وہ مذہبی عدالت کے سامنے پیش کیا جاتا جہان الحاد و کفر کے الزام مین ماخوذ کرکے وہ زندہ جلادیا جاتا بعینہ اسیطرح کا غلبہ ہمارے زمانہ مین حق انتخاب عام اور تسلط جماعت کے عقیدہ کو بھی حاصل ہوگیا ہے۔ اسپیکر اپنے خطبون مین، اہل صحافت اخبارات کے کالمون مین اس عقیدہ کا تذکرہ اس جلالت و احترام کے ساتھ کرسکتے ہین جو کسی بادشاہ کو بھی کسی وقت نصیب نہوا ہوگا۔ پس اس عقیدہ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ زمانہ خود دیکھ لے گا اس عقیدہ کی مخالفت مین کارروائی کرنا گویا اپنی ہلاکت کا موجب ہونا ہے۔

موسیو ٹاکویل نے کیا خوب لکھا ہے۔

"عہد مساوات مین کسی شخص کو کسیکے ساتھ اعتقاد باقی نہین رہتا کیونکہ سب کی حالت یکسان ہوجاتی ہے لیکن اس مساوات کی بناء پر یہ عام اعتقاد پیدا ہوجاتا ہے کہ جمہور کی رائے کے آگے سرتسلیم خم کردینا چاہیے اور لوگونکے ذہنون مین یہ بات راسخ ہوجاتی ہے کہ ایک جم غفیر کی رائے کسی طرح غلط نہین ہوسکتی"

بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ اگر حق انتخاب کے دائرہ کو صرف اہل الرائے لوگون تک محدود کر دیا جائے تو اسوقت وہ مضرتین نہ پیدا ہونگی جو اس حق کو عام کر دینے سے پیدا ہوتی ہین لیکن مین اس خیال کو ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہین کر سکتا مین اس کتاب مین متعدد مقامات پر بیان کر چکا ہون کہ جماعت کی تشکیل خواہ کسی قسم کے افراد سے ہوئی ہو اسکی عقلی اور دماغی حالت ہر درجہ انحطاط پذیر ہوتی ہی پس اس کلیہ کے مطابق اگر فرض کیا جائے کہ ایک کمیٹی مین چالیس ممبر شریک ہین جنمین سے کوئی بیرسٹر ہے کوئی پروفیسر ہے تو میرے خیال مین اس کمیٹی کے تجاویز اور فیصلے کسیطرح اس دوسری مجلس کے فیصلون سے بہتر نہونگے جسکے ممبر معمولی درجہ کے لوگ ہین۔ میرے ذہن مین یہ بات کسیطرح نہین آتی کہ (مثلاً) جمہوریت کے فوائد کے متعلق اس زمانہ مین جو اجماع عام ہو گیا ہے اسمین تغیر ہو جائیگا، اگر رائے دینے والے لوگ اہل علم طبقہ سے ہونگے، کیونکہ اجتماعی احوال وکیفیات کے متعلق لوگ جو رائے قائم کرتے ہین تو اسوجہ سے نہین کہ ان رائے دینے والے لوگونمین فلان شخص یونانی زبان سے واقف ہے اور فلان پروفیسر ہے یا فلان ڈاکٹر ہے ان پیشون اور ذاتی حالات کو ظاہر ہے کہ رائے دینے مین کوئی دخل نہین ہوتا۔ یہی دیکھو کہ ہمارے ملک کے علمائے اقتصاد مین کتنے مدرس اور کتنے علمی سوسائٹیون کے ممبر ہین لیکن باوجود اسکے کبھی تمنے یہ بھی دیکھا کہ ان سب کا اتفاق کبھی کسی ایک مسئلہ پر بھی ہوا۔

اسوجہ سے میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر حق انتخاب کو اہل علم اور تعلیم یافتہ طبقہ تک محدود کر دیا جائے تب بھی نتیجہ وہی ہوگا جو حق انتخاب کو عام کرنیکی حالت مین ہوتا ہے۔ کیونکہ ان اہل علم حضرات کو بھی اپنے مخصوص جذبات و منافع کی بناء پر رائے

قائم کرنا پڑتی ہے یا اسوقت بھی خطرہ مٹا نہین بلکہ خطرہ کا اور اضافہ ہوگیا یعنی اب گویا زمام قیادت جماعت کے بجاے اہل علم لوگون کے ہاتھ مین دیدیگئی۔

پس حق انتخاب جماعت کا نتیجہ ہر صورت مین یکسان ہے اور وہ یہ ہے کہ جماعت ہمیشہ اپنے مخصوص فرقوں کے منافع ملحوظ رکھتی ہے خواہ حق انتخاب کو عام کر دیا جائے یا کسی خاص طبقہ تک اسکو محدود کر دیا جائے۔ اس بارے مین جمہوری ممالک فرانس بلجیم، یونان، پرتگال، اسپین، سب کی حالت یکسان ہے، وہ بھی جہان جمہوری حکومتین قائم ہین اور انکی بھی جہان شخصی حکومتون کا دور ہے۔ اسی مقام سے اس نظریہ کی اہمیت بھی جسکو مین اس کتاب مین بار بار دہراچکا ہون معلوم ہو جاتی ہے وہ یہ کہ آئین و اصول اور قومی نظام حکومت اور نظام تعلیم و تربیت کو قومونکی حیات و ممات مین کوئی مداخلت نہین ہوتی بلکہ قومون کے افعال و حرکات و سکنات اپنی اپنی قومی ضرورتون اور نسلی مقتضیات بالفاظ دیگر قومی روایات ہی کے تابع ہوتے ہین پس قومونکی نسلی حالت یا موروثی روایات پر انکی روزانہ ضرورتون کا مدار ہوتا ہے اور یہی ضرورتین اور قومی روایات وہ مخفی طاقتین ہین جو ہمارے انجام اور عاقبت کی مالک ہوتی ہین۔

نیابی مجلس کے بہت سے خصائص وہ ہین جو دیگر مختلف العناصر جماعتون
مین بھی پاے جاتے ہین۔ نیابی مجلس کی سادہ لوحی۔ اثر پذیری اور اُسکے
حدود مجالس نیابی کی وہ کونسی رائین ہوتی ہین جنمین تغیر نہین ہوتا اور وہ
کونسی رائین ہین جنمین تغیر ہوتا ہی۔ نیابی مجلس کی رایو نمین اضطراب کیون
پایا جاتا ہی۔ نیابی مجلس مین مختلف پارٹیون کے لیڈرونکی حالت انکے
نفوذ کے اسباب۔ ان مجلس مین تمام ممبر اپنے اپنے لیڈرونکی رائے کی
پیروی کرتے ہین۔ لیڈرون کے عناصر خطابت۔ الفاظ اور جملون کا اثر
یہ لازمی ہی کہ لیڈر تنگ نظر ہون اور اپنی رائے کو استدلال کے ساتھ پیش
کرین۔ جس خطیب کا نفوذ نہین ہوتا اسکی رائین نیابی مجلس مین مشکل سے
قبول کیجاتی ہین۔ نیابی جماعتین اپنے جذبات و مشاعر مین مبالغہ پسند ہوتی
ہین۔ کن اوقات مین نیابی مجلس مین مذکورۂ بالا اوصاف نہین پائے جاتے

فنی مسائل مین ماہرین فن کی رائے کا اثر نظام نیابی کے منافع و مضرات
گو یہ نظام موجودہ ضروریات کا متکفل ہے لیکن اس نظام سے دو مضرتین
پیدا ہوتی ہین، اسراف مال، تحدید حریت، کتاب کا خلاصہ۔

مجلس نیابی اُس جماعت سے عبارت ہے جو مختلف الجنس، مختلف الخیال، اور مختلف العقیدہ افراد پر مشتمل ہو۔ گو مختلف ممالک مین ان مجلسون کی تشکیل کے طریقے جُدا جُدا ہین، تاہم تمام ممالک مین ان مجالس کے نفسانی خصائص یکسان ہوتے ہین اور نین قومی خصائص کا اثر نمایان رہتا ہے۔ لیکن چونکہ ان مختلف ممالک کی نیابی جماعتونکے فیصلے او تجاویز بھی قریب قریب یکسان ہوتے ہین اسلیے ان حکومتون کو ایک ہی قسم اور ایک ہی طرح کی صعوبات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

موجودہ زمانہ مین تمام قومونکا آخری مطمح نظر جسکے حاصل کرنے کا تمام قومون کو اشتیاق ہے نظام نیابی ہے لوگونکے ذہنون مین یہ بات خوب راسخ ہوگئی ہے کہ جس کام کو چند لوگ ملکر انجام دیتے ہین وہ نہایت استقلال اور عمدگی کے ساتھ انجام پاتا ہے۔

نیابی مجالس مین بھی گو وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہین جو معمولی جماعت کے خصائص مین سے ہین، مثلاً سادہ لوحی، اثر پذیری، مبالغہ پسندی، قواد کا نفوذ، وغیرہ مگر اتنا فرق ہے کہ نیابی مجالس مین بعض اوصاف ایسے بھی پائے جاتے ہین جو دیگر جماعتون مین نہین ہوتے۔

مجالس نیابی کے اہم اوصاف مین سب سے پہلا وصف سادہ لوحی اور ضعف عقلی ہے جو ان مجالس کی تمام پارٹیون مین یکسان پایا جاتا ہے اور خصوصًا لاطینی قومون مین

تو یہ وصف اتنا ترقی پذیر ہے کہ یہ قومین تمام پیچیدہ اجتماعی مسائل کو چند سادہ صولون سے حل کرتی ہین یہ ظاہر ہے کہ یہ سادہ اصول مختلف پارٹیون کی اختلاف رائے کی بنا پر مختلف ہوتے ہین، لیکن انسان جماعت مین شامل ہوکر ان اصول کا اندازہ انکی اصلی قدروقیمت سے زیادہ کرتا ہی اور اپنی خیالی دنیا مین وہ نتائج کی آخری حدتک پہنچ جاتا ہی یہی وجہ ہے کہ نیابی مجالس کی تجویزین اور رائین اکثر یکطرفہ ہوا کرتی ہین،

ہم نیابی مجلس کے وصف سادہ لوحی اور ضعف عقلی کی مثال مین واقعۂ انقلاب فرانس کی اس مذہبی جماعت کو پیش کرسکتے ہین جو محض اسوجہ سے کہ اسکا دماغ عقلی دلائل وبراہین سے پُر تھا اپنے چند خیالی اصول کو خارجی معاملات اور حالات پر منطبق کیا کرتی تھی، ان لوگون کی حالت یہ تھی کہ ان کے خیالی اصول انکے رہبر تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان خیالی اصول کی بنا پر ہم ایک جدید اجتماعی حالت پیدا کرکے قوم کو معراج ترقی پر پہنچا دین گے، وہ اپنے ان خوابون کو پورا کرنے کے لیے چند معمولی وسائل اختیار کرتے تھے اور جب انکو کوئی مصیبت درپیش ہوتی تو وہ اس مصیبت کو دفع کرنیکی کوشش کرتے تھے۔

نیابی مجالس کا دوسرا اہم وصف یہ ہے کہ وہ بہت جلد دوسرونکی رائے سے اثرپذیر ہوتی ہین اور گو نیابی مجالس اس وصف مین دیگر جماعتون کے مشابہ ہوتی ہین، یعنے یہ کہ جسطرح دیگر جماعتین اپنے اپنے لیڈرون کے زیر فرمان ہوتی ہین اسیطرح نیابی مجالس کی بھی ہر پارٹی اپنے اپنے لیڈرون کے زیر اثر ہوتی ہے لیکن اس باب مین نیابی مجالس کی قابلیت ایک خاص حدتک محدود ہے جسے ذیل مین بیان کرتا ہون۔

مجالس نیابی کے ہر ہر ممبر کی راے اپنے مسائل متعلقہ مین اسقدر مستحکم ہوتی ہے
کہ اسکا اپنی جگہ سے ہلانا دشوار ہوتا ہے اور کوئی دلیل وحجت اسکو نہین توڑ سکتی، اگر
ڈیماستھنیز بھی اپنی قبر سے اٹھکر چلا آئے تو وہ بھی اپنے زور خطابت پر کسی ممبر کی
راے کو نہین بدل سکتا، بات یہ ہوتی ہے کہ جن لوگون نے اس ممبر کو منتخب کر کے
پارلیمنٹ مین بھیجا ہے انکا اثر اسپر اسقدر قوی ہوتا ہے کہ یہ ممبر دوسرون کی راے سے
متاثر ہونیکی قوت کھو بیٹھتا ہے، یہی اثر ہے جس سے متاثر ہوکر انگریزی پارلیمنٹ کے
ایک ممبر نے ایکبار کہا تھا کہ گو مین پچاس سال تک ویسٹ منسٹر مین بحیثیت ممبر پارلیمنٹ
بیٹھا ہون اور اس عرصہ مین ہزارون خطبے سُنے ہین جنمین سے بعض خطبون کو سنکر
میرے بعض خیالات مین تغیر بھی ہوا، لیکن کوئی خطبہ ایسا نہ تھا جو ووٹ دیتے وقت
میرے قرار داد ووٹ مین تغیر کر سکا ہو"

البتہ جب کسی عام مسئلہ پر بحث شروع ہوتی ہے مثلاً انقلاب وزارت یا کسی جدید
ٹیکس کا اضافہ وغیرہ تو اسوقت لوگون کے خیالات مین بیشک اضطراب پیدا ہوجاتا
ہے اور مختلف پارٹیون کے لیڈرونکا نفوذ کام کرنے لگتا ہے، لیکن باوجود اسکے اس
نفوذ کا اثر اتنا قوی نہین ہوتا جتنا عادتًا دیگر جماعتون مین ہوتا ہے اور اسکی وجہ
یہ ہوتی ہے کہ نیابی مجالس مین مختلف پارٹیان ہوتی ہین اور ہر پارٹی کے قائد کا اثر
دوسری پارٹی کے قائد کے اثر کے مساوی ہوتا ہے اسلیے دو برابر کی قوتین اپنے
اپنے جانب ممبرونکی توجہ کو جذب کرنا چاہتی ہین اور ممبرونکی رایون مین اضطراب
پیدا ہوجاتا ہے، اسی بناء پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک ممبر نے نصف گھنٹہ پیشتر جو راے
دی تھی اب اسکے خلاف مین وہ راے دے رہا ہے گویا جس اصول کی بناء پر اسنے

پہلے رائے قائم کی تھی اسکو اب اُسنے منسوخ کردیا۔

پس بیانات ماسبق سے معلوم ہوا کہ نیابی مجالس مین ممبرونکی دو قسم کی رائین ہوتی ہین ایک وہ جنمین تغیر نہین ہوتا اور دوسری وہ جنمین تغیر ہوتا رہتا ہے اور چونکہ اکثر ان مجالس کے روبرو مسائل عام پیش کیے جاتے ہین اسلیے ممبران مجلس کی رایون مین اضطراب بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ ہر ممبر دو قسم کے اثرات سے اثر پذیر ہوتا ہے، ایک اثر تو اسپر ان لوگون کا ہوتا ہے جنھون نے اسکو منتخب کیا ہے اور دوسرا اثر اسکے اپنے فرقے کے رئیس وقائد کا۔

لیکن اکثر مسائل مین جنکے متعلق ممبرونکی پہلے سے کوئی رائے قائم نہین ہوتی غلبہ لیڈرون ہی کو حاصل ہوتا ہے اور ان لیڈرونکی موجودگی ایسے نازک اوقات مین بیحد ضروری ہوتی ہے، کیونکہ انکی حالت افسران فوج کی سی ہے کہ اگر یہ نہون تو جماعت کی تشکیل ہی نہین ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ نیابی مجالس کے فیصلے اور تجاویز صرف معدودے چند اشخاص کی رایون اور ووٹون پر مبنی ہوتے ہین۔

لیکن ان مجلسونمین مختلف پارٹیونکے لیڈرون کا جو اثر ہوتا ہے وہ انکی فصاحت وبلاغت کی بناء پر نہین ہوتا، بلکہ زیادہ تر حصہ اس اثر کا مبنی ہوتا ہے نفوذ پر، یہانتک کہ جب ان کا نفوذ زائل ہوجاتا ہے تو انکا اثر بھی مٹ جاتا ہے، اور یہ نفوذ بھی محض شخصی نفوذ ہوتا ہے جسمین شہرت یا ثروت کو کوئی دخل نہین ہوتا، موسیو **جولیس سیمان** ۱۸۴۸ء کی پارلیمنٹ کی حالت جسکے وہ ممبر تھے حسب ذیل بیان کرتے ہین۔

نپولین۔ کا اثر اسکی حکومت کے دو ماہ پیشتر کچھ نہ تھا وکٹر ہیوگو جو نہایت مشہور خطیب تھا خطبہ دینے کیلیے اسٹیج (منصہ) پر آیا لیکن

اسکو کامیابی بالکل نہین ہوئی بلکہ اسکا لکچر لوگون نے اسطرح سنا
جسطرح وہ فیلکس پایاٹ کا لکچر سنا کرتے تھے البتہ وکٹر ہیوگو کے خطبہ
پر اتنے چیرز نہین دیے گئے جتنے فیلکس پایاٹ کے لکچر پر دیے جاتے
تھے۔ فولائل مجھسے فیلکس پایاٹ کے متعلق کہتا تھا کہ مجھے اسکے خیالات
پسند نہین لیکن وہ بہترین انشاپرداز اور فرانس کا بہترین خطیب ہے
اسیطرح ایڈگر کوئینٹ باوجودیکہ بہت بڑا مفکر تھا لیکن پارلیمنٹ
کے اندر اسکی کچھ وقعت نہ تھی، وجہ یہ تھی کہ اسکا نفوذ زائل ہوچکا تھا
نیابی مجالس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہان فصاحت وبلاغت
کی کوئی قدر نہین ہوتی اور نہ وطنی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے
البتہ صرف اُن خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے جو احزاب سیاسیہ
کے خاطر انجام دی جاتی ہین، اور پارلیمنٹ مین جو قدر لامارٹین
کی ۱۸۴۸ء مین اور موسیو ٹیرس کی ۱۸۷۱ء مین ہوئی بھی تو
محض چند مخصوص حالات و وجوہ کی بنا پر ہوئی اسلیے ان حالات کے
بدلتے ہی اس تمام قدر و عظمت کا پتہ بھی نہ لگا،،

مینے مندرجۂ بالا اقتباس اس غرض سے نہین پیش کیا ہے کہ جو کچھ اسمین مذکور
ہے اسکا مؤید ہون، کیونکہ اس مین بہت سی باتین ایسی مذکور ہین جو علم النفس
کے نقطۂ نظر سے بالکل غلط ہین، بلکہ مینے یہ اقتباس اسلیے درج کیا ہے کہ ناظرین کو
اس سے اس بات کا اندازہ ہوجائیگا کہ پارلیمنٹ مین لیڈرونکی کامیابی کیلیے نفوذ
کی کسقدر حاجت ہوتی ہے سب سے بڑی غلطی اس بیان مین وہان پر ہے جہان پر مذکور ہے

کہ مجالس نیابی وطنی خدمات کا اعتراف نہین کرتین بلکہ فرقہ وار خدمتونکا اعتراف کرتی ہین، حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی حالت یہ ہوتی ہے کہ باوجودیکہ اس کو ان خدمات کا علم ہوتا ہی جو اسکے قائد نے انجام دی ہین لیکن اسے ان فوائد اور خدمات سے کچھ غرض نہین ہوتی بلکہ محض اپنے قائد کے اثر و نفوذ کی بناء پر وہ اسکی فرمانبرداری کرتی ہے۔

یہی وجہ ہو کہ جب قائد کا نفوذ قوم مین بڑھجاتا ہے تو قوم بالکل اسکے زیر اثر اور تابع فرمان ہوجاتی ہے۔ ہم مین سے ہر شخص کو اس وزیر کے حالات کا علم ہوگا جسکا نفوذ کچھ سال پیشتر اسقدر بڑھ گیا تھا کہ اسکا ایک اشارہ انقلاب وزارت کیلیے کافی ہوتا تھا، لیکن محض اتفاقات کی بنا پر اسکا اثر بعد کو زائل ہوگیا۔

ایک مشہور انشا پرداز نے اسکے اعمال پر سختی سے نکتہ چینی کی ہو جو حسب ذیل ہے

فلان وزیر اعظم پر ہمارے قرضہ کا بہت بار ہی اسکی بدولت ہمنے تین گنے زیادہ دام پر ٹانکن کو خریدا، مڈگاسکر مین اسکی بدولت ہمارا اثر زائل ہوا، اور نہر نانگر کے جنوب مین ایک پورا ملک قبضہ سے نکل گیا، اور آخر کار اسکی بدولت مصر مین ہمارے حقوق پامال کیے گئے، غرض فلان وزیر موسیو فلان نے ہمکو جتنے نقصانات پہنچائے ہین وہ ان نقصانات سے زیادہ ہین جو نپولین کی بدولت ہمین اٹھانا پڑے[1]،،

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ ہمکو اس فرانسیسی وزیر اعظم کے طرز عمل پر نکتہ چینی نہین کرنا چاہیے، اسلیے کہ اسوقت جو نفوذ اسکو حاصل تھا وہ راے عام کی تقلید کرنیکی بدولت

---

[1] غالبًا مصنف کا اشارہ موسیو کلیمانسو کے جانب ہے جو وزیر گرمشہور تھا۔

حاصل ہوا تھا اور اس زمانہ مین فرانسیسی رائے عام کا میلان استعماری مسائل کے جانب
اتنا نہ تھا جتنا اب ہی، اسلیے خواہ مخواہ اسکو بھی رائے عام ہی کی پیروی کرنا پڑتی تھی اس بنا پر
یہ جو کچھ نقصانات فرانسیسی قوم کو برداشت کرنا پڑے انکا باعث خود رائے عام تھی -

نفوس جماعت پر تسلط اور غلبہ حاصل کرنیکے ذرائع نفوذ کے علاوہ اور بھی ہین
جنکا تذکرہ ہم متعدد مقامات پر کر چکے ہین۔ نفوس پر غلبہ حاصل کرنیکے لیے سب سے
زیادہ لازمی شرط یہ ہے کہ قائد کو اس جماعت کے نفسانی حالات سے بخوبی واقف ہونا چاہیے
جسپر وہ غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہی، نیز اس بات سے بھی واقف ہونا چاہیے کہ الفاظ کا اثر
سامعین پر کیا پڑیگا، پھر ان تمام باتون کے ساتھ قائد کو قادر اللسان اور فصیح و بلیغ بھی
ہونا چاہیے، تحکمانہ طرز خطابت سے جماعت کو مسحور کرنا لازمی ہی مگر اس شرط سے کہ ادعا
و تحکم مین دلیل و حجت کا میل تک نہو۔ اسی قسم کی فصیح و بلیغ خطابت ہے جسکے نمونے ہمکو
نیابی مجالس کے خطبون مین نظر آتے ہین حتی کہ انگریزی پارلیمنٹ جسکا نظام دیگر
نیابی مجالس سے زیادہ معتدل ہے اسمین تک بھی ہمکو اس قسم کی مثالین ملتی ہین۔

ایک انگریز فلاسفر **مائن** کہتا ہے۔

"بہت آسانی کے ساتھ ہمکو نیابی مجالس کی تجویزون مین ایسی مثالین
ملسکتی ہین جو محض خیالی کلیات و اصول پر مبنی ہوتی ہین لیکن
جنکا اثر لوگون پر زیادہ ہوتا ہے، نیز ہم نہایت آسانی کے ساتھ
جماعت کو چند خیالی باتون کا یقین دلا سکتے ہین جنکا حصول
قریب قریب ناممکن ہے بشرطیکہ ہم انکو مؤثرانہ انداز مین ظاہر کرین"

اقتباس بالا سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہی کہ مؤثرانہ طرز ادا و کلمات جاذبہ

نفوس جماعت پر کتنا قوی اثر کرتے ہین۔ ہم یہان ایک خطبہ کا ایک جملہ نقل کرتے ہین
جس سے ہمارے بیان کی تائید ہو گی۔

ایک خطیب کہتا ہے:۔

"جسدن ایک زبردست سیاسی اور ایک سفاک انقلاب پرست دونون
کسی گرم ملک مین جلاوطن کیے جانیکی غرض سے جہاز پر بٹھلاے گئے
اسدن ان دونون کی باہمی گفتگو سے پتہ چلا کہ ان دونون کے اصول
درحقیقت ایک ہی ہین اور یہ دونون ایک ہی قسم کے نظام اجتماعی
کے گویا دو رُخ اور دو نمونے ہین"

اس جملہ مین سیاسی مجرمون کی سزا کی جو تصویر کھینچی گئی ہے اسکا مدعا یہ ہے کہ سامعین
پر جو ان سیاسی مجرمون کے گروہ سے ہین اس کا اثر پڑے اور وہ سزا کے خوف سے اپنے
خیالات سے باز آئین۔ روبسپیر جب اپنے سامعین کو خوف زدہ اور مرعوب کرنا چاہتا تو
اپنے پھانسی دینے کے آلہ سے لوگون کو دہمکایا کرتا۔

قائدین کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اپنے خطبون مین ایسے مبالغہ کا استعمال
کرین جو عقل مین نہ آسکتا ہو۔ اوپر ایک خطبہ کا ایک جملہ جو مینے نقل کیا ہے اسمین اس حد
تک مبالغہ کیا گیا ہے کہ حاضرین مین سے کوئی بھی اسکی مخالفت کی جرأت نہ کرسکا
اور کسیکو یہ کہنے کی ہمت نہ ہوئی کہ جن جرائم کا ارتکاب انقلاب پرست لوگ کرتے ہین
انکی جانب متمول لوگ انکو ترغیب دیتے ہین، پس جن سزا کے مستحق انقلاب پرست لوگ
ہین اسی سزا کے مستحق یہ لوگ بھی ہین جو انکو ترغیب دیتے ہین۔ اسی طرح خطیب کے لیے
یہ بھی جائز ہے کہ وہ یک طرفہ راے قائم کرکے مخالف راے پر سختی سے نکتہ چینی کرے

بلکہ اگر وہ اس ضمن مین اپنی مخالف رائے کی ہجو کرے تب بھی سامعین متاثر ہو جائین گے اور بحث و مناظرہ کی اُنکو جرأت نہو گی۔

گو اس قسم کی فصاحت و بلاغت کے نمونے دنیا کی مجالس مین ہمکو ہر زمانے مین نظر آتے ہین لیکن خصوصیت کے ساتھ ان مجالس مین فصاحت و بلاغت کا استعمال مضیبت یا انقلاب کے زمانہ مین زیادہ کیا جاتا ہے، اگر خطیبانہ فصاحت و بلاغت کے نمونے دیکھنا ہون تو خصوصیت سے ان خطبون کا مطالعہ کرنا چاہیے جو انقلاب انگیز مجمعون کو مخاطب کر کے دیے گئے ہین، اُنکے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ کسطرح خطیب ظالمون کو گالیان دیتا ہے، کسطرح وہ لوگون سے قسمین دے دیکر کہتا ہے کہ "زندہ رہو آزاد رہکر ورنہ عزت کی موت مر جاؤ"، اور حاضرین ہین کہ دم بخود کھڑے ہوے مجنونون کیطرح تالیان پیٹ رہے ہین۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قائد نہایت ذہین و ذکی اور عقلمند ہوتا ہے، لیکن ذہانت و ذکاوت قائد کے لیے سم قاتل ہوتی ہے اسلیے کہ ذہین شخص مناظرہ اور مباحثہ کا عادی ہوتا ہے، وہ خطبہ دیتے وقت عقلی دلائل پیش کرنے لگتا ہے، حالانکہ اس سے لوگون کے عقیدہ مین فرق آجانیکا اندیشہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً تمام قومون کے قائدین خصوصاً واقعۂ انقلاب فرانس کے قائدین کم فہم ہوے ہین، ان لوگون کے خطبون خصوصاً روبسپیر کے خطبون کے مطالعہ سے قلب پر ایک دہشت سی طاری ہو جاتی ہے اور اسکی انشاپردازی سے انسان مسحور ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے روبسپیر کے خطبون کی تعریف حسب ذیل الفاظ مین کی ہے۔

"الفاظ ہین کہ زبان سے نکلتے چلے جا رہے ہین اور فصاحت کا ایک دریا ہے جو روانی کے ساتھ بہ رہا ہے، لیکن الفاظ مین طفلانہ دھمکیون

اور تحکمانہ طرز ادا کے سوا کچھ نہین ہو سارے خطبہ مین کہین کسی
رائے کا پتہ ہو اور نہ کسی معقول تجویز کا لیکن باوجود اسکے خطبہ کے
مطالعہ کے بعد بے اختیار اسیطرح زبان سے اف نکلجاتا ہو جسطرح
ایک ظریف الطبع شخص کا میل ڈی موتس کی زبان سے نکلتا تھا"

حاصل یہ کہ گویہ ایک المناک بات ہو کہ ایک شخص جو نہایت کم فہم مگر صادق العقیدہ ہے اسکو لوگون پر نفوذ حاصل ہو جائے لیکن ہمیشہ ہوتا ہی رہا ہے کہ جماعتین اسی طرح کے کج فہم لوگون کے زیر فرمان رہی ہین، جماعت کو اپنے لیڈرون کی کچھ ایسی شناخت ہوتی ہے کہ وہ صاحب نفوذ شخص کو خود بخود تلاش کر لیتی ہو۔

نیابی مجالس مین خطیب اپنا اثر جو قائم کر لیتے ہین تو براہین دلائل کے بل پر نہین بلکہ صرف نفوذ کی قوت پر اور جب انکا نفوذ زائل ہو جاتا ہو تو پھر انکو کوئی نہین پوچھتا اور نہ انہین یہ قدرت باقی رہتی ہے کہ لوگونکی رائے پلٹ دین۔

یہی وجہ ہو کہ اگر کوئی مجہول الحال خطیب گھر سے خطبہ تیار کر کے ادلہ و براہین کے اسلحہ سے مسلح ہو کر پارلیمنٹ کے جلسہ مین شرکت کی غرض سے جاتا ہے تو اسکے خطبہ کو کوئی کان دھر کر نہین سنتا۔ موسیو ڈیکوب جو پارلیمنٹ کا ممبر اور علم النفس کا ایک بہترین ماہر ہو ایک مجہول الحال خطیب کے لکچر دینے کا واقعہ حسب ذیل بیان کرتا ہے۔

"جب فلان غیر معروف خطیب لکچر دینے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ اثنائے
خطبہ مین برابر یاد کر کے دلائل و براہین پیش کرتا جاتا تھا اور اپنے
دل مین سمجھ رہا تھا کہ وہ یقیناً دلائل و براہین سے اپنے دعوے
کو مدلل کر کے لوگونکے ذہن نشین کر دیگا، کیونکہ اسنے بڑی محنت سے

وہ خطبہ تیار کیا تھا اور اپنے دعوی کے ثبوت مین ایسے ایسے دلائل تحریر کیے
تھے جو اسکے خیال مین لاجواب تھے لیکن اسکو سخت حیرت ہوئی جب
اسنے دیکھا کہ لوگ اسکے خطبہ سے پریشان ہو کر شور مچانے لگے ہین
وہ بیچارہ سخت حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ایکبارگی لوگونکو یہ تشویش
کیون پیدا ہو گئی، اور لوگ کیون اسکا خطبہ نہین سُنتے، یہ خیالات باربار
اسکے ذہن مین آتے، اور وہ پیشانی پرسے گھڑی گھڑی پسینہ خشک کرتا
یہانتک کہ مجبور ہو کر بیچارہ خاموش ہو گیا، لیکن صدر جلسہ کے حکم پر دوبارہ
اسکو اپنے خطبہ کا سلسلہ پھر جاری کرنا پڑا، اب دوبارہ اُسنے بلند آواز سے خطبہ
شروع کیا، لیکن اس مرتبہ پہلے سے زیادہ لوگونمین اضطراب پیدا ہوا، یہ دیکھکر
اُسنے مجبوراً اپنے خطبہ کو ادھورا چھوڑ دیا اور بیٹھ گیا"

نیابی مجالس کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ جب کوئی تحریک پیدا ہوتی ہے یا جب کوئی عامل اپنا اثر ڈالتا ہے تو دیگر جماعتون کیطرح ان مجالس کے اندر بھی سخت اضطراب اور ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور دیگر جماعتون کیطرح اس مجمع سے بھی تعصب اور اثر پذیری کے جذبات ظاہر ہونے لگتے ہین۔ اسوقت مجلس کے ہر ممبر کی شخصیت مین تغیر عظیم ہو جاتا ہے یہانتک یہ بعض اوقات ممبر ایک نیم شعوری کی کیفیت سے متاثر ہو کر اپنے ذاتی مصالح و منافع کے خلاف بھی اظہار رائے کر دیتے ہین۔

واقعۂ انقلاب فرانس کے زمانہ مین جو کمیٹیان منعقد ہوتی تھین انکی روئدادین اور حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجالس نیابی مین جب کسی قسم کی تحریک پیدا ہوتی ہے تو ان مجالس اور کمیٹیون کے ممبر ایک نیم شعوری کی کیفیت سے متاثر ہو کر اپنے

حصول مقاصد کے پیچھے کسطرح سرگردان ہوجاتے ہین۔ دیکھو اپنے شخصی امتیازات
اور مصالح کی قربانی کسقدر مشکل کام ہے لیکن اس واقعہ مین امرا نے ایک موقع پر
جس طرح اپنے مصالح کی قربانی کی ہے اسکی نظیر کسی دوسری تاریخ مین نہین ملتی ،
باوجودیکہ وہ یہ جانتے تھے کہ جس طرح آج دوسرون کو پھانسی دیجارہی ہے اپنے
اپنے حقوق و مصالح کی قربانی کرنیکے بعد ہم بھی اسیطرح کل دار پر نظر آئین گے لیکن
وہ ایک عامل قوی سے اثر پذیر ہوکر اسطرح بیخود ہوگئے تھے کہ اپنے مقاصد کے
مقابلہ مین انکو اپنی جان و مال تک کی پروا باقی نرہی تھی اور جو خیال اُنکے ذہنون
مین پختہ ہوچکا تھا اسکے خاطر وہ تن من قربان کرنے پر تیار تھے۔ اس گروہ کا ایک شخص
بیلاڈ ویرنیس کہتا ہے کہ ہمکو اپنی تجاویز پر عمل کرنے کا خیال گو صرف دو دن پیشتر پیدا
ہوا تھا لیکن کوشش و جانفشانی نے ہم سے سب کچھ کرادیا۔

ان تجاویز اور قراردادونکو پاس کرنے کے لیے اس زمانہ مین جو جلسے منعقد ہوے
اور انمین جسقدر جوش و خروش کا اظہار کیا گیا اسکی تفصیل انقلاب فرانس کے فلسفی
مؤرخ موسیو ٹائن کی زبان سے سنو۔ موسیو ٹائن لکھتے ہین۔

"ان لوگون نے تمام تجاویز مکمل کرکے انپر عمل شروع کردیا اور حماقت بلکہ
جنون کی بھی حد سے گذر گئے دوست دشمن سب دار پر لٹکا دیے گئے، بلکہ
تمام پارٹیون نے متفق ہوکر چیرز کی آوازونکی گونج کے ساتھ نہایت خوشی
سے یہ طے کیا کہ ڈانٹن جو انقلاب فرانس کا لیڈر تھا ضرور ضرور دار پر
کھینچا جاے۔ ادھر تو سفاکی اور بے رحمی کی یہ مثالین پیش کیجارہی تھین اور
اُدھر کو لوٹ دی ہربیس، کوتھن اور روبسپیر حد سے زیادہ قطنسہ

عنایت مبذول ہو رہی تھی، اب ان لوگوں نے نئے سرے سے پھر انقلابی
حکومت کا ایک جدید انتخاب کیا اور ایک ایسی حکومت قائم ہوئی جسکے
ممبر سخت ظالم اور سفاک تھے، ہر وبحر کو ان سے دشمنی تھی اور کوئی فرد
بشر ایسا نہ تھا جو انکے حرکات سے نالان نہو، آخر مظلوموں کی فریاد سُنی
گئی اور اس مہینہ کی ۲۲ تاریخ اس حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور
اسکے افراد ایک ایک کرکے قتل کرڈالے گئے ،،

نیابی مجالس سے بھی اسی قسم کے حرکات اسوقت صادر ہونے لگتے ہیں جب کسی
قومی ہیجان کے اثر سے وہ متاثر ہو جاتی ہیں موسیو اسپولر جو نظام نیابی کا بہت بڑا مؤید ہے
سنہ ۱۸۴۸ء کی پارلیمنٹ کے متعلق حسب ذیل ریمارک کرتا ہے۔

بغض وحسد، بیجا اعتماد، اور بے انتہا خیالی امیدیں، یہ باتیں ہیں جو جمہوریت
پسند گروہ کو فنا ہونے کی جانب لیجا رہی ہیں، اس گروہ کی سادہ لوحی کی
بھی کوئی حد ہے کہ نہ اسکو قانون کی پروا ہے اور نہ نظام وصلاح کا مفہوم
اسکے ذہن میں آتا ہے، بیجا خیالی امیدیں قائم کرنے اور دلیری اور
وحشت میں انکی حالت دیہاتیوں اور بچوں کی حالت سے بالکل مشابہ ہوتی
ہے کہ حالت سکون میں اضطراب شدید اور حالت اضطراب میں اطاعت
وانقیاد کے متضاد جلوے نظر آتے ہیں جو غیر تربیت یافتہ دماغ کی
شان ہوتی ہے اس قسم کے دماغوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ ہر بات سے
حیرت زدہ ہوتے، سیدھے اور صحیح راستے سے گھبراتے، اور اقدام وشجاعت
کے ساتھ اگر آگ بھی ہو تو اسمیں کود پڑتے ہیں، نسیان وذہول کی

استعداد انمین زیادہ پائی جاتی ہو اور وہ اپنے اعمال و افعال مین افراط
وتفریط کے جانب زیادہ مائل ہوتے ہین، غرض انکی حالت پانی کی سی
ہوتی ہو جسمین ہر طرح کی صورتین اُتر آتی ہین، بتاؤ اس حکومت سے
کس بات کی امید رکھی جائے جسکی تشکیل اس قسم کے افراد سے ہوئی ہو"

اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مجالس نیابی کی حالت یہ ہو کہ ایک ذرا
سی تحریک پر شرکاء مجلس آپے سے باہر ہو جاتے ہین تو ایسی حالت مین اعضا مجلس کے
اوسان کہان برقرار رہ سکتے ہین، حالانکہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ ان مجالس مین بعض اوقات
مفید اصلاحی تجویزین بھی پاس ہوتی ہین لیکن اسکا جواب یہ ہو کہ مجالس نیابی سے ہر زمانہ
مین اثر پذیری اور ضعف عقلی وغیرہ کا اظہار نہین ہوتا، ان اوصاف کا اظہار ان مجلسون
سے صرف اسیوقت ہوتا ہو جب کوئی مہیج شدید دفعتہً رونما ہوتا ہو، باقی ان مجالس کی عام
حالت تو یہ ہوتی ہو کہ ان مجلسون کے ہر ہر فرد کی شخصیت علی الاستقلال باقی رہتی ہے
اور اس شعور تام کی حالت مین جو تجاویز وہ پاس کرتے ہین وہ نہایت درجہ مفید اور
ضروری ہوتی ہین، ہان البتہ یہ ضرور ہوتا ہو کہ اس قسم کی تجویزون پر غور و فکر کرنیوالا دماغ
ایک ہی ہوتا ہو، قانون مجلس نہین وضع کرتی ہو، بلکہ قانون ایک ہی دماغ کی کاوش اور
جانفشانی کا نتیجہ ہوتا ہو لیکن جب یہ قوانین مجلس کے اندر پیش کیے جاتے ہین اور شرکاء مجلس
انمین ترمیم و تنسیخ کرتے ہین تو اسوقت ان قوانین مین نقصانات پیدا ہوتے ہین، اس سے معلوم ہوا
کہ ہر مجلس کا سکرٹری مضر تجویزون کے اثر سے اپنی مجلس کی حفاظت کرتا ہو اور گویا سکرٹری
کی حالت جماعت کے قائد سے مشابہ ہوتی ہو جو مجلس پر قائد کی حیثیت سے حکومت کرتا ہو۔

بلاشبہہ نظام نیابی ایک ایسا طرز حکومت ہو جسکی بدولت شخصی مظالم سے لوگونکو

امن حاصل ہوتا ہی اور لوگ اپنے اوپر آپ حکومت کرنیکے عادی ہوتے ہین ورخواہ عام آدمیونکے ذہنونمین یہ طرز حکومت کتنا ہی بیوقعت ہو لیکن کم ازکم فلاسفہ کے نزدیک تو ثابت ہوچکا ہی کہ نظام نیابی سے بڑھکر طرز حکومت کی کوئی ترقی یافتہ صورت نہین ہوسکتی۔

لیکن باوجود ان سب باتون کے اگر نظام نیابی کو عملی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس طرز حکومت مین دو بڑی خرابیان نظر آئین گی۔

(۱) مال کا بیجا اسراف۔

(۲) حریت شخصی کی تحدید۔

ان دو نقائص مین سے پہلا نقص اس طرز حکومت مین اسوجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ منتخب شدہ جماعت نائبین ہر اس تجویز کی تائید کرتی ہی جو مجلس مین پیش کیجاتی ہی، مثلاً اگر کوئی ممبر اس مضمون کا رزولیوشن پیش کرتا ہی کہ مزدوری پیشہ جماعت کی شرح اجرت مقرر کردیجائے یا بعض عہدے دارون کی تنخواہ مین اضافہ کردیا جاے تو دوسرے ممبر باوجودیکہ جانتے ہین کہ اب میزانیہ (بجٹ) مین ان اخراجات کی گنجایش نہین، مگر جان بوجھ کر ان تحریکات کی مخالفت نہین کرتے، کیونکہ انکو یہ خوف لگا رہتا ہی کہ جن لوگون نے انکو ممبر منتخب کرکے پارلیمنٹ مین بھیجا ہی وہ بدظن ہوکر یہ خیال نہ کرنے لگین کہ یہ لوگ ہمارے مصالح کا لحاظ نہین کرتے، اب ممبرونکو دو مشکلون کا سامنا ہوتا ہی۔ اگر وہ اپنی قائم مقامی کا خیال کرتے ہین تو اخراجات کا اضافہ ہوتا ہی اور اگر اخراجات اور بجٹ کا خیال کرتے ہین تو قوم ان سے بدظن ہوئی جاتی ہی لیکن چونکہ کثرت اخراجات کے نتائج عام لوگونکی نظرون سے اوجھل رہتے ہین اسلیے شرکاء مجلس اس قسم کی تحریکات کی تائید مین اپنی راے پیش کردیتے ہین۔

پھر سب سے زیادہ مشکل اسوقت پیش آتی ہی جب مقامی ضرورتون کیلیے کثیر اخراجات

کی تحریک کی جارہی ہو اور چونکہ مقامی ضرورتون کا تعلق خود ان لوگون سے ہوتا ہے جنھون نے قائم مقام منتخب کرکے بھیجے ہین اسلیے ان ضرورتون کی بناء پر قائم مقامونکو کثیر اخراجات برداشت کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے[۱]۔

[۱] اخبار ایکانومسٹ نے ۱۶- اپریل ۱۹۲۵ء کی اشاعت مین ایک دلچسپ مضمون اُن کثیر اخراجات کے اوپر لکھا ہے جو مقامی ضرورتون خصوصًا ریل اور وسائل آمد و رفت کی سہولتون اور ترقی کے لیے حکومتین برداشت کرتی ہین، اس مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے:- لانگو (جسکی آبادی تین ہزار نفوس ہے) اور یوئی کے درمیان ۱۵ ملین مین ریل تیار ہوئی ہے، اسیطرح بومون (جسکی آبادی ۳۰۰۰ نفوس ہے) اور کاسٹیل سارزاں کے درمیان ۷ ملین مین، اور راوسٹ (جسکی آبادی ۵۲۳ نفوس ہے) اور یکس (جسکی آبادی ۱۲۰۰ نفوس ہے) کے درمیان ۷ ملین مین، اور براڈ اور اولیٹ (جسکی آبادی ۷۴۰ نفوس ہے) کے درمیان ۷ ملین مین، اسی طرح ۱۹۲۵ء مین تین جدید ریلون کی تیاری منظور ہوئی ہے اور جنکا بنانا بالکل بیکار ہے انکے اخراجات ۹۰ ملین ہونگے، اسکے علاوہ مزدوری پیشہ جماعت کی شرح اجرت کے متعلق جو قانون پاس ہوا ہے اوسکی تنفیذ کے لیے وزیر مال کے اندازہ مین ۱۶۵ ملین اور لوروا یولیو ممبر سائنٹفک سوسائٹی کے اندازہ مین ۸۰۰ ملین کی منظوری درکار ہوگی، یہ حالت ان کثیر اخراجات کی ہے جو عمومًا بلاد یورپ مین بیفائدہ برداشت کیے جارہے ہین اور جنکے باعث بعض ممالک مثلًا پرتگال اسپین، ٹرکی، وغیرہ تو بالکل مفلس ہو چکے ہین اور بعض ممالک مثلًا اٹلی مین افلاس پھیلنا شروع ہوگیا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ قومین اُن کثیر اخراجات کو برداشت کرکے قرضہ اور سود کی مقدار کو اپنے اپنے بجٹ مین برابر بڑھا رہی ہین- ان مصائب کے علاوہ مذہب اشتراکیت کی آفتین اور اقتصادی منازعات ہمارے جسمونکو اور گھلائے دیتے ہین لیکن اب افسوس کرنا بیکار ہے، اب وقت گذر چکا، اور مستقبل مین جو کچھ ہوگا اُسکے لیے ہمکو تیار رہنا چاہیے۔ (مؤلف)

دوسرے ضرر یعنی تحدید حریت کی حالت یہ ہے کہ گو آئین روزانہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے، لیکن مجالس نیابی کے نزدیک چونکہ روزانہ قوانین کے وضع کرنے کی ضرورت ہے اسلیے کسیکے ذہن مین یہ نہین آتا کہ ان جدید قوانین کے وضع کرنے سے جو کچھ آزادی عمل ہمین حاصل تھی وہ بھی سلب ہو جائیگی۔[۱]

انگلستان کی نیابی مجلس (پارلیمنٹ) تمام ملکون کی نیابی مجالس سے زیادہ آزاد ہے اور اُسمین ہر ممبر کی آزاد مستقل حیثیت برقرار رہتی ہے لیکن باوجود اسکے وہ بھی ان مضرات کے دفع کرنے سے قاصر ہے۔

ہربرٹ اسپنسر جو انگلستان کا ایک مشہور فلسفی ہوا ہے اُسنے مدت ہوئی اپنی کتاب "افراد اور حکومت" مین اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے لکھا تھا، اسکے بعض جملون کا اقتباس مین ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کرتا ہون، وہ لکھتا ہے:۔

"تشریع اور قانون سازی کا جو طریقہ ہمارے ملک مین مدت سے
رائج ہے اسکا ایک قبیح پہلو یہ ہے کہ لوائح (رزولیوشن یا
قوانین) اور تعدیلات (ترمیمات) کی کثرت کی وجہ سے

[۱] یہ حالت تو فرانس کی ہے۔ لیکن غریب ہندوستان کی حالت اس بارے مین فرانس سے زیادہ قابل رحم ہے۔ انگریزون نے ہندوستانیون کی مشق اور تمرین کے لیے مختلف صوبون مین جو کونسلین قائم کی ہین وہ صرف اس غرض سے قائم کیگئی تھین کہ ہندوستانی خود اپنے لیے قوانین وضع کرینگے جو انکی ضرورتون کے مطابق ہونگے لیکن اب ملکی نامزد شدہ قائم مقامون کے علی الرغم روزانہ جدید قوانین وضع کیے جاتے ہین اور ملک استبداد کی مصیبت مین مبتلا ہے یہ وہ اصلاحی تجویز ہے جو انگریزی نقطۂ خیال سے ہندوستان مین سلف گورنمنٹ کیلیے راستہ صاف کر رہی ہے (مترجم)

حریت شخصی کے حدود تنگ ہوتے جارہے ہین۔

(۱) ہر سال ایک جدید قانون نافذ کیا جاتا ہی جو جدید فرائض و واجبات

جنسے پہلے آزادی تھی لوگونپر عائد کردیتا ہے۔

(۲) ہر روز نئے نئے ٹیکس وضع کیے جاتے ہین اور اسطرح لوگونکو

روازنہ اپنے مال مکسوبہ کی کثیر مقدار سے محروم کردیا جاتا ہے

اور یہ سارا روپیہ عہدہ داران حکومت پر صرف ہوتا ہے"

نظام نیابی کی ان دو مضرتون کے علاوہ جو ہربرٹ اسپنسر نے بتائی ہین ایک بڑی مضرت اور ہے جو تمام ممالک مین مصیبت عظمیٰ کا پیش خیمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان نئے نئے قوانین کی وجہ سے روزانہ ان عہدہ دارون کی تعداد مین اضافہ ہوتا جارہا ہے جو ان قوانین کی تنفید کے لیے مقرر کیے جاتے ہین اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے عہدہ دارونکو ملک کی حقیقی حکومت سپرد کردیجاتی ہی، اس گروہ کی حکومت نہایت ظالمانہ ہوتی ہی اور اسکے اعمال و فعال کی کوئی باز پرس نہین کرتا، دیکھیے یہ کتنا شدید استبداد ہی، کیا اس سے بڑھ کر کوئی استبداد ہوسکتا ہی؟

غرض جدید قوانین کا اضافہ اور کثیر اخراجات جنکا بار ٹیکس کی صورت مین رعایا اور قوم پر ڈالا جاتا ہے یہ مضرتین ہین جنکے باعث افراد کا دائرۂ عمل محدود ہوگیا ہے اور افسوس کہ قومین ابتک یہ سمجھی بیٹھی ہین کہ نظام نیابی حریت و مساوات کا کفیل ہے افسوس انکو یہ نہین سوجھتا کہ نظام نیابی ایک بڑی مصیبت ہے جو استبداد مین قومون کو مبتلا کررہی ہے اور یہ استبداد شخصی استبداد سے بڑھ کر ہے۔

لیکن جو کچھ ہوا اب تو بجز اسکے کوئی چارہ نہین کہ ہم نظام نیابی اور موجودہ

طرز حکومت کی اتباع کرین کیونکہ اب اس نظام کے استبداد کو برداشت کرتے کرتے کچھ ہم اسطرح کے عادی ہو گئے ہین کہ ملکۂ انتقاد اور ملکۂ اقدام ہم سے مفقود ہو چکا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان اپنے ذاتی اخلاق فاضلہ کو کھو بیٹھتا ہے تو وہ دوسرون مین انکے دیکھنے کی تمنا کرتا ہے، اس بنا پر جب افراد کا ارادہ سلب ہو چکا اور انکی قوت عزمیت فنا ہو گئی تو بداہتہً جماعت کی قوت وسطوت مین اضافہ ہو گیا اور افراد کا ارادہ جماعت کے ارادہ مین ضم ہو کر بالکل فنا ہو گیا، اب وہ اعمال جو پہلے افراد کی قوت سے انجام پاتے تھے بجاے افراد کے جماعت کی قوت سے انجام پانے لگے اور بجائے افراد کے جماعت تمام اعمال کی نگران اور محافظ بنگئی، اب جماعت گویا قادر مطلق معبود ہے جو انسان پر حکومت کر رہی ہے لیکن تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کے معبودونکی حکومت چند روزہ ہوتی ہے۔

جن قومون مین افراد کی حریت ارادی سلب ہو گئی ہو انکے متعلق یقین رکھو کہ اب انکا دور انحطاط شروع ہو گیا ہے اور بہت جلد یہ قومین فنا ہو جانیوالی ہین، اس بنا پر جب ہم اقوام کے دور ماضی اور حال کا مقابلہ کرتے ہین تو ہمکو نظر آتا ہے کہ علامات انحطاط نے ہمارے تمدّن کو چارون طرف سے گھیر لیا ہے فنا کی علامتین نظر آ رہی ہین، اور یورپ کی تباہی کا زمانہ قریب آ گیا ہے، اور ہم ایک ایسے دور مین سے ہو کر گذر رہے ہین جو ہمکو فنا و موت کے جانب لیے جا رہا ہے۔

اوراق بالا مین نفس اجتماعی کی مظاہر کی تشریح ختم ہو گئی اب ہم چاہتے ہین کہ گذشتہ بیانات کا خلاصہ درج کرکے کتاب کو ختم کرین۔

یہ معلوم ہے کہ ہر قوم کو دو دور مین سے ہو کر گذرنا لازمی ہے:- دور اول ترقی

اور دَور انحطاط۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قومون کی ترقی اور تنزل کے اسباب کیا ہوتے
ہین۔ ذیل مین ہم مجملاً اس سوال کا جواب دینگے۔

سب سے پہلے ہمکو چند ایسے لوگون کا مجمع نظر آتا ہے جو ہجرت یا فتوحات کی بنا
پر کسی ملک مین مجتمع ہو جاتے ہین، انکی زبانین مختلف ہوتی ہین، اُنکے رسوم و رواجات
جُدا جُدا ہوتے ہین، اور انمین کوئی رابطۂ اتحاد نہین نظر آتا بجز اس ایک رابطہ کے کہ
اس گروہ کا ایک رئیس ہوتا ہے جو سارے گروہ کو باین ہمہ اختلاف و تشعب مجتمع
کیے رہتا ہے، شجاعت و اقدام اس گروہ کی سرشت مین داخل ہوتے ہین اور
قوت و توحش سے اس گروہ کا خمیر ہوتا ہے۔

فرض کرو کہ ایک مدت گذر گئی اور وہ گروہ اپنے اسی حال پر تھا کہ دفعتًا
ماحول کے تغیرات اور اجتماعی ضروریات کے تقاضے سے اس گروہ کے جو اجزاء و عناصر
باہم منفصل تھے وہ پیوستہ ہو گئے اور اس گروہ کے تمام افراد مین ایک گونہ ارتباط
و اختلاط پیدا ہو گیا اور اس اختلاط و ارتباط کے پیدا ہوتے ہی اس گروہ مین اُن
اوصاف کا بھی وجود ہو گیا جو علم النفس کے نقطۂ نظر سے جماعت کے خصائص ہین
یہ دوسرا دور ہے جہان آکر ایک منتشر گروہ منتظم جماعت کی صورت اختیار کر کے
دور تمدن مین قدم رکھتا ہے۔

لیکن ابھی اس جماعت کی حالت اتنی درست نہین ہوئی ہے کہ وہ وحشی سے
متمدن ہو جائے ابھی اسکو ایک نقص کی تکمیل کرنا ہے اور وہ نقص یہ ہے کہ ابھی اسکا
کوئی خاص مقصد متعین نہین ہوا جسکے حاصل کرنے کی اسکو کوشش کرنا چاہیے
اسلیے ابھی اسپر حالت جمود طاری ہے اور مقصد کے متعین ہونے کے لیے ایک

اور دَورِ انحطاط۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قومون کی ترقی اور تنزل کے اسباب کیا ہوتے
ہین۔ ذیل مین ہم مجملاً اس سوال کا جواب دینگے۔

سب سے پہلے ہمکو چند ایسے لوگون کا مجمع نظر آتا ہے جو ہجرت یا فتوحات کی بنا
پر کسی ملک مین مجتمع ہو جاتے ہین، انکی زبانین مختلف ہوتی ہین، اُنکے رسوم و رواجات
جُدا جُدا ہوتے ہین، اور انمین کوئی رابطۂ اتحاد نہین نظر آتا بجز اس ایک رابطہ کے کہ
اس گروہ کا ایک رئیس ہوتا ہے جو سارے گروہ کو باین ہمہ اختلاف و تشعب مجتمع
کیے رہتا ہے، شجاعت و اقدام اس گروہ کی سرشت مین داخل ہوتے ہین اور
قوت و توحش سے اس گروہ کا خمیر ہوتا ہے۔

فرض کرو کہ ایک مدت گذر گئی اور وہ گروہ اپنے اسی حال پر تھا کہ دفعتًا
ماحول کے تغیرات اور اجتماعی ضروریات کے تقاضے سے اس گروہ کے جو اجزاء عناصر
باہم منفصل تھے وہ پیوستہ ہو گئے اور اس گروہ کے تمام افراد مین ایک گونہ ارتباط
و اختلاط پیدا ہو گیا اور اس اختلاط و ارتباط کے پیدا ہوتے ہی اس گروہ مین اُن
اوصاف کا بھی وجود ہو گیا جو علم النفس کے نقطۂ نظر سے جماعت کے خصائص ہین
یہ دوسرا دور ہے جہان آکر ایک منتشر گروہ منتظم جماعت کی صورت اختیار کر کے
دورِ تمدن مین قدم رکھتا ہے۔

لیکن ابھی اس جماعت کی حالت اتنی درست نہین ہوئی ہے کہ وہ وحشی سے
متمدن ہو جائے ابھی اسکو ایک نقص کی تکمیل کرنا ہے اور وہ نقص یہ ہے کہ ابھی اسکا
کوئی خاص مقصد متعین نہین ہوا جسکے حاصل کرنے کی اسکو کوشش کرنا چاہیے
اسلیے ابھی اسپر حالت جمود طاری ہے اور مقصد کے متعین ہونے کے لیے ایک

اور گو اسوقت دماغی قوتون مین حیرت انگیز طاقت آجاتی ہے لیکن اسیوقت سے نظام اخلاق کا زوال اور عملی طاقت کا فقدان بھی شروع ہوجاتا ہے جو دور انحطاط و تنزل کی نشانیان ہین، اسوقت قومی کالبد قالب بیجان ہوکر رہجاتا ہے، اندر دیکھو تو کچھ نہین لیکن ظاہری حالت زندگی کا ثبوت دے رہی ہے، یہی وقت ہوتا ہے جب قومی نظام درہم وبرہم ہوجاتا ہے، افراد اپنا ذاتی استقلال کھو بیٹھتے ہین، امیدین اور تمنائین دل ہی دل مین پیدا ہوتی اور مٹجاتی ہین، تمدن کے ستون منہدم ہوجاتے ہین، اور دور وحشت لوٹ آتا ہے، اور گو اسوقت قوم کی ظاہری شان سے یہ گمان ہوتا ہے کہ قوم اپنے شباب پر ہے، لیکن حقیقت مین اسوقت قوم کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اسکے اعضاء و جوارح مین ضعف پیدا ہوچکا ہے، اُسکی روح کو دیمک چاٹ گئی ہے اور قوم ایک خشک درخت کے مانند ہوگئی ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے زمین پر آرہتا ہے۔

غرض قومین ایک خیال اور ایک مقصد کے درپے ہوکر دور وحشت سے دور تمدن تک ترقی کرتی ہین اور دور تمدن کے بعد انپر انحطاط طاری ہوتا ہے پھر جب انکا مقصد معین کمزور ہوکر فنا ہوجاتا ہے اسوقت وہ خود بھی نذر اجل ہوجاتی ہین

یہ ناموس الہی جو تمام اقوام عالم پر [illegible] غلط ہے

اس سلسلہ مین تین کتابین داخل ہین

برکلے

اِس مجموعہ مین برکلے کے سوانح، اُسکی فلسفیانہ تصنیفات کی ناقدانہ تلخیص اور اُس کے فلسفۂ تصوریت کی تشریح و تنقید ہے۔ از پروفیسر عبد الباری ندوی، قیمت ... عمر

مبادی علم انسانی

برکلے کی سب سے معرکۃ الآرا کتاب "دی پرنسپلس آف ہیومن نالج"، کا ترجمہ، جسمین مادیت کا ابطال ہے، اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ "ذہن سے باہر مادہ کا کوئی وجود نہین" از پروفیسر عبد الباری ندوی، قیمت ... عمر

مکالمات برکلے

برکلے کے "ڈائلاگس"، کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے اپنے خاص فلسفہ کی تشریح کی ہے۔ از مولوی عبد الماجد بی۔ اے۔ لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، قیمت قسم اول عہ۔ قسم دوم عہ۔

منیجر

دار المصنفین اعظم گڈھ